UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224254

UNIVERSAL
LIBRARY

بیادگار اعلیحضرت قبلہ عالم و عالمیان سید حیدر شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

۱۲۳

صوفی

سالانہ قیمت { درجہ اول تین روپے
درجہ دوم دو روپے

مقام اشاعت { منڈی بہاؤالدین
ضلع گجرات

صوفیانہ اور اسلامی مذاق کے
پرچوں میں سب سے پرانا رسالہ - جو ۱۹۰۸ء میں جاری ہوا

فی پرچہ چار آنہ

مدیر مسئول:
ملک محمد الدین اعوان

ڈائرکٹر آف پالیسی:
ملک محمد اسلم خان ایم - اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لا - ہائی کورٹ - لاہور

Checked 1975

ھف حصہ ۵۴۴

CHECKED. 1951

۵۰/-

۸۹۱۰

تتمہ

بہارِ شباب

یہ کتاب دہلی کے شاہی خاندانی حکیم ارسطوئے زمان حضرت مسیح الملک محمد اجمل خان صاحب مرحوم کے والد ماجد حکیم محمود خان صاحب کی تصنیف ضیاء الابصار کا ترجمہ ہے۔ بازاری کتابیں جو عام مصنف دھڑا دھڑ کی لایعنی باتیں جوڑ جاڑ کر بنا لیتے ہیں اور کسی کو کوکا پنڈت اور کسی کو بو علی سینا کے نام سے ظاہر کر کے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے رہتے ہیں اس کتاب کے سامنے ہیچ ہیں کیونکہ یہ ایک ماہر فن طب کی تصنیف ہے جس میں ان کی مجربات اور طبی اصول سے تمام نشاط انگیز اور صحیح طریقے مواصلت کے بیان کئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے صحت ہمیشہ درست اولاد خوبصورت اور مضبوط پیدا ہوتی ہے معشوق اپنے عاشق اور بیوی اپنے خاوند کی پرستار اور دیوانی بن جاتی ہے۔ مقوی ادویات کے وہ نسخے جو حکیم صاحب ممدوح کے خاندان میں سینہ بسینہ چلے آتے تھے اور جن کی بدولت آج ہندوستانی دواخانہ دو لاکھ روپیہ ماہوار کی ادویات فروخت کرتا ہے حکیم صاحب ممدوح نے اس کتاب میں عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہایت [illegible] قیمتی خزانے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (کتاب کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو۔)

...سان کی مزاجوں کا تغیر
...دانی کی حالت میں مباشرت
۳ علم طب کی علوم دین پر فضیلت
۴ کوکا پنڈت نے عورتوں کی چار قسمیں بلا تحقیق لکھ دی ہیں
۵ کوکا پنڈت عیش پسندی کے طریقوں سے واقف نہ تھا
۶ عیاش مرد اور فاحشہ عورتوں کی صحبت کے بغیر دنیوی عقل و نشست و برخاست نہیں آسکتی
۷ جالینوس شیخ الرئیس اور دوسرے حکمائے متقدمین کی تحقیقات عورتوں کے متعلق
۸ فاحشہ عورتوں کے تعلق
۹ عورت اور مرد میں شہوت کی مناسبت
۱۰ اختلاف مزاج کا مباشرت پر اثر
۱۱ مباشرت کس قدر کرنی مناسب ہے
۱۲ جوانی ادھیڑ بوڑھوں کے قویٰ اور مباشرت
۱۳ مباشرت میں لذت پیدا ہونے کا حکیمانہ فلسفہ
۱۴ عورت کے نصیلے ذرا و مرد کے باہر رکھنے میں کیا راز مضمر ہے
۱۵ حیوانوں اور انسانوں کی پیشاب گاہ کا تقابلہ حیوانوں کی پیشاب گاہ کیوں ظاہر نہیں رہتی
۱۶ پیشاب گاہ کی نالیاں و منی کی پیدائش
۱۷ محرکات مباشرت
۱۸ طبعی اور غیر طبعی انتشار
۱۹ لذت پیدا ہونے کے طبی اسباب
۲۰ لڑکا اور لڑکی کس طرح بنتے ہیں
۲۱ بعض دفعہ ایک حمل سے دو بچے پیدا ہونے کے طبی وجوہات
۲۲ مخنث اور نامرد کیوں پیدا ہوتے ہیں
۲۳ وہم کا اثر اولاد پر
۲۴ بچے کی شکل و صورت پر ماں کے خیالات کا اثر ماں جیسا چاہے بچہ پیدا کرسکتی ہے
۲۵ امام فخرالدین رازی کیوں خوبصورت پیدا ہوئے؟
۲۶ مباشرت کے فائدے اور نقصان
۲۷ مباشرت کے اوقات
۲۸ مباشرت کے طریقے طبی اصول سے
۲۹ خاص الخاص بات
۳۰ عورت کی پہچان
۳۱ کن عورتوں سے تعلق رکھنا از روئے حکمت درست ہے
۳۲ ایک خاص فعل سے کوڑھ پیدا ہوتا ہے
۳۳ شرم و حیا کا اثر
۳۴ مرطوب اور خشک ملکوں کی آب و ہوا کا مردانہ قوت پر اثر
۳۵ جالینوس بقراط اور افلاطون کے مباشرت کے متعلق نظریے
۳۶ منی کی پیدائش از روئے طب
۳۷ سیاہ و سفید رنگت کا پیدائش پر اثر
۳۸ کیا بچہ کا ہر ایک عضو ماں باپ کے اعضا کے مشابہ ہوتا ہے
۳۹ عورت میں مادہ تولید کے متعلق اطبا کا اختلاف
۴۰ خواجہ سرا کیونکر پیدا ہوتے ہیں اور ان کی اقسام
۴۱ ہندوستانی عورت کیوں جلدی نکاح کے قابل ہو جاتی ہے
۴۲ علم قیافہ اور مرد و عورت
۴۳ ہمساس کا اثر
۴۴ بکارت
۴۵ حیض اور حمل
۴۶ خوبصورت بچے کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں؟
۴۷ تندرست بچے کس طرح پیدا ہوں گے
۴۸ ایک حمل سے کئی بچے
۴۹ ایک خاص بات ناگفتنی
۵۰ ضعف باہ کے خاص نسخے
۵۱ ممسک دواؤں کے نقصان
۵۲ ملذذ ادویہ کے نقصان
۵۳ آتشک و سوزاک کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں
۵۴ عیاشی کے متعلق طبی نصائح

ملنے کا پتہ: منیجر کارخانہ آبِ حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)

ڈیڑھ سو ۱۵۰ روپیہ کا انعام

۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کو رسالہ صوفی کے پڑھنے والوں میں ہم نے سَوا سو روپیہ تقسیم کیا۔ اب ہم ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء کو مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ اُن لوگوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جن کا حل درست ہوگا۔ شرائط حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہر ایک جواب نیچے کے چھپے ہوئے کاغذ پر ہو اور ہر جواب کے ساتھ ڈاک خانہ کے چار آنہ کے ٹکٹ شامل ہوں۔ ریاست پٹیالہ نابھہ یا گوالیار والے بھی انگریزی ٹکٹ ڈاک ارسال کریں (۲) جو لوگ ایک سے زیادہ حل بھیجنا چاہیں یا جن کو چھپا ہوا ورق نہ مل سکے وہ سادہ کاغذ پر جواب بھیج سکتے ہیں ایسی صورت میں بجائے چار آنہ کے پانچ آنے کے ٹکٹ ڈاک ہر جواب کے ہمراہ ہونے چاہئیں (۳) ہر ایک شخص خواہ وہ خریدار ہو یا نہ ہو اپنا جواب بھیج سکتا ہے (۴) ایڈیٹر کا فیصلہ ہر حال میں آخری ہوگا (۵) جواب کے ساتھ دفتر کے متعلق کوئی بات نہ لکھی جاوے (۶) ان جوابات کے متعلق کسی طرح کی خط و کتابت نہ کی جاوے کیونکہ جواب زیادہ ہوتے ہیں اور خط و کتابت کے لئے علیحدہ کلرک رکھنا پڑتا ہے (۷) کل جواب ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء سے پہلے دفتر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات میں پہنچ جانے ضروری ہیں (۸) جس جواب کے ساتھ چھپے ہوئے فارم کی صورت میں چار آنہ کے ٹکٹ اور عام کاغذ کی صورت میں پانچ آنہ کے ٹکٹ ڈاک نہ ہونگے اُس کو ردی میں پھینک دیا جاویگا (۹) مضمون مندرجہ ذیل میں چودہ ۱۴ لفظوں کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور اڑتالیس لفظ اوپر درج کر دیئے ہیں ان لفظوں سے آپ اپنے خیال میں جو لفظ درست سمجھیں وہ لکھیں۔ ایک سے زیادہ دفعہ کوئی لفظ نہ لکھا جاوے (۱۰) پہلا انعام پچاس روپیہ نقد کا ہوگا۔ دوسرا انعام بیس روپیہ نقد کا ہوگا۔ باقی انعام اسی روپیہ کی کتابیں یا دوائیں حسب مرضی خریدار بحساب دو روپیہ فی خریدار چالیس خریداروں کو دیئے جاوینگے یا رسالہ صوفی ایک سال کے لئے جاری کر دیا جاویگا۔

فارم جواب حسب ذیل ہے

دارالخلافہ	ڈھائی	روزنامے	زیادہ	صوبہ	امرت دھارا	انقلاب	بتیس
دارالسلطنت	سینکڑوں	ساڑھے تین	زمیندار	ملک	آب حیات	سیاست	آٹھ
دارالامارۃ	بے شمار	صدہا	ساڑھے پانچ	انیس	چالیس	احسان	پونے تین
دارالحکومت	ان گنت	بیسیوں	ملاپ	پانچ	اکیس	پرتاب	ساڑھے چار
بڑی	چھپتے	لاتعداد	ٹریبون	علاقہ	ڈیلی	تیس	چھ
روزانہ پرچے	بڑھ کر	شائع ہوتے	ہندو ہیرلڈ	پراونس	روزنامچے	اٹھائیس	شات

پنجاب کے . . . . لاہور میں . . . . اخبار اور رسالے . . . . ہیں ہر ایک اس امر کا مدعی ہے کہ اُسکی اشاعت سب سے . . . . ہے۔ بندے ماترم۔ ملاپ۔ پرتاب۔ ٹریبون اور ہندو ہیرلڈ ہندو قوم کے کثیر الاشاعت . . . . ہیں مسلمانوں کے اخبارات میں سب سے زیادہ ہردلعزیز . . . . ہے۔ تعداد اشاعت کے لحاظ سے . . . . کی اشاعت زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ تازہ اور زیادہ خبروں کے چھاپنے میں . . . . بازی لے گیا ہے۔ ہندوؤں میں بعض لوگ . . . . کو بہت پسند کرتے ہیں بعض . . . . کو پنجاب کے . . . . میں جس قدر ادویات فروخت ہوتی ہیں اُن میں . . . . سب سے مفید اور ارزاں ہے۔ یہ پچھلے . . . . سال میں . . . . لاکھ شیشی سے زیادہ فروخت ہو چکا ہے۔

(مجھے ایڈیٹر صاحب رسالہ صوفی کا فیصلہ منظور ہے)

بھیجنے والے کا نام اور پورا پتہ:۔

(چار آنہ کے ٹکٹ اِس فارم یا پانچ آنہ کے ٹکٹ ڈاک عام کاغذ کے جواب پر ضرور لگائے جاویں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صُوفی

قومی رپورٹ

بانئِ قوم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حضور میں

سیّد الکونین، شاہنشاہِ اقلیم حجاز
خسرو ملکِ عجم، سلطان بیچارہ نواز
خاتمِ کل انبیا، دونوں جہاں میں سرفراز
چارہ خواہ وچارہ جُو چارہ کارو چارہ ساز

دادخواہوں کی طرح دربار میں آیا ہوں میں
قوم کی رُوداد بہر پیش کش لایا ہوں میں

مُرشدی، مولائی، آقائی، حبیبی، سیّدی!
چودھویں اسلام کے ادوار میں ہے یہ صدی
اور بالکل خاتمے پر ہے نشاطِ سرمدی
حد سے گذری ہے زوال وبیکسی کی بے حدی

جس کا رحمت کے علاوہ موت بھی مفہوم ہے
اُمّتِ مرحوم اُن معنوں میں اَب مرحوم ہے

پاسباں اَب آپ کے احکام کا کوئی نہیں
مستحق اَب رحمت واکرام کا کوئی نہیں
شیفتہ بیدارئ اسلام کا کوئی نہیں
نام کے سب ہیں مسلماں، کام کا کوئی نہیں

مرکزِ تکفیر ہے مجموعۂ اوہام ہے
ایک رسم جاریہ اَب آپ کا اسلام ہے

خودروی، خودداری، وخود بینی، وخود مطلبی
چار ارکان آج یہ اسلام کے ہیں یا نبیؐ!
آگ سینوں میں جو تھی حق وصداقت کی دبی
جذب اُس کو کر گئی پندار کی تشنہ لبی

اَب نہ اس میں رنگ پہلا سا نہ وہ بُو باس ہے
اَب مسلماں کچھ نہیں، سُوکھی ہوئی سی گھاس ہے

یہ ہمیں معلوم ہے، قُربِ قیامت ہے حضور ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں لاکھ فتنے اور فتور
دل کی تسکین ہو گئی کافور اور چہرے کا نور ہے اگر جینے کی یہ صورت تو جینا کیا ضرور
کیا خبر کتنی قیامت میں ابھی تاخیر ہو
صورِ اسرافیل پھکنے تک تو کچھ تدبیر ہو

فیصدی اسّی مسلماں مائلِ تکفیر ہیں ان کی بودی ہے عقیدت، ان کے جھوٹے پیر ہیں
سینما کے شیفتہ، سرگشتۂ تصویر ہیں اس پہ طُرّہ یہ کہ سب پابستۂ زنجیر ہیں
محفلِ ملّت شکارِ بدنظامی تابکے؟
اس تماشا گاہ میں رقصِ غلامی تابکے؟

اولیاؔ و اصفیا کا اب پتا ملتا نہیں واقفِ آدابِ منزل، رہنما ملتا نہیں
خود غرض ملتے ہیں لیکن بے ریا ملتا نہیں اتنے بندوں میں کوئی مردِ خدا ملتا نہیں
خادمِ نام و نمود و بندگانِ جاہ ہیں
راہگیر و رہنما جتنے ہیں سب گمراہ ہیں

اب نہ وہ اخلاق باقی ہے نہ وہ عزمِ جواں مِٹ گیا ہے اُسوۂ اسلاف کا نام و نشاں
پنجوقتہ مسجدوں میں اب بھی ہوتی ہے اذاں وہ مگر بانگِ اذاں پر دوڑنے والے کہاں
مسجدوں میں اب یہ رنگِ گردشِ ایام ہے
ایک امام، اک مقتدی، باقی خدا کا نام ہے

گو ہنوز اسلام کی سارے جہاں میں دھوم ہے مقصدِ اسلام لیکن مطلقاً معدوم ہے
اب مسلماں "ریش و عمامہ" کا اک مفہوم ہے الغرض جو حال ہے سرکار کو معلوم ہے
رازِ پوشیدہ ہے کیا خیر البشرؐ کے سامنے
نامۂ اعمالِ مسلم ہے نظر کے سامنے

یا نبیؐ! پھر کیا اسی ذلت میں مر جائیں گے ہم؟ کیا جہاں سے بیکس و بے بس گذر جائیں گے ہم؟
ملّتِ مرحوم کو بدنام کر جائیں گے ہم؟ کیسی لعنت ہم پہ برسے گی، جدھر جائیں گے ہم؟
قبر میں اور حشر میں، ہوگی نہ پھر راحت کوئی
مُنہ دکھانے کی خدا کو بھی نہیں صورت کوئی

معترف ہیں ہم کہ ہم پر بارشِ غفلت تو ہے نام لیوا آپ کے ہیں، آپ سے نسبت تو ہے
گھر گئے ہیں سخت طوفاں میں مگر ہمت تو ہے کشتیِ اُمّت کا حافظ، شافعِ اُمّت تو ہے
ڈوبنے کو عینِ طوفاں میں ہے بیڑا پاپ کا
آسرا اب کوئی باقی ہے اگر، تو آپ کا

یا نبیؐ! زلفوں کو پھر آراستہ فرمائیے سر اُٹھا کر چارۂ شامِ بلا فرمائیے
ایک دن تکلیف کعبے تک ذرا فرمائیے اوڑھ کر کملی، کھڑے ہو کر، دُعا فرمائیے
یا مزمّل! یا مدثر! کی صدا آنے لگے
پھر قُمِ الّا قلیلاً کوئی فرمانے لگے
رحمۃ اللعلمیں، رحم و کرم فرمائیے یا شفیع المذنبیں، رحم و کرم فرمائیے

حامیٔ دُنیا و دیں، رحم و کرم فرمائیے پیشوائے مُرسلیں، رحم و کرم فرمائیے

اب یہ دردِ لادوا ہم سے سہا جاتا نہیں
شرم آتی ہے، مگر چُپ بھی رہا جاتا نہیں

داستانِ درد حضرت کے سوا کس سے کہیں؟ آپ کے ہوتے ہم اپنا مدعا کس سے کہیں؟
کون سُنتا ہے ہماری التجا کس سے کہیں؟ ہے بہت کہنا، مگر یا مصطفٰے کس سے کہیں؟

رحم کے قابل فغانِ ملّتِ برباد ہے
اب تو سُن بھی لیجئے، فریاد ہے فریاد ہے!

آپ کو اپنی یمن والی رِدا کا واسطہ اُستنِ حنانہ و شامی قبا کا واسطہ
قصرِ زہراؓ و حریمِ عائشہؓ کا واسطہ آپ کو اپنے کرم والے خدا کا واسطہ

پھر گنہگارانِ اُمت پر نوازش کیجئے
پھر خدا سے عفو و رحمت کی سفارش کیجئے

مہدیٔ موعود بنکر آپ جب آئیں یہاں پائیں اپنی قوم کو آباد و شاد و نوجواں
نُزہتِ بادِ بہاری سے بدل جائے خزاں ذرہ ذرہ عالمِ اسلام کا ہو نغمہ خواں

آپ دیکھیں پُرسکوں اس عالمِ ایجاد کو
رُوحِ سیماب آئے جنت سے مبارکباد کو

آگرہ، ۴ فروری ۱۹۳۵ء — سیماب اکبرآبادی

ایک ہندو شاعر دربارِ نبوی میں

از پنڈت مہاراج نارائن صاحب درؔ گوالیاری حال مقیم سکھر

ہمیں قیدِ غم سے چھڑا دے محمدؐ ذرا جلوہ اپنا دکھا دے محمدؐ
شریعت سے لوگوں کے دل پھر رہے ہیں انہیں راہ پر اب لگا دے محمدؐ
ہے رُتبہ ترا سارے نبیوں سے عالی شفاعت ہماری کرا دے محمدؐ
مَیں عاصی نہیں مُنہ دکھانے کے قابل مجھے شانِ رحمت دکھا دے محمدؐ
کروڑوں کی بگڑی کو تو نے بنایا ہماری بھی بگڑی بنا دے محمدؐ
ہے منجدھار میں کشتیٔ زیست اپنی ذرا پار بیڑا لگا دے محمدؐ

یہی التجا درؔ کی ہے تجھ سے ہر دم
مرے رنج و غم کو مٹا دے محمدؐ

کنایات

از علامہ ابو الارشاد مشہدی

ہمارے "ست بچن مہاراج" ہندو مہاشے بھی عجیب قسم کے مادہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ ان کی ذہنیت یہاں تک مسخ ہو چکی ہے کہ ان میں قوتِ امتیاز بالکل نہیں رہی "توہم پرستی" میں تمام دیگر اقوام سے ہندوؤں نے سبقت لے گئے ہیں جو ان کی مذہبی کمزوری اور اخلاقی پستی کی طرف بالصراحت دال ہے، جس وجود یا شے کو طاقتور۔ گرانڈیل اور کسی خاص قسم کا اثر انگیز دیکھتے ہیں مرعوب ہو کر فوراً اُسے "دیوتا" مان لیتے ہیں۔ سانپ کو دیکھا کہ اس کا ڈسا پانی نہیں مانگتا، اُسے "گوگا" دیوتا مان لیا اور اس کی بانبیوں پر دودھ کا چڑھاوا چڑھانے لگے۔ مندروں میں جابجا اس کی تصاویر اور بُت آویزاں ہونے لگے۔ اس کا مارنا "مہاں پاپ" قرار دے دیا۔ آگ کی تپش دیکھی کہ وہ جلا دینے پر قادر ہے تو اُسے "اگنی دیوتا" کہکر پرستش شروع کر دی۔ بارش اور آندھی زور سے چلی۔ اولے برسے اور کسی مہاشے کی نئی منڈائی ہوئی ٹونی (سر) پر چاند ماری ہوئی تو "ہرے رام" "ہرے رام" کہکر انہیں "اندر دیوتا" کا لقب دے دیا۔ ذرا "سورج بھگوان" نے آنکھ دکھائی اور دیکھا کہ ایک طاس زریں افقِ مشرق سے طلوع ہو رہا ہے تو جھٹ اُس کے آگے سر بسجود ہو گئے اور لگے پانی کے چھینٹے اس کی طرف پھینکنے کہ شاید سورج بھگوان کو بھی شدّت گرمی سے پیاس لگی ہو۔ پیپل کے درخت نے چھاؤں دی اور اس کا تن و توش دیکھا تو اُسے بھی "پیپل جی مہاراج" قرار دیدیا اور اس کے ارد گرد وید کے پرستاروں نے پکے تھڑے بنوا کر پرستش شروع کر دی۔ اسی پر ہی بس نہیں۔ بلکہ اس کا پتہ یا ٹہنی کٹنے پر مرنے مارنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں "سلطان پور" کا واقعہ اس کا بیّن ثبوت ہے کہ محض پیپل کا ایک تنہ بچانے کے لئے ان ہندو مہاشوں نے کس قدر نہتے مسلمانوں کی جانیں تلف کر دیں۔

لاہور میں جب پہلے پہل "ریل انجن" آیا تو ہمارے مہاشے جی اُس کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ بھلا انہوں نے اس تن و توش کا وجود جو آگ کھا کر بڑی تیزی سے چلتا ہو کبھی دیکھا نہ تھا۔ بڑے بڑے وِدھوان اور اُپدیشک اکٹھے ہوئے۔ تمام پُران اور وید چھان ٹٹ ڈالے، لیکن اس کا وجود کہیں نہ ملا۔ پھر کیا تھا، سمجھ لیا کہ "اگنی دیوتا" کی سواری کا "رتھ" آ گیا ہے۔ لگی "انجن جی مہاراج کی جے"۔ "انجن جی مہاراج کی جے" ہونے۔ اور اس کی پرستش شروع ہو گئی۔ مہاشہ لوگوں نے اس پر اس کثرت سے پھولوں کے ہار چڑھائے۔ کہ بیچارہ "انجن جی مہاراج" ایک نئی نویلی دُلہن دکھائی دینے لگا۔ اگر اس کا موجد خود آ جاتا۔ تو غالباً اس کی اتنی قدر نہ ہوتی۔

لیکن توہم پرستی کی بھی حد نہیں رہی۔ گائے کو دیکھا۔ کہ بھولا بھالا جانور ہے۔ بے زبان ہے۔ کم کھاتا ہے اور دُودھ زیادہ دیتا ہے۔ تو اسے بھی دیوتا مان لیا۔ کہ یہ "گئو ماتا" ہے۔ اس کے پیشاب اور گوبر کی تعظیم واجب قرار دی گئی۔ اور "گئو ماتا" کی جے کے نعرے بلند ہونے لگے۔ تمام ملک میں جابجا گئوشالہ بنائے گئے۔ جہاں اندھی، اپاہج، لنگڑی اور اچھی موٹی تازی "گئو ماتائیں" جمع کر کے ایک اچھا خاصہ "چڑیا گھر" بنا دیا۔ خیر اچھا ہوا۔ خدا کی اس بے زبان مخلوق کی پرورش کا وسیلہ نکل آیا۔ لیکن محیر العقول معاملہ یہ ہے۔ کہ مہاشلوں نے اس امر کو گوارا نہ کیا کہ "گئو ماتا" کے نر کو پتا مان لیتے۔ ان کی مذہبی لغات میں غالباً گئو ماتا کا مذکر ہی نہ ہوتا ہوگا۔

بہر کیف ہندوؤں کی ذہنیت نہایت درجہ کمزور اور اخلاقِ انسانی سے گری ہوئی تھی۔ ہر سخت۔ درشت اور طاقتور شے کو "پرماتما کا اوتار" مان لیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی قوتِ ارادی بالکل ہی فوت ہو گئی۔ اور ان کے حوصلے اس قدر پست ہوتے۔ کہ جس قدر حملہ آور غیر ممالک سے

آتے رہے ہندو اُن کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ اور جب مُلک خالی کر دینے کا حکم ملا تو "ست بچن مہاراج" کہکر خود جنگلوں کی راہ لی۔ اور حملہ آوروں کو بسا بسایا مُلک دے دیا۔ اسی لئے ہر غیر مُلکی نے ہندوستان کو "سونے کی چڑیا" سمجھا۔ اور جس کسی کا داؤں لگا اُس نے اِسے ہڑپ کرنے کی کوشش کی۔

ہندوؤں کی اِس کمزوری کو مہاتما گاندھی نے خوب سمجھا اور چاہا کہ کسی طرح سے یہ ہَوّا اُن کے دلوں سے نکل جائے۔ روپیہ تو اس قوم کے پاس تھا ہی صرف ایسے معجون کی ضرورت تھی۔ جو ان کے تن و توش اور دل کی تقویت کا باعث ہوتی۔ چنانچہ مہاتما گاندھی نے نیا ڈھونگ رچایا اور ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت کا شاخسانہ کھڑا کر دیا اور کانگرس کی بنیاد ڈالدی۔ پھر کیا تھا۔ بھولے بھالے مُسلمان "گاندھی" کے اس چکمہ میں آگئے اور ہندوؤں کے گلے خوش ہو ہو کر ملنے لگے۔ ہر مسلمان کے گھر سے "مہاتما گاندھی کی جے" کے فلک بوس نعرے بلند ہونے لگے۔ سرکاری حکومت میں جس قدر اعلیٰ عُہدے تھے۔ اُن پر تو ہندو پہلے ہی قابض تھے۔ کانگرس کی نشستوں میں بھی ہندو ہی ہندو سرکردہ سمجھے گئے۔ اور مسلمان لیڈر محض اس لئے ساتھ ملا لئے کہ کسی طرح عامۃ الناس مُٹھی میں رہیں اور مخالفت نہ کریں۔ کیونکہ انہیں اچھی طرح سے سمجھ تھی۔ کہ اگر مُسلمان مخالف ہوگئے تو پھر خیر نہیں یہ سارا ڈھول کا پول کُھل جائیگا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بڑے سبز باغ دکھائے اور ہنس ہنس کر ان سے گلے ملتے رہے حالانکہ ان کی ہر مسکراہٹ کی تہ میں ہزاروں زہر میں بجھی ہوئی میٹھی چھُریاں رکھی تھیں جسے بھولے بھالے مسلمان نہ سمجھ سکے۔

اِدھر مہاتما جی اور ان کے خوب سِدھے ہوئے چیلے چانٹوں نے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت کے لکچر دینے شروع کئے اور خوب دُھواں دھار تقریریں شروع ہوئیں۔ اُدھر "عدم تعاون" (نان کو اپریشن) پر زور دیا جانے لگا۔ بیچارے کسانوں پر دباؤ ڈالا گیا اور انہیں چکمے دیئے گئے۔ کہ بس انگریزی راج تو کوئی دن کا مہمان ہے تم معاملہ نہ دو۔ سرکاری ملازموں کو ہڑتال کی تلقین کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ زمیندار بیچارے تو بالکل ہی تباہ ہوگئے۔ خود تو جیلخانوں میں چلے گئے اور رہی سہی زمین کچھ ضبط ہوگئی اور کچھ ان ہندوؤں نے قرضہ میں قرق کرالی۔ جن کے پاس رہ گئی اُن کی پیداوار تو سود در سود میں ہندو مہاراج لے جاتے اور غریب کسان پھر سال بھر کے لئے انہیں شائلاکوں کے پنجہ میں پھنسا رہتا۔

ملازمین نے سرکاری نوکری سے ہڑتال کر کے جو فائدہ اُٹھایا وہ اظہر ہے۔ ہندو چونکہ مالدار قوم ہے۔ یہ لوگ اگر ملازمت چھوڑ بھی دیں۔ تو ان کو نقصان نہیں پہنچتا۔ ان کا ساہوکارا بنا رہتا ہے اور سود کی رقم ہی اس قدر آجاتی ہے۔ کہ ان کے اخراجات سے کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ لیکن اُن بیچارے مُسلمانوں کا کیا حال ہُوا۔ جو مہاتما گاندھی کے حکم کی تعمیل میں مُلازمت سے برطرف ہوگئے۔ اور چونکہ پہلے ہی وہ غریب اپنا گذارہ بمشکل کر سکتے تھے۔ اب تو اُن کی شامت آگئی۔ نانِ شبینہ کو محتاج ہوگئے۔ اور ان کی بیوی بچے فاقوں مرنے لگے۔ اِدھر ہندو لوگ اور بھی تیار ہوگئے اور مسلمانوں کی اس کمزوری پر خوب اِترانے لگے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں "ہندو سنگھٹن" کی بنیاد ڈالدی گئی اور ساتھ ہی ہندوؤں کی جسمانی کمزوری دُور کرنے کے لئے ہر ایک شہر میں "مہابیر دَل" اور اکھاڑے بنائے گئے۔ جہاں ہندو نوجوانوں کو ڈنڈ پیلنا۔ کشتی لڑنا۔ داؤں پیچ کھیلنا۔ گتکہ بازی۔ موگری پھرانا وغیرہ وغیرہ امور کی تعلیم دی جانے لگی۔ بس پھر کیا تھا ہر ایک ہندو کے ہاتھ میں گتکہ اور بانسری ہوتی۔ اور خوب کسرت کی جانے لگی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ملتان۔ کراچی۔ لاہور۔ سلطان پور وغیرہ وغیرہ مقامات پر ہندو مسلم فساد کر دیا۔ اور نہتے مسلمانوں پر اسلحہ جات سے آراستہ ہندو مہاشے ٹوٹ پڑے۔ اور اس طرح سے اپنی طاقت کا سکّہ منوانے لگے۔ لیکن مسلمان بیچارے اسی گھمنڈ میں رہے۔ کہ وہ کلمہ گو ہیں، اور کلمہ کی برکت سے اگر ہزاروں کراڑ بھی مقابلہ پر آجائیں تو پرواہ نہیں۔ حق کا بول ہمیشہ بالا ہی ہوتا ہے۔ انہوں نے نہ کوئی اکھاڑے بنوائے، اور نہ ہی خوابِ غفلت سے کروٹ لی۔

نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

"گاندھی" کے چیلے چانٹے تو اسے جس طرح چاہتے مانتے۔ ان کا حق تھا۔ کہ اپنے ایک قومی نمائندہ کو کوئی اچھے سے اچھا لقب دیتے۔ کیونکہ جب وہ حقیر سے حقیر اور ادنیٰ سے ادنیٰ اشیاء موجودات کو "دیوتا سروپ" مان لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ مورتی پوجا کرنے والے ان بے جان پتھروں کو خدا مان کر ان کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ تو مہاتما گاندھی" بالآخر انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسے اگر خدا سے زیادہ قرار دے لیں تو اس میں ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن افسوس ان نام نہاد مسلمانوں پر ہے۔ جن میں سے بعض عاقبت نااندیشوں نے اسے "مہدی زمان" لیا۔ اور ایک مقتدر مسلمان لیڈر نے جیل خانہ جاتے ہوئے یہاں تک بڑ ہانک دیا تھا۔ کہ

"اب اسلام کی باگ ڈور ہم گاندھی جی کے ہاتھ میں دیتے ہیں"۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کون گاندھی؟ اسلام کا بدترین دشمن اور مسلمانوں کے تنزل اور انحطاط کا واحد موجب۔ استغفر اللہ۔ آجکل زمینداروں پر جو اُفتاد آئی ہے اس کا ذمہ دار محض اور صرف یہی مہاشہ مہاتما گاندھی ہے۔ ملا زمین الگ اس کی جان کو کوس رہے ہیں۔ اِدھر قحط سالی کا دور دورہ۔ اُدھر تنخواہوں میں تخفیف اور ملازمتوں میں ریڈکشن۔ کاش کہ لوگ آج سے چند سال پہلے اس امر کو سمجھتے اور اسلام کے زریں اصولوں پر کاربند ہوتے۔ جو ببانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ زمین پر جب امن قائم ہو تو تم فساد نہ پھیلاؤ۔
ان اللہ لا یحب المفسدین۔ خداوند تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

سرکار انگریزی کے عہد معدلت مہد میں جو آرام اور امن و اصلاح ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کو جس قدر آرام اور عافیت اس انگریزی راج میں ہے اس کی نظیر کسی اور حکومت میں نہیں مل سکتی۔ آپ آزادی سے اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہو سکتے ہیں۔ جہاں جی چاہے اعلانیہ اپنے مذہب کا اظہار کریں۔ اور مذہبی رسومات بجا لائیں۔ کسی قسم کی روک ٹوک یا ممانعت نہیں۔ ورنہ بعض مقامات پر جہاں غیر مسلموں کا زور ہے۔ اب بھی داؤں لگے۔ تو وہ لوگ غریب مسلمانوں کو ان کے مذہبی فریضہ کی ادائیگی سے بھی روک دیتے ہیں۔ اور اذان تک کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر خدانخواستہ مسلمان قوم کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دے دی جائے تو خدا معلوم کیا کچھ کر گذریں۔

شکر ہے۔ خداوند تعالیٰ کا کہ ہم ایسی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو ہر طرح سے ہماری نگران حال اور حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ بھلا ہو لارڈ کرزن کا۔ کہ اس نے ایکٹ انتقال اراضی پاس کر کے مسلمانوں کی املاک محفوظ کر دیں جس کی رُو سے کوئی مہاشہ مسلمانوں کی زمین نہیں لکھوا سکتا۔ ورنہ آپ دیکھتے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہماری زمینیں بھی ان کے ہاتھوں میں چلی جاتیں۔ اور ہم ان کے غلام بن جاتے۔ یا تو مسلمان بھی چوٹی رکھا کر "رام رام ست ہے" کا ورد کرتے نظر آتے یا ہندوستان سے کوچ کر جاتے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نوشیروان عادل کی تعریف کی ہے۔ اور خدا کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کہ وہ ایک عادل بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے عادل بادشاہ کی حکومت کا ہمیشہ شکریہ ادا کریں۔

ہندو مہاشوں نے چھوت چھات کا مسئلہ ایجاد کر رکھا ہے جو نہ تو ان کے ویدوں میں ہے۔ نہ پرانوں میں۔ خدا جانے انہوں نے کس حکم کی رُو سے اسے رائج کیا ہے۔ لیکن اس کی تہ میں جو گہری اور عمیق پالیسی ہے اُس کا سمجھنا ہر مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اگر سمجھ جاتے تو یہاں پر غریبی اور مفلوک الحالی کا دور دورہ نہ ہوتا۔ بلکہ یہ بھی ایک امیر قوم ہوتے اور دیگر اقوام کے دوش بدوش چلتے۔ دراصل قرآنی حکم کے بموجب چھوت چھات کا مسئلہ اہل اسلام کا تھا۔ لیکن یہ لوگ اسکی طرف سے کوتاہی کر رہے ہیں اور خود قعر مذلت میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ مگر کوئی لیڈر کوئی مولوی۔ کوئی ایڈیٹر۔ کوئی رہنما۔ کوئی پیران کو اس امر سے آگاہ نہیں کرتا۔ اور اپنے سامنے قوم کی تباہی دیکھتے ہیں، لیکن کیا مجال جو ٹس سے مس بھی کریں۔

اِس چھوت چھات سے ہندوؤں میں یہ عہد ہو چکا ہے۔ کہ کسی غیر ہندو سے وہ کوئی چیز نہیں خریدتے۔ اگر ایک پیسہ کی سبزی بھی خریدنی ہو تو کسی ہندو دوکاندار سے خریدینگے۔ تاکہ قوم کا پیسہ قوم کے پاس ہی رہے۔ اور مسلمانوں سے یہاں تک نفرت ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اگر کوئی مسلمان خواہ کتنا ہی صاف اور ستھرا ہو ایک دھوتی پوش مہاشہ کے میلے کچیلے کپڑوں سے بھی چھو جائے۔ تو بس اس کی خیر نہیں۔ کوّوں کی طرح تمام محلہ سر پر اُٹھا لیں گے۔ کہ دوہائی رام کی۔ اس ملیچھ مُسلے نے ہمیں بھرشٹ کر دیا۔

لیکن مسلمانوں کی ذہنیت دیکھئے۔ کہ وہ ان ہندو مہاشوں ہی سے سَودا سلف خریدتے ہیں۔ اور اگر مُسلمان لوگوں کی دوکانیں موجود بھی ہوں لیکن پھر بھی ہندو دوکانوں کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح سے مسلمانوں کی گاڑھی کمائی کا روپیہ روز بروز ہندوؤں کے قبضہ میں جا رہا ہے اور مسلمان دن بدن مفلوک الحال ہو رہے ہیں۔ مگر کیا مجال جو اس کنہ کو سمجھ سکیں۔ خداوند تعالیٰ نے حکم دیدیا تھا۔ کہ

انما المشرکون نجسٌ

ترجمہ :- مشرک لوگ بالکل نجس اور پلید ہیں۔ ان سے اجتناب کرو چھوت چھات کرو۔ تاکہ ان کی نجاست تم میں سرایت نہ کر جائے۔ لیکن مسلمانوں نے اس واضح حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ اور ان مشرکین سے ایسے خلط ملط ہوئے۔ کہ ان کا طرۂ امتیاز ہی جاتا رہا۔ ہندو دوکاندار کی روش بھی عجیب ہے۔ ایک مسلمان کسی ہندو حلوائی کی دوکان سے اگر کچھ خریدنا چاہے تو پیسے دُور سے ہی پھینک دیگا۔ کیونکہ دوکان کے پاس آنے کی اسے اجازت نہیں۔ اور دوکاندار بھی دُور سے ہی شئے مطلوبہ پھینک دیتا ہے، جیسے کُتّے کو کھانا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ساتھ لگنے سے اسکی باقی اشیاء بھرشٹ ہو جاتی ہیں۔ مگر واہ رے مُسلمان! اور واہ رے تیری غیرت کہ کُتّے کی طرح پھینکی ہوئی شئے کو شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتا ہے اور ذرا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

آخر اِس اخلاقی کمزوری کا ذمہ وار کون؟ یہی ہمارے مکفّر مُلّا نے۔ جو مسجدوں کی چاردیواری میں بیٹھ کر کفر کے فتوے جاری کرتے رہتے ہیں، لیکن قومی انحطاط کے اسباب پر نظر نہیں کرتے۔ صُوفی کے پچھلے پرچہ میں ہم نے ان مکفر ملانوں کا رونا توب رو دیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی باغیرت اور سمجھدار مسلمان کو ہوش آجائے۔ اور وہ اس کا علاج کرلے۔ اب اور لیجئے تازہ خبر آئی ہے اور ایڈیٹر "ایمان" اس کا ذمہ دار ہے۔ کہ جزائر ٹرینڈاڈ اور برٹش گی آنا کے مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ چنانچہ "ایک المناک اطلاع" سُرخی دے کر لکھتا ہے:-

"ان جزائر میں سوا لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جن میں عمر رسیدہ مسلمان تو اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ مگر دیہاتیوں اور نوجوانوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ عیسائی مشنریوں کی تعلیم اور اثر صحبت سے فواحش و منکرات میں مبتلا ہیں۔ ان جزائر میں ۸۰ کے قریب مسجدیں ہیں۔ مگر وہ تمام کی تمام آہستہ آہستہ اُجڑتی چلی جا رہی ہیں۔ کچھ مدت پہلے انہی جزائر میں افریقی اور حبشی مسلمانوں کی بربادی کا المناک واقعہ پیش آچکا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس ملک کے گورے زمینداروں نے کچھ عرصہ پہلے ہزارہا افریقی مسلمانوں اور حبشی غلاموں کو آبادیٔ ملک اور صفائی زمین کے لئے بسایا تھا۔ مگر یہ مسلمان عیسائیت میں جذب ہو گئے اور آج ان میں سے ایک مسلمان بھی ان جزائر میں باقی نہیں۔ اندیشہ ہے۔ کہ کہیں اس مُلک کے ہندوستانی آبادکاروں کا بھی یہی حشر نہ ہو"

جزائر کے دردمند مسلمانوں نے اپنی قوم کے اس زوال اور بربادی کا احساس کرکے کوشش کی کہ ہندوستان سے کوئی عالمِ دین بلایا جائے جو مُسلمانوں کو جمع کرے۔ دین کو زندگی دے۔ اور عیسائیت کے اثرات کا مقابلہ کرے۔ اب علمائے دین کی حالت ملاحظہ ہو:-

"پہلے ایک مولوی صاحب گراں قدر تنخواہ پر بُلائے گئے۔ مگر انہوں نے مُسلمانوں کو جمع نہ کیا۔ البتہ کفر کے فتوے دیکر ان کی پہلی جمیعت کو بھی پریشان کر دیا۔ اس کے بعد ایک قادیانی مبلغ صاحب کو بُلایا گیا۔ انہوں نے اس ملک میں پہنچتے ہی نئی نئی بحثیں اور نئے نئے فتنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور مُسلمانوں کی حالت پہلے سے بھی زیادہ برباد ہو گئی"

ان حالات کو پیش کرنے کے بعد کیا ہم با احساس مسلمانوں سے دریافت کر سکتے ہیں؟

کیا کیا خضر نے سکندر سے؟ اب کسے رہنما کرے کوئی؟

اب رہا مسئلہ کا صحیح حل؟ تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ اماموں۔ عالموں اور خطیبوں کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ وہ فتویٰ بازی۔ تکفیر۔ مناظرہ آرائی، فرقہ پرستی اور دھڑہ بازی سے نکلیں اور صحیح کاموں کی طرف متوجہ ہوں۔ ہمارے موجودہ علماء حنفی ہوں یا وہابی یا شیعہ ہوں یا قادیانی۔ آج جو کچھ بھی وہ کر رہے ہیں مذہبی بے خبری کے باعث معذور ہیں۔ جب تک علماء کی اصلاح نہ ہوگی۔ قوم کی اصلاح ناممکن ہے۔ اور مسلمانوں کا زوال اور بربادی جن جن صورتوں میں جاری ہے۔ برابر جاری رہے گا۔

لیجئے حضرات ہم بھی ایڈیٹر "ایمان" کے ہم آہنگ ہیں۔ حقیقتاً یہ رونا بالکل سچا ہے اور اسلام کی حالت یہ ہو چکی ہے۔ ولیبک علی الاسلام من کان باکیا۔ اگر کوئی اسلام کی موجودہ حالت پر جی بھر کر رونا چاہے تو رو لے۔ کیونکہ اسلام محض رسمی اور اسمی رہ گیا ہے۔ ایک ڈھانچہ ہے جس میں رُوح نہ ہو۔ یا اگر ہو تو صدمات بیرونی سے خائف ہو کر الگ مقام تجویز کر کے پالیتھی مار کر بیٹھ رہی ہو۔ مگر

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

اسلام کے زوال اور مسلمانوں کے انحطاط کے ذمہ دار یہی نام نہاد علمائے ملت ہیں۔ جو

کو خویشتن گم است کرا رہبری کند

کے مصداق ہوتے ہوئے دُوسروں کی رہبری کا عصا پکڑتے ہیں۔ حالانکہ

کورے کجا عصا کشے کورے دگر بود

خود چونکہ اندھے ہیں۔ دُوسروں کی راہنمائی ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔

انہیں مکفر ملّانوں کی نسبت علامہ ابوالفضل نے بھی اپنے مکاتیب دفتر اول میں لکھا تھا

"مہتدی نشدہ راہ ہدایت سپردن دیدہ وری را بکوری فروختن است"

ترجمہ۔ جو شخص خود ہدایت یافتہ نہ ہو۔ وہ اگر دوسروں کو ہدایت کرے۔ تو ایسا ہے۔ جیسے کہ ایک آنکھوں والا اپنی بینائی دے کر دُوسروں کا اندھاپن خرید ے۔

لیکن قربان جائیں ہماری جانیں اُس قادرِ مطلق اور داورِ حقیقی پر جس نے اپنے حبیب صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ کی معرفت قرآن کریم میں بالفاظ جلی لکھ دیا۔

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون۔	کہ کیا وہ شخص ہدایت کرنے کا زیادہ حقدار ہے جو امرِ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ یا وہ شخص جو خود بخود ہدایت نہ کر سکتا ہو جب تک کہ دُوسرے اُسے ہدایت نہ کریں یعنی جو دوسروں کی ہدایت کا محتاج ہو وہ کس طرح ہدایت کر سکتا ہے

یہ مکفر مُلّا نے چونکہ خود جاہلِ مطلق ہوتے ہیں اور انکی تعلیم نجات المومنین۔ نورنامہ معراجنامہ اور کبّی روٹی سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لئے خود مسئلہ نہ سمجھنے پر چیں بجبیں ہو جاتے ہیں اور جھٹ کفری مشین کا ہینڈل گھما دیتے ہیں۔ قوم کو چاہئے کہ ایسے ملّانوں سے اجتناب کرے۔ اور انہیں اپنی مساجد میں امامت کے حقوق ادا کرنے سے روکیں۔ کیونکہ ان کی امامت باعث افتراق ہوئی۔ جس کے نتائج نہایت قبیح اور قومی تباہی ہیں۔ ہمیں چاہئے۔ کہ غیر مسلموں کو اپنے آپ میں جذب کریں۔ نہ کہ اپنے بھائی بندوں کو بھی کافر بنا کر نکالتے جائیں۔ اس طرح تو انفرادی حیثیت سے دُنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔ بلکہ سب کے سب کسی نہ کسی ملّا نے کے فتویٰ تکفیر سے کافر ہو چکے ہونگے۔

بہرکیف اسلام اور نقش اسلام پر ان مُلّانوں کے افعال سے کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ یہ ان لوگوں کی ذاتی کمزوری ہے۔ اسلام نے ہرگز ہرگز ان باتوں کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ وہ تو ہر ایک کو بھائی قرار دیتا ہے۔ اور یہی زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ دیگر مذاہب کے

فاضل لوگ حقانیت اسلام کے قائل ہو کر جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔

چنانچہ "احسان" اپنے روزنامہ مجریہ ۱۱ فروری میں رقمطراز ہے۔

"ایک ہندو ڈاکٹر اور ان کی تعلیم یافتہ بیوی کا قبول اسلام"

بتاریخ ۸ فروری لدھیانہ کے ایک مشہور ڈاکٹر رام کشن اور ان کی اہلیہ محترمہ سکنتلا دیوی نے روزنامہ "احسان" کے دفتر میں قبول اسلام کیا۔ کلمے پڑھانے اور اقرار ایمان کا فرض مولانا محمد شفیع صاحب لدھیانوی ناظم شعبہ تبلیغ اسلام لاہور نے ادا کیا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف جہلم کے رہنے والے اور مسٹر شنکر داس صاحب کھاجہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کی اہلیہ سکنتلا تقریباً دو لاکھ روپیہ کی جائداد کی مالکہ ہیں اور ان کا کوئی بھائی وغیرہ شریک جائداد نہیں۔ آپ کا اسلامی نام حبیب الرحمٰن اور ان کی اہلیہ محترمہ کا نام حبیب فاطمہ رکھا گیا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں استقامت بخشے۔

آپ نے قبول اسلام کے وقت ایک مختصر سی تقریر بھی کی جس کا ملخص ذیل میں درج ہے۔ فرمایا کہ

"میں عرصہ پندرہ سال سے مذہب اسلام کی مقدس کتب کا خاموش مطالعہ کر رہا تھا۔ اس عرصہ میں میرے دل میں کئی بار خیال آیا۔ کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ مجھے اسلام میں حقیقی روشنی اور دلی مسرت نظر آتی تھی۔ لیکن جب میں مسلمانوں کے افعال اور اعمال پر نظر کرتا تھا تو میرا دل دہل جاتا تھا۔ یہ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنی مذہبی تعلیم سے بے اعتنائی اختیار کر رکھی ہے اور ایسے افعال کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ جو شریعت حقہ کے بالکل خلاف ہیں۔ آخر گہری سوچ کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے مسلمان ہو جانا چاہیئے۔ مجھے مسلمانوں کے افعال سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے جو کچھ حاصل کرنا ہے، وہ اسلام کی تعلیم سے حاصل کرنا ہے۔"

دیکھیے۔ غیر مسلموں کے دل میں کس قدر اسلام کی عزت اور تڑپ ہے۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن مسلمانوں کی اپنی مذہبی تعلیم سے بے اعتنائی انہیں روک رہی ہے۔ غالباً مسٹر خالد لطیف گابا کو بھی قبول اسلام سے قبل اسی تکلیف قلبی کا سامنا ہوا تھا۔ لیکن اسلام کی پاکیزگی اور ہر دلعزیزی نے آخر انہیں گرویدہ کر ہی لیا۔ اگر ہمارے اپنے افعال درست اور شائستہ ہوں اور ہم میں جذب قلوب کا فقدان نہ ہو۔ تو دنیا دیکھے کہ تمام غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ کس سرعت سے حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہے۔

مسلمانوں میں بعض ہستیاں آجکل بھی ایسی ہیں۔ جن پر جتنا بھی ناز اور فخر کیا جائے، کم ہے۔ ہمعصر انقلاب نے اپنی گذشتہ اشاعت میں لکھا ہے کہ حیدر آباد دکن کے ایک مسلمان سشن جج فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لیجانے والے تھے۔ کہ ہائی کورٹ کے جج کی اسامی خالی ہو گئی۔ آپ کو لکھا گیا۔ کہ اگر وہ امسال ارادہ حج ترک کر دیں اور وہیں رہ جائیں۔ تو یہ مقتدر اسامی اُن کو دیدی جائیگی۔ لیکن واہ رے غیرت مذہبی، اور جوش وانہماک ادائیگی فریضہ۔ کہ آپ نے نہایت بلند آہنگی کا ثبوت دیتے ہوئے بایں الفاظ اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ کہ

برو ایں دام برجائے دگر نہ ۔۔۔ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

خدا کرے۔ کہ مسلمانوں میں ایسی ہستیاں پیدا ہو جائیں جو دنیاوی عزت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلامی وقار کو قائم رکھیں۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔ کیا یہ لوگ غیروں سے عزت ڈھونڈتے ہیں۔ حالانکہ تمام عزتیں خدا ہی کے لئے ہیں۔ تعزّ من تشاء و تذل من تشاء۔ جس کو چاہتا ہے خدا عزت دیدیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیدیتا ہے۔

پس سچا اور موحد مسلمان وہ ہے۔ جو دنیاوی عزت اور رُعب کو ہیچ سمجھے۔ اور اس کی طلب محض اور صرف خدا ہی سے کرے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اور آخر خدا کے رُوبرو پیش ہونا ہے۔

مسلمانو صرف صوفی کے مضامین پڑھ لینے کچھ نہیں بنتا۔ بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ بھی عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو شخص زبانی باتیں بناتے ہیں۔ وہ خدا کی درگاہ میں بھی قبول نہیں ہوتے۔ لما تقولون ما لا تفعلون۔ تم لوگ منہ سے ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تمہارا عمل نہیں ہوتا۔ کبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون۔ خدا کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔ کہ تم منہ سے چیز کہو جس کا عمل نہیں کرتے۔ لہذا سب مسلمان بھائیوں کو چاہئے۔ کہ اپنے قول اور فعل میں مناسبت پیدا کریں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں دُنیا کو دکھا دیں۔ کہ آخر

"مسلمان بھی ایک زندہ قوم ہے!"

یا محمدؐ کی صدا آئی دلِ بیمار سے

از جناب ماسٹر باسط بسوانی

وہ شرف حاصل ہو نورِ احمدِؐ مختار سے
بیٹھ کے مطلع ہو غزل کا مطلع انوار سے

اے صبا جس وقت تو گزرے دیارِ یار سے
میری مجبوری کو کہنا احمدِؐ مختار سے

خواب ہی میں دیکھ لیں یا رب جمالِ مصطفےٰؐ
بخت خفتہ کاش بدلے طالعِ بیدار سے

خوش نصیبی سے جو پہنچوں روضۂ اقدس پہ مَیں
سر کو ٹکراؤں کبھی در سے کبھی دیوار سے

دیکھئے کس دن مدینہ سامنے آنکھوں کے ہو
دل کی کیفیت ہے ابتر حسرتِ دیدار سے

جب مسیحا کا مرے پوچھا کسی نے مجھ سے نام
یا محمدؐ کی صدا آئی دلِ بیمار سے

سارا عالم ہو رہا ہے فیضیاب و کامگار
رحمت اللعالمینؐ اک آپ کی سرکار سے

ہم نے دیکھا ہے صبا کو۔ خاک اُڑاتی پھرتی ہے
دُور ہوتی ہے جو کوئے سیدِ ابرار سے

سایۂ دیوار احمدؐ میں ہیں جنت کے مزے
مَیں نہیں جانے کا اُٹھ کر سایۂ دیوار سے

کی محمدؐ مصطفےٰؐ نے یوں اشاعت دین کی
عجز سے الطاف سے اخلاق سے ایثار سے

چار سُو باسط نظر آتا ہے نورِ احمدی
ہیں زمین و آسماں روشن جمالِ یار سے

رسالہ صوفی مفت پڑھیں

اگر آپ رسالہ صوفی کی قیمت ادا نہیں کرسکتے اور اسکو مفت پڑھنا چاہتے ہیں تو باوضو بعد نماز مسجد میں یا کسی اور جگہ پر پچیس ہزار بار درود شریف "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم" پڑھکر اسلام کے غلبہ اور ترقی مسلمان سلطنتوں کے باہمی اتفاق وعروج و فتوحات خاص اپنے اور مریدوں کیلئے دارین میں عطائے حسنات کی دُعا درگاہ رب العزت سے بکمال خشوع وخضوع مانگ کر ایڈیٹر صوفی کو اطلاع دیدیں صوفی ایک سال تک آپکے نام جاری کر دیا جاویگا۔ اگر دس ہزار مسلمان بھی اس شرط کے ماتحت فی کس پچیس ہزار بار درود شریف علیحدہ علیحدہ پڑھ کر ہمیں اطلاع دینگے تو ہم ہر ایک کے نام علیحدہ علیحدہ صوفی ایک ایک سال کیلئے مفت جاری کر دینگے۔ دوسرے سال پھر اسی شرط کے ماتحت دوبارہ علیحدہ پھر پچیس ہزار درود شریف پڑھ کر آپ پھر رسالہ جاری کرا سکتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد الدین ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین

آفتابِ ترکی

از مولانا محمد شرف الدین صاحب یکتا جودھپوری

باب اوّل

شکار

موسم برشگال کے ایک سہ پہر میں جب کہ بادل برس کر کھل چکے تھے اور آفتاب کی سنہری کرنیں درختوں کی گیلی گیلی پتیوں پر پڑکر ایک عجیب پُرلطف سماں پیدا کر رہی تھیں۔ اُس سڑک پر جو انگورا سے بروصہ کو جاتی ہے دو سوار ابلق گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے۔ چہرہ پر نقابیں اُٹھی ہوئی تھیں جن سے ایک شخص اچھی طرح معلوم کر سکتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی اور دوسری ایک ماہ وش حسینہ جو بچپن کے پُرلطف دور کو ختم کر کے شباب کی فتنہ زا منزل میں قدم رکھ چکی تھی۔ اس کے گھوڑے کی پُشت پر پیچھے کی طرف ایک ہرن بندھا ہوا تھا جس کو حسینہ نے غالباً اپنے تیر سے شکار کیا تھا۔ دونوں عورتیں دلچسپ مناظر کی سیر کرتی ہوئی آہستہ آہستہ بروصہ کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچیں جہاں کوسوں تک میدان پڑا تھا اور کسی اونچے درخت کا نشان تک نہ تھا۔ مگر برسات کے رُوح پرور موسم نے اس پر ایک سبز چادر بچھا کر اس کو نہایت خوشنما بنا دیا تھا۔ سبزے پر بارش کے قطرے پڑے ہوئے تھے جو رُخصت ہونے والے سورج کی خوشگوار دھوپ میں ایسے چمک رہے تھے گویا فرش زمردین پر موتی بکھرے ہوئے ہیں۔

یہاں پہنچ کر سن رسیدہ عورت بولی "شہزادی یہی وہ منحوس مقام ہے جہاں تمہارے مرحوم والد اور سلطان المعظم کے مابین جنگ ہوئی تھی۔ اور یہیں تمہارے والد کی شمع حیات گل ہوئی"

حسینہ نے ایک رقت آمیز لہجہ میں جواب دیا "مریم تم میرے مندمل زخموں کو تازہ کرنے کی کوشش کر رہی ہو خدا کے لئے مجھ سے یہ ذکر نہ کیا کرو۔ والد مرحوم نے چند شریروں کے بہکانے میں آ کر علم بغاوت بلند کیا تھا جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا۔ خدا اُن کی روح کو اپنے جوار عافیت میں جگہ عطا فرمائے۔

مریم "جبیبہ! خدانخواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ تم کو اپنے شفیق چچا سے بدگمان کر دوں۔ مگر بات جو ہوگی وہ کہنی پڑے گی۔ اس میں تمہارے چچا نے سخت ناانصافی سے کام لیا ہے"

جبیبہ "ہرگز نہیں۔ وہ بارہا مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ میں اپنے بھائی کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر جنگ میں ایک ناعاقبت اندیش سپاہی نے ان کی جان کا خاتمہ کر دیا"

مریم "بھولی شہزادی! یہ تو کہنے کی باتیں ہیں۔ جب کوئی بات ہو جاتی ہے تو اُس کے لئے خواہ مخواہ بہانہ تراشا جاتا ہے"

جبیبہ "انہیں مجھ بیکس کے سامنے بہانہ کرنے اور جھوٹ بولنے سے کیا مقصد تھا۔ انہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ میں ان سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے باپ کے رنج کو بالکل بھلا دیا ہے اور میرے حق میں بہت ہی شفیق و مہربان چچا ثابت ہوئے ہیں"

مریم "تم اپنے آپ کو بیکس سمجھتی ہو؟ خدا نہ کرے کہ تم بیکس ہو۔ ابھی سلطنت ترکی میں ایسے بہت سے اشخاص موجود ہیں جن کو تمہارے والد کا خون ناحق نہیں بھولا ہے۔ صرف تمہارے ایک اشارے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"مریم! مریم! تمہارا ان لغویات سے کیا مطلب ہے؟" جبیبہ نے مریم کا قطع کلام کر کے کہا اور یہ کہتے ہوئے اس کا خوبصورت چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اور رُخسارے موسم بہار کے گلاب کی طرح چمکنے لگے۔

"کیا تم مجھے اپنے چچا سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر رہی ہو۔ میں تم کو سختی کے ساتھ متنبہ کرتی ہوں کہ اگر میری ملازمت کرنا ہے تو آیندہ اس قسم کی گفتگو زبان پر نہ آئے۔"

جبیبہ کی اس خشمناک گفتگو سے مریم خوفزدہ ہوگئی مگر بناوٹ کے طور پر مسکرائی اور گفتگو کا طرز بدلتے ہوئے کہا "واہ تم تو ناراض ہوگئیں۔ پیاری جبیبہ میں تو تمہاری اس محبت کا امتحان کر رہی تھی جو تم کو اپنے شفیق چچا کے ساتھ ہے۔"

جبیبہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

مریم بولی "لو وہ تمہارے والد کا مزار آگیا۔ فاتحہ پڑھ لو۔"

دونوں عورتیں ایک مزار کے قریب آکر گھوڑے سے اُتریں اور فاتحہ پڑھنے لگیں جبیبہ بہت خضوع وخشوع سے اپنے باپ کی مغفرت کی دُعا کر رہی تھی اس کے خوبصورت رُخسارے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔

فاتحہ پڑھنے کے بعد دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر کی سمت روانہ ہوئیں۔ مریم نے سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا "پیاری شہزادی تم خفا تو نہیں ہو؟"

جبیبہ جو ہمیشہ ہنس مکھ رہا کرتی تھی مُسکرا کر بولی "خفا ہونے کی تو میری عادت ہی نہیں ہے۔ وہ تو تم نے باتیں ہی کچھ ایسی شروع کردی تھیں جو غصہ آگیا۔"

مریم نے جب جبیبہ کو مُسکراتے دیکھا تو اس کو اور باتیں کرنے کی جُرأت ہوئی۔ لہذا دونوں میں پھر بے تکلفی کے ساتھ سلسلہ کلام جاری ہوا اثنائے گفتگو میں مریم بولی۔ "تم نے سکندر بک کو تو کئی مرتبہ دیکھا ہوگا؟"

جبیبہ "کون سکندر بک؟"

مریم "اے وہی البانیہ والا جارج کسٹرائٹ جو مُسلمان ہو چکا ہے۔"

جبیبہ "ہاں سمجھی وہی نوجوان جس کو سابق شاہ البانیہ نے سلطان کی خدمت میں بطور یرغمال کے بھیجا تھا اور جس کی تربیت سلطان نے اپنے بچوں کی طرح کی۔"

مریم "ہاں ہاں وہی۔ اب وہ فوج سُلطانی میں ایک بڑا افسر ہوگیا ہے۔"

جس کے جواب میں جبیبہ نے بہت بے پروائی سے "اچھا" کہا اور جنگل کی دلچسپ سبزی دیکھنے لگی۔ مریم نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد کہا "ہاں تو سکندر بک کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

جبیبہ "میں نے اسے کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ جب میں ایڈریانوپل گئی تھی تو اُس نے میری دعوت بھی کی تھی۔ مگر مجھے اُس کی نگاہوں میں ایک خوفناک چمک نظر آئی۔"

مریم "بہادروں کی نگاہیں اکثر خوفناک ہی نظر آتی ہیں۔"

جبیبہ "نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اس میں ایک مکاری کی جھلک تھی۔"

مریم "تم بھولی ہو۔ ابھی قیافہ شناسی کیا جانو۔ وہ تو بالکل بے لوث شخص ہے اور دولت عثمانیہ کا سچا ہی خواہ۔ تم تو دیکھ چکی ہو وہ کیسا خوبصورت نوجوان ہے۔"

یہ کہکر مریم نے ایک غائر نظر جبیبہ پر ڈالی اور اس کے چہرے کے تغیرات کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مگر اس میں اس کو بالکل ناکامی ہوئی۔ کیونکہ جبیبہ اس گفتگو کو بالکل سرسری طور پر سُن رہی تھی گویا اس کے نزدیک یہ کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ خصوصاً اخیر فقرہ کو جو سکندر بک کی تعریف پر مبنی تھا اس طرح سُنا گویا سُنا ہی نہیں۔

مریم نے پھر کہنا شروع کیا "سکندر بک اگر سلطنت کا بہی خواہ نہ ہوتا تو سُلطان المعظم اس کی تربیت میں اتنی کوشش نہ کرتے۔ کیوں ہے نا؟"

جبیبہ نے بے التفاتی سے کہا "ہوگا۔ اچھا ہے تو اپنے لئے اور بُرا ہے تو اپنے لئے ہمیں اس سے کیا۔" پھر فوراً گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا

"موسم کس قدر خوشگوار ہے۔ دراصل آب رہوا اور فطری دلچسپیوں کے لحاظ سے بروصہ ایڈریانوپل سے کسی طرح کم نہیں۔"

مریم: "بلکہ میرے خیال میں بروصہ کی دلچسپیاں ایڈریانوپل سے بڑھی ہوئی ہیں۔"

حبیبہ: "شکارگاہیں تو اس سے اچھی وہاں نہیں ہیں باقی باتوں کا میں نہیں کہتی۔"

یہی باتیں کرتی ہوئی وہ ایک گنجان درختوں کے کنج میں آگئیں۔ آفتاب ابھی تک غروب نہیں ہوا تھا لیکن یہاں درختوں کے جھنڈ نے اندھیرا کر دیا تھا۔ بڑے بڑے سایہ دار درختوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے اور شاخوں پر خوش الحان طیور میٹھی میٹھی بولیاں بول رہے تھے۔ یہ دلچسپیاں دیکھ کر مہ جبین خاتون کے دل میں جذبات کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ بے اختیار بول اٹھی "جی چاہتا ہے کہ یہاں اتر کر تھوڑی دیر اس دلکش مقام کی سیر کریں۔"

مریم: "یہ مقام جتنا دلکش ہے اتنا ہی خوفناک بھی ہے۔"

حبیبہ: "یہ کیسے۔"

مریم: "ایسے مقاموں میں اکثر خوفناک درندے ہوا کرتے ہیں۔"

حبیبہ: "کچھ بھی ہو آئے ہیں تو تھوڑی دیر یہاں ٹھہریں گے۔"

مریم: "میری رائے میں یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

مگر حبیبہ نے ایک نہ مانی اور ایک دلربایانہ ادا سے زمین پر اتر گئی۔ یہ دیکھ کر مریم کو بھی ناچار گھوڑے سے اترنا پڑا۔ ٹہلتی ٹہلتی دونوں ایک چشمے کے کنارے آئیں اور مچھلیوں کا رقص دیکھنے لگیں۔

حبیبہ: "جال ہوتا تو مچھلیوں کا شکار کرتے۔"

مریم: "یاد ہی نہ رہا ورنہ . . . . "

مریم نے ہنوز اپنا فقرہ پورا نہ کیا تھا کہ شیر کی خوفناک آواز سنائی دی۔

"حبیبہ! حبیبہ!! جلد گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ ورنہ ہماری جان کی خیر نہیں" مریم نے گھبراتے ہوئے کہا۔ حبیبہ نے اپنے تیر اور کمان کو سنبھالا اور پھر دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئیں۔ درختوں کے پتوں میں سرسراہٹ ہوئی اور معاً سامنے سے ایک لحیم شحیم شیر ڈکارتا ہوا آیا۔ جس کو دیکھ کر حبیبہ کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ حبیبہ گو تیر افگنی میں بہت مشاق تھی مگر کبھی شیر کا شکار کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس کا خوفزدہ ہونا بجا تھا۔ پھر بھی ترکی نژاد عورت تھی جس کی رگ رگ میں شجاعت کا خون دورہ کر رہا تھا۔ اس نے اپنے حواس بجا رکھے اور یہ سوچ کر کہ مرنا بھی ہے تو دلیری کے ساتھ مرنا چاہئے فوراً تیر کمان میں جوڑ کر شیر کی طرف چلایا۔ جو اس کی بائیں آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ شیر نے ایک خوفناک آواز نکالی اور بڑی تیزی کے ساتھ حبیبہ پر لپکا۔ حبیبہ کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ ذرا سی دیر میں شیر اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے والا تھا۔ اس نے خدائے ذوالجلال کو یاد کیا اور فوراً دوسرا تیر درندہ کی دوسری آنکھ پر تاکا۔ اب شیر اندھا ہو گیا لیکن چونکہ بالکل قریب آگیا تھا۔ اس لئے حبیبہ کا بچنا محال تھا۔ شیر دل خاتون نے فوراً تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ مگر اس سے قبل کہ وہ شیر پر حملہ کرے ایک سوار گھوڑے کو کودا کر درختوں کے کنج سے نکلا اور ایک ہی ہاتھ میں شیر کا کام تمام کر دیا۔

باب دوم

یوسف

اس ناگہانی امداد کے پہنچ جانے پر حبیبہ حیران و ششدر تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک نوجوان کو پایا جس کی عمر اکیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ یوں تو ایشیائے کوچک کی ترکی اقوام خوبصورت ہوتی ہیں لیکن اس نوجوان کے چہرے کا رنگ زیادہ گورا تھا جس سے پایا جاتا تھا کہ وہ نسلاً ضرور اقوام یورپ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں اور بلند پیشانی نے ایک طرف اس کے چہرے کو بارعب بنا دیا تھا تو دوسری طرف اس کے مردانہ حسن کی دلکشی میں بھی اضافہ کر دیا تھا۔

"بہادر شہزادی معاف کیجئے گا میں نے آپ کا شکار چھین لیا" نوجوان نے حبیبہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

حبیبہ پہلے ہی اس نوجوان کی آمد پر متعجب تھی۔ اب یہ معلوم کر کے کہ نوجوان اس کو جانتا ہے اور تعجب ہوا۔ جہاں تک اس کی یاد کام کرتی تھی اس نے اس نوجوان کو آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ مریم نے جس کو شیر کے حملہ نے بغایت خوفزدہ کر دیا تھا جب اس خوفناک درندے کو تڑپ کر جان دیتے دیکھا۔ تو اس کی جان میں جان آئی۔ اب اس کو نووارد کو غور سے دیکھنے کا موقع ملا۔ مریم نے نوجوان کو ایک ہی نظر میں پہچان لیا اور بولی "کون یوسف"۔

"ہاں" نوجوان نے اثبات میں جواب دیا۔

حبیبہ کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی وہ اپنی یادداشت پر زور دیکر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آیا اس نے اس نوجوان کو پہلے بھی کبھی دیکھا ہے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔

حبیبہ کی یہ حیرانی دیکھ کر مریم نے کہا "حبیبہ کیا تم انہیں نہیں جانتی؟ یہ ترکی فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پر مامور ہیں"۔

حبیبہ: "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا ہو"۔

یوسف: "آپ کا خیال درست ہے یہ ہماری پہلی ہی ملاقات ہے"۔

حبیبہ: "تعجب ہے۔ پھر آپ نے مجھے پہچان کیونکر لیا"۔

یوسف: "صرف مریم کو آپ کے ساتھ دیکھ کر میں نے آپ کو پہچانا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ مریم نے آپ کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔ اور مریم کو میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب یہ قسطنطنیہ میں ایک عیسائی کی ملازم تھیں"۔

اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے جنگل کی فضا میں خاموشی چھا گئی جس کو یوسف نے یہ کہکر توڑا "غالباً آپ کے شکار پر میری دست درازی آپ کو ناگوار تو نہ گزری ہوگی"۔

اس پر حوروش خاتون کے سُرخ ہونٹوں پر ایک خفیف سا تبسم نمایاں ہوا۔ اس نے کہا "خوب آپ بھی خوش طبعی کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ نہ آجاتے تو ہم دونوں شیر کی نذر ہو جاتیں"۔

"نہیں بلکہ شیر دو دمان عثمانیہ کی شیر دل خاتون کی شمشیر کے نذر ہوتا" یہ کہتے ہوئے نوجوان نے حبیبہ کے حسین چہرے کو کچھ ایسی نظر سے دیکھا کہ حبیبہ کی نظریں یک بیک جُھک گئیں اور چہرے پر شرم وحیا سے پسینہ آگیا۔

مریم: "اس میں شک نہیں کہ شہزادی نے اس خوفناک درندے کے مقابلہ میں بڑی بہادری سے کام لیا"۔

یوسف: "یہ امر ترکوں کے لئے قابل فخر ہے کہ جس طرح وہ بہادر ہوتے ہیں ان کی عورتیں بھی بہادر ہوتی ہیں"۔

مریم: "تم اِدھر کہاں سے آنکلے"۔

یوسف: "میں قرا حصار جا رہا تھا۔ اس جنگل میں آیا تو درختوں کے کنج سے شیر کے گرجنے کی آواز آئی جس سے مجھے خیال ہوا کہ ضرور شیر کسی پر حملہ کر رہا ہے اس کی آواز پر گھوڑا ڈال دیا اور یہاں پہنچکر اس کا کام تمام کیا"۔

مریم: "غالباً رات کو تو بروصہ ہی میں رہو گے؟"

یوسف: "ہاں رات تو یہیں بسر کرنی پڑے گی۔ علی الصباح روانہ ہو جاؤنگا"۔

حبیبہ: "اتنی جلدی۔ ایک دو روز تو ہماری دعوت قبول کیجئے"۔

یوسف: "حضور کے حکم سے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں کیونکہ میں سلطنت عثمانیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ لیکن مجھے کل ہی قرا حصار پہنچکر ایک بہت ہی اہم کام سرانجام دینا ہے"۔

حبیبہ: "جب یہ مجبوری ہے تو خیر۔ مگر آج شب کی دعوت تو ہماری قبول فرمائیے گا"۔

یوسف: "اِس سے مجھے انکار نہیں"۔

مریم: "اچھا تو اب شام ہوئی جاتی ہے ہم کو جلد چلنا چاہئے"۔

یوسف" بیشک شہر ابھی چار پانچ میل دُور ہے "
تینوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں بروصہ کی طرف موڑلیں۔

باب سوم

چند تاریخی واقعات

یہ افسانہ جس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے وہ سلطنت عثمانیہ کے عروج کا زمانہ ہے۔ نویں صدی ہجری کے وسطی ایام ہیں اور ٹرکی کی زمام حکومت خاندان عثمانیہ کے چھٹے فرمانروا سُلطان مراد ثانی کے ہاتھ میں ہے۔

انگورا کی ہولناک صف آرائی کے بعد جس میں مشرق کی دو زبردست طاقتیں۔ دو بہادر شیر۔ دو عظیم الشان فتحمند امیر تیمور گورگان اور سلطان بایزید یلدرم آپس میں ٹکرائے تھے اور جس میں بایزید کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ سلطنت عثمانیہ پھر پنپنے کے قابل ہو گی۔ مگر اسی بایزید کے ہونہار پوتے مراد نے بتلادیا کہ ٹرکی کی سلطنت آسانی سے مٹنے والی نہیں۔

رُوم کی عیسائی سلطنت جو ابتدائے اسلام ہی سے مسلمانوں کی مخالف اور ان کی ضرر رسانی میں کوشاں رہی ہے اس وقت بھی موجود تھی اور دولت عثمانیہ کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن جب انگورا کے میدان میں بایزید کی شکست نے سلطنت ٹرکی کے کل پُرزے ڈھیلے کر دیئے تو قسطنطنیہ میں شادی کے تازیانے بجے اور قیصر روم ٹرکی کے استیصال کلی کے خواب دیکھنے لگا۔ اس امید میں اکیلا قیصر قسطنطنیہ ہی نہ تھا بلکہ یورپ کی تمام عیسائی سلطنتیں یہی آس لگائے بیٹھی تھیں۔ اور ٹرکی کی بربادی کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں۔

یوں تو قیصر ہر زمانہ میں ترکوں کو کمزور کرنے کے لئے خانہ جنگی کراتا رہتا تھا۔ مگر جنگ انگورا کے بعد اس کو اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں کا بہت اچھا موقع ملا۔ اس نے اپنی پیہم سازشوں سے بایزید کے بیٹوں میں خانہ جنگی کروادی۔ تا آنکہ ۸۱۶ھ کے پُرشورش زمانہ میں محمد اوّل ابن سلطان بایزید ایڈریانوپل میں تخت نشین ہوا۔ اس نے بہت تدبر اور عقلمندی سے داخلی فتنوں کو فرو کرنے کی کوشش کی اور وہ ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہوا مگر ان عیسائی ریشہ دوانیوں کا جو بغاوت کی صورت میں نمودار ہو رہی تھیں مکمل طور پر استیصال نہ کر سکا اور یہ سلسلہ اُس کے لڑکے مراد کے زمانہ تک قائم رہا۔

سلطان مُراد کو ۸۲۴ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی انہیں خطرات و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن سے اس کا باپ سلطان محمد اول مقابلہ کر چکا تھا۔ قیصر کی سازش سے ایک شخص نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ وہ سلطان بایزید کا لڑکا مصطفٰے ہے اور سلطنت عثمانیہ کے جائز وارث ہونے کا مستحق وہی ہے لیکن بہت جلد مصطفٰے کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے ساتھیوں تک نے جان لیا کہ شہزادہ مصطفٰے ابن بایزید تو جنگ انگورا ہی میں شہید ہو چکا اور یہ مدعی سلطنت بالکل جھوٹا ہے۔ چنانچہ تمام ترکی سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر سلطان کے لشکر میں آملے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جھوٹا مدعی سلطنت پھانسی کے تختہ پر لٹکایا گیا۔

اس کے بعد مراد کو جو بغاوت پیش آئی وہ خود اس کے حقیقی بھائی کی بغاوت تھی جس کا نام بھی مصطفٰے تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مراد نے مذکورہ بالا بغاوت سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں جب قیصر کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت متوحش ہوا۔ اور اس خطرے سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے یہ چال چلی کہ سلطان کے چھوٹے بھائی مصطفٰے کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس کو امید دلائی کہ اگر وہ تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے بغاوت کرے تو سلطنت رُوم اس کو پوری امداد دے گی۔ اس وقت جبکہ سلطان قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اور اس کو اپنی کوششوں میں اس قدر کامیابی ہو گئی تھی کہ شہر کے فتح ہونے میں صرف چند گھنٹوں کی دیر تھی۔ قیصر کا یہ داؤ پورا پڑا اور مصطفٰے نے اس کے بہکانے میں آکر ایشیائے کوچک میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ وحشتناک خبر سن کر سلطان کو بہت افسوس ہوا اور لامحالہ محاصرہ اُٹھا کر ایشیائے کوچک میں آنا پڑا۔ سُلطان کے آتے ہی بہت سے سپاہی جو مصطفٰے سے مل گئے تھے اس کی رفاقت چھوڑ کر سُلطان کی خدمت میں آئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی نتیجہ یہ ہوا کہ

عـہ قسطنطنیہ کو ابھی تک ترکوں نے فتح نہیں کیا تھا۔

مصطفٰے بے یار و مددگار رہ گیا۔ اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے قبل اس کے فرضی چچا کا ہو چکا تھا۔
مصطفٰے نے اپنے پیچھے ایک خورد سال بچی چھوڑی جس کا نام حبیبہ تھا۔ حبیبہ کی ماں اس کی ولادت کے وقت ہی راہی ملک بقا ہو چکی تھی۔ لہذا شفیق چچا نے اس کی غور پرداخت اپنے ذمہ لی اور بروصہ میں ایک قابل اَنّا کی نگرانی میں جس کا نام خالدہ تھا حبیبہ کی پرورش کی جانے لگی۔

ابھی یہ اندرونی بغاوتیں پوری طرح فرو نہ ہوئی تھیں کہ سلطان کو ایک اور زبردست مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ مصیبت ہنگری کی جنگ تھی۔ اس جنگ کی وجہ صرف یہی کہی جا سکتی ہے کہ یورپ کی مسیحی سلطنتوں کو سلطنت عثمانیہ کی ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

تثلیث کو جو مخالفت توحید کے ساتھ ہے اس کا مظاہرہ قریب قریب ہر زمانہ میں اور ہر جگہ ہوتا رہا ہے۔ جہاں بھی آفتاب اسلام کی ضیا باریاں ہونے لگیں ظلمت و تاریکی کا یہ خوفناک دیو اپنا خونخوار دہانہ کھول کر سامنے آ موجود ہوا۔ قرون وسطیٰ کی صلیبی لڑائیاں توحید و تثلیث کی نبرد آزمائیوں کی ہیبت ناک مثالیں جو یقیناً حیرت انگیز ہیں کہ ایک طرف تو یورپ کی تمام طاقتیں مجتمع ہو گئی تھیں اور دوسری طرف صرف ایک فرد واحد صلاح الدین تھا جس نے اپنے استقلال اور اولوالعزمی کے ذریعہ بتلا دیا کہ پرستار توحید کی ایک جان سینکڑوں تثلیث پرستوں پر بھاری ہے۔

جب صلاح الدین اور رچرڈ مع اپنے حامیان کار کے اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تو دُنیا نے خیال کیا کہ توحید و تثلیث کی خوفناک عداوت بھی فنا ہو گئی۔ مگر کس کو معلوم تھا کہ ایک زمانہ میں یہ فنا شدہ عداوت ہنگری کے میدانوں سے پھر عود کر آئے گی۔ اور سلطان مراد فرمانروائے ٹرکی سے جا ٹکرائے گی۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ۱۴۲۷ء میں جب شاہ سرویا کا انتقال ہوا تو اس کے لڑکے جارج برنکووچ نے اس صلحنامے کو، جو اس کے باپ نے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھتے ہوئے کیا تھا۔ بوسینیا۔ ہنگری۔ پولینڈ و الیشیا وغیرہ ریاستوں کے بہکانے سے چاک چاک کر دیا[۵۱]۔ اور ان تمام ریاستوں سے مل کر ٹرکی کو فنا کرنے کی کوشش شروع کی۔ ہونیاڈے[۵۲] جو سابق شاہ سجسمنڈ والی ہنگری کا ناجائز لڑکا تھا ان افواج کا کمانڈر ان چیف مقرر ہوا۔

ہونیاڈی ایک دلیر اور جنگجو نوجوان تھا اس نے تمام مسیحی افواج کی سرداری حاصل کرنے کے بعد ٹرکی کے صوبہ ٹرانسلوینیا پر حملہ کر دیا ترک چونکہ اس اچانک حملہ سے بیخبر تھے اور علاوہ ازیں وہ اپنے اندرونی فسادات اور بغاوتیں مٹانے کی کوشش میں مصروف تھے اس حملہ کا کافی جواب نہ دے سکے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ٹرانسلوینیا میں ترکوں کو بہت بڑی ہزیمت ہوئی اور جنرل نرید بک جو یہاں کا گورنر تھا مارا گیا۔

یہ تھا اس عظیم الشان کارزار کا پہلا معرکہ جو پردہ دنیا پر جنگ صلیبی کے بعد دُوسرے نمبر میں تصوّر کی جاتی ہے۔ اس فتح کی خوشیاں یورپ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ منائی گئیں اور آیندہ جنگ کے لئے سرگرمی سے تیاریاں ہونے لگیں۔

(باقی آئندہ)

---

۵۱ ٹرکی مصنفہ لین پول۔

۵۲ ہونیاڈی کی ولادت کا قصہ بڑا دلچسپ ہے۔ شاہ سجسمنڈ کو جب عثمانی فوج سے مقابلہ کرنے کے وقت ایک معرکہ میں شکست فاش ہوئی تو اس کو سوائے فرار کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ ناچار بے یار و مددگار اپنی جان بچا کر بھاگا تو ایک گاؤں میں آ کر دم لیا۔ اس گاؤں سے گزرتے وقت اسکی نظر ایک ماہ وش حسینہ سے لڑی جو اپنی مستانہ اداؤں کے ساتھ ایک گلی سے گزر رہی تھی۔ اس کا نام الزبیتھ مارسینی تھا۔ شاہ ہنگری اپنا نقد دل ہار بیٹھا اور ایک رات اس نوجوان حسینہ کے مکان پر مہمان رہا۔ اس عصمت فروشی کا نتیجہ ایک خوبصورت بچے کی شکل میں نمودار ہوا جو ہونیاڈی کہلایا۔ (یکتا)

اصلی صابن سازی

اگر آپ بیکار ہیں اور چاہتے ہیں کہ حلال کی کمائی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا گذارہ کریں تو ہم سے اصلی صابن سازی منگا کر صابن بنانا شروع کر دیں۔ اس میں ایک بھی نسخہ ایسا نہیں جو آپ گھر پر تیار نہ کر سکیں۔ ہر ایک نسخہ تجربہ کر کے کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ ایک ایک نسخہ سَو سَو روپیہ کو بھی ارزاں ہے پہلے یہ کتاب فی جلد دس روپیہ کو فروخت ہوتی رہی ہے۔ اب فی جلد تین روپے ہے۔ بہت چھوٹی سی کتاب ہے۔ نسخوں کی قیمت ہے کاغذ کی قیمت نہیں۔

ملنے کا پتہ:- مینجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین۔ پنجاب

دینِ فطرت

از خان صاحب شیخ محمد رفیق صاحب شوکت انصاری بغداد

نقش ہے لوحِ جہاں پر شہِ یثرب کا پیام
دینِ فطرت کا ہے داماں لئے جمہور انام
اس میں گنجائشِ بدعات نہ دخلِ اوہام
وحدتِ خالقِ اکبر ہے اساسِ اسلام
نوعِ انساں میں ہوا عہدِ اخوت اس پر
ختم ہے مسئلۂ ختمِ نبوت اس پر

چلتے انسان ہیں سب راہِ ہدیٰ پائیں گے
کچھ تو وحدت کی طرف آ گئے کچھ آئیں گے
سب یونہی حلقۂ اسلام میں آجائیں گے
جان و دل سے شہِ کونین کے گُن گائیں گے
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حشر تک ہے ترا فیضانِ نبوت جاری
کائنات اس کے لئے شاہدِ عادل ساری
کون اس امرِ حقیقت سے ہے آج انکاری
مٹتی جاتی ہے جو تھی کفر کی ظلمت طاری
یا نبی سب یونہی اسلام سے خوگر بھی ہوں
قلب ایماں برسالت سے منور بھی ہوں

گونجے پھر زمزمہ یثرب کے حدی خوانوں کا
پھر کھنچے نقشہ وہ گذرے ہوئے انسانوں کا
ورنہ بے تار ہے شیرازہ مسلمانوں کا
کچھ عجب حال ہے کعبے کے نگہبانوں کا
نہ کوئی غزنوی اب ہے نہ کوئی غوری ہے
قادیانی ہے کوئی اور کوئی لاہوری ہے

ناصری بن کے کوئی کرنے عدالت آیا
پھونکتا صور بصد لاف جلالت آیا
پھر جو پنجاب میں طوفانِ ضلالت آیا
بحث میں مسئلۂ ختمِ رسالت آیا
دین کے نام سے جس قدر پروپگنڈا ہے
ہم تو یہ جانتے ہیں پیٹ کا سب دھندا ہے

شرطِ ایماں نہ روزہ ہے نہ حج ہے نہ زکات
بکتی ہیں زر کے عوض دین کی ساری برکات
آج ہے اُمتِ مرحومہ کی چندوں پہ برات
یہ مبلغ ہیں کہ جلاّب مبالغ ہیہات
مسندِ رشد و ہدایت پہ ہیں ڈاکو بیٹھے
رہزنی کرتے ہیں ابنائے ہلاکو بیٹھے

کس مصیبت میں غریبوں کو پھنسا رکھا ہے
گویا محصولِ نجات ان پہ لگا رکھا ہے
اجر سب روزِ قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے
سبز باغ آنکھ کے اندھوں کو دکھا رکھا ہے
ہیں یہ پردے میں خلافت کی کمائی کرتے
جیب و دل سے زر و ایماں کی صفائی کرتے

ہے اگر جذبۂ بہبودیٔ غرناطہ و شام بانٹتے پھرتے ہیں دُنیا میں جو حریت تام
گر ہے خواہش اُڑے لندن پہ درفشِ اسلام فکر اپنی تو کریں پہلے غلامانِ غلام
اتنے مضطر ہیں جو اقوامِ زمن کی خاطر
تیر ماریں کوئی آبنائے وطن کی خاطر
بھیجتے پھرتے ہیں جو روم و فلسطین مشن کیا سبکدوش ہوئے کر کے ادا حقِ وطن
جو کہ خود جہلِ مرکب میں ہوں رسوائے زمن خاک اوروں کو سدھاریں گے وہ اے مشفقِ من
ہم کو فرضیتِ تبلیغ سے انکار نہیں
مگر اس ابلہ فریبی کے روادار نہیں
نرغۂ کفر اگر حشر بداماں ہو جائے نقشِ باطل جو کبھی سکۂ دوراں ہو جائے
بیم و امید کا مسکن دلِ انساں ہو جائے بمادۂ حق سے جُدا اور مسلماں ہو جائے؟
غیر ممکن ہے تمیزِ حق و باطل نہ رہے
نورِ ایماں کا چراغ سرِ منزل نہ رہے
ہر مسلماں ہے تسلیم و رضا کا بندہ بندگی میں بھی ہے اِک خاص ادا کا بندہ
نہ کسی شاہ کا بندہ نہ گدا کا بندہ ہے تو بندہ ہی مگر ایک خدا کا بندہ
مُسلم آں نیست کہ اموالِ جہانے دارد
مُسلم آں ست کہ ایں دارد و آنے دارد

محسوساتِ ماہر

از مولنا ماہر القادری

اِنساں کو بارِ عشق کا حامل بنا دیا ذرّہ کو غیرتِ مہِ کامل بنا دیا
اُس جذبۂ لطیف کے قربان جائیے جس نے کہ ہجرِ دوست سے واصل بنا دیا
پہلے یہ شوخیاں یہ جفا کوشیاں نہ تھیں بسمل کو دو دُعا تمہیں قاتل بنا دیا
غم نے تعینات کے پردے اُلٹ دیئے ہر اعتبارِ زیست کو باطل بنا دیا
احساسِ ذوقِ دید ہے، بے تابیاں بھی ہیں تو نے مری نگاہ کو بھی دل بنا دیا
پھر میری سمت پھینک وہی ناوکِ یقیں جس نے مرے ضمیر کو بسمل بنا دیا
اب دل جلوں سے قصّۂ تخلیقِ دل نہ پوچھ آسانیٔ حیات کو مشکل بنا دیا
وہ ابتدائے عشق بھی کیا دلفریب تھی جس نے مآلِ کار سے غافل بنا دیا
دیں تو نے انفعال و تاثر کی قوتیں دل کیا بنایا، جوہرِ قابل بنا دیا
آیا مرے نصیب میں ماہر خوشا نصیب
وہ غم جسے نشاط کا حاصل بنا دیا

اِسلام کا تمدّن

ازافادات نامق کمال بے، مشہور ترکی ادیب و شاعر
مُترجمہ مولانا وحید احمد صاحب، اُستاد دار العلوم دیوبند

معلوم نہیں یورپ کے بعض ارباب تصنیف و تالیف اسلام کے کن اثرات کو مدنظر رکھ کر مذہب اسلام کو اپنے مذاہب کی مقسین لانا بھی گوارا نہیں کرتے؟

کیا عالم میں اسلام کے علاوہ اور بھی کوئی ایسا مذہب ہے، جس نے حقوق میراث اور محرمیت کے علاوہ تمام افراد انسانی کو برادرانہ معاملات برتنے پر مجبور اور مکلف کیا ہو؟

دُنیا میں اسلام کے سوا اور بھی کوئی مذہب ہے، جو محاصل عمل میں کم از کم چالیس میں ایک، نادار ہستیوں کو دینے پر مجبور کرے؟

اگر یورپ کے وہ بعض مورخین اپنے نزدیک اس امر کو حسن تہذیب و اخلاق قرار دیتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اس کے رخسار پر طمانچہ مارے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ دُوسری طرف کا رُخسار بھی مارنے والے کے آگے کر دے، یا ہر ایک اس عالم سے متجرد ہو کر پہاڑیوں کے غار اور کھو میں جاگزین ہو جائے تو ہمارے نزدیک یہ باتیں بمقتضائے اخلاق نہیں، بلکہ بمقتضائے عجز و فتور ہیں۔ خوبی اخلاق بے دست و پائی یا عجز نہیں، بلکہ طاقت اور قوت والوں کے اوصاف کریمہ ہیں۔

یہ امر یقینی ہے کہ دلیل اور برہان سے اِنسان جس بات کو نہیں جانتا، جان لیتا ہے۔ اور تاریخ یعنی وقائع، ذہن کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلا دیتے ہیں! ابتدائے ظہور اسلام کے وقت جو حالات تھے، ایک مرتبہ اُن پر غور کیا جائے۔

نبوت سے پیشتر اہل عرب میں (جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایک سفیر بلیغ کا بیان ہے جو سپہ سالار افواج ایران کے پاس بھیجا گیا تھا) اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر کے اُس کے مال و متاع کو لُوٹ مار کر کے غارت کرنے والا سب سے بڑھکر قابل اور ہونہار مانا جاتا تھا ایسی قوم میں تطہیر قلب اور تزکیۂ اخلاق کے معجزے جو اِسلام نے دکھائے ہیں وہ کسی طرح قابل انکار ہو سکتے ہیں یا کسی سے پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باوجود اعلیٰ پیمانہ پر مال و ثروت کے مالک ہوتے ہوئے، اپنے تمام مال اور محاصل کو اپنے ہونیوالے برادران اسلام کے لئے وقف کر دینے کی وجہ سے انتہائی فقر و فاقہ کو اختیار کیا۔ مال و متاع کا تو ذکر کہاں، اسلامیت اور انسانیت کے نام سے ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کے لئے اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو قربان کر چکے تھے۔ دن میں کئی بار جانفرسا مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے، اپنے اعتقادات کو چھپانا تو درکنار، تپتے ہوئے ریت اور تیز پتھروں پر بھی بلند آواز کے ساتھ پکار پکار کر اپنے معتقدات ظاہر کرتے رہے۔ غار میں رات کے وقت آپ کے پاؤں میں سانپ اور بچھو کاٹتے ہیں، مگر اپنے مقدس معتقد کے لئے جو فداکاری برتتے ہیں اُسکے اظہار سے شرما کر زبان سے اُف تک نہیں کرتے۔

خلیفہ ہوئے، مگر سب سے پہلے اپنی اطاعت کو، خود اپنے آپ کو مخلوق کا مطیع ہونے کے ساتھ مشروط کر کے محسود عالم سرور جہاں کی مسند نشینی کو جمہور کی رائے اور ارادہ کے سپرد کر دیا تھا۔ رحلت رسالت پناہ سرکار دو عالم کے متصل، مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام جزیرۃ العرب مرتد ہو گیا، اور مکہ اور مدینہ میں جتنے مسلمان تھے سب کی رائے یہ تھی کہ ان مرتدین کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے ان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ مگر آپ کا وہ قلب جو رقت آگینی میں درجۂ افراط تک پہنچا ہوا تھا، اکیلا اپنے اندر وہ حمیت اسلامی رکھتا تھا جو دُنیا کے قلوب میں بھی نہیں سما سکتی تھی، اور باوجود جسم ضعیف ہونے کے اور سن کمال تک پہنچ جانے کے تن تنہا، اکیلے تمام عالم کے مقابلہ میں کھڑے ہونے سے گریز نہیں فرمایا "میرے جسم کے اگر لاکھ ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی یہ نہیں ہو سکتا، کہ میں اپنے پیغمبر رسول اللہ کے کسی حکم میں ایک منٹ کی رُکاوٹ ہونے دوں" کہکر مرتدین کے مقابلہ میں اعلان جہاد فرمایا، اور خدا کی مدد سے اسلام کو بچایا۔ خلیفہ وقت ہوتے ہوئے (جبکہ غزوہ کے لئے متعین ہوئے تھے، وہاں اپنی فوج کی سرداری پر جانے والے) اسامہ ابن زید (رضی اللہ عنہ) کی سواری کے ساتھ چند گھنٹے پیدل مشایعت فرمائی، تاکہ هضم نفس اور تنبیہ مخلوق دونوں باتیں حاصل ہوں۔

وفات کا زمانہ جب قریب آتا ہے تو اسلام کو پراگندگی سے بچانے کے لئے تعیین خلیفہ اپنے لئے ضروری سمجھی۔ باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد واقربا ہر طرح سے موجود تھے، مگر خاندان سے علیحدہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو منتخب فرمایا۔ اور یہ انتخاب بھی، حق بیعت حاصل ہونے کی بنا پر صرف تنبیہ اور وصیت کے درجے تک رکھا۔

مُدۃ العمر کبھی کسی کو آپ کے کسی فعل سے تکلیف نہیں پہنچی۔ اور کوئی ایسا انسان نہیں جو کسی جائز مطالبہ یا سوال کو اُس نمونۂ احسان الٰہی کی خدمت میں لے گیا ہو اور وہ رد کر دیا گیا ہو۔

دُنیا میں ایک مذہب انسان کی تربیت اس سے بڑھ کر اور کیا کر سکتا ہے؟ کیا خدا بنا دے گا؟

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے برگزیدہ ایمان کو حضور نبویؐ میں ظاہر فرمایا۔ ان کی وہ غیرت حق جو ایک گھر تو درکنار سارے عالم میں نہیں سما سکتی تھی، اپنے دینی بھائیوں کے چالیس آدمیوں سے تشکل گروہ) چھپا ہوا ایمان جب تک دُنیا پر ظاہر نہیں کر دیا چین سے نہیں بیٹھے۔ جب مدینہ کو ہجرت کر کے اکیلے جانے لگے تو اُس وقت اپنی تلوار کو کمر سے باندھ کے اور کمان کو گلے میں ڈال کے تمام مخالفین اور دُشمنان اسلام کے سامنے کئی بار طواف کر کے "مَیں جا رہا ہوں، میرے پیچھے جو آئیگا اُس کا خون رائیگاں اور اولاد یتیم ہے" کہکر اپنے اس درشت اور بہادرانہ قول سے جبتک اُن کے نخوت اور غرور کو پامال نہیں کر لیا وہاں سے نہیں ہٹے۔ اور نہ اس کے بغیر ہٹنے کو آپ کا غیور دل گوارا کرتا تھا۔

جناب صدیق (رضی اللہ عنہ) کی وصیت اور بلا استثنائے فرد واحد جمہور کی اطاعت اور بیعت سے مقام خلافت پر متمکن ہوئے اور آٹھ سال کی مدت میں اسلام کی وسعت اور قدر و منزلت دس گونہ سے زیادہ کر دی۔ آپ کے امرا اور سرداروں کی بہادری اگر کسی کو اسیر کرتی ہے تو احکام اور معاملات کی عدالت اور خوبی مزاجوں کو اسلام سے رغبت دلا کر اسکی حلقہ بگوشی دُنیا اور آخرت کے ہر قسم کی قید و بند اور تکالیف سے آزاد کر دیتی ہے۔

جس وقت بیت المقدس کی فتح کے لئے نکلے ہیں تو اُس وقت اُن کے ساتھ صرف اُن کا ایک غلام اور ایک اونٹنی تھی۔ راستہ میں جاتے ہوئے ایک گھنٹہ خود سوار ہوتے تھے، اور از روئے عدالت و انصاف ایک گھنٹہ اپنے غلام کو سوار کراتے تھے۔ موقعہ پر پہنچ کے جس وقت فتح و نصرت کی فوج کے ہمراہ قلعہ میں گھسنے کا وقت آتا ہے تو سواری کی نوبت اُن کے غلام کی ہوتی ہے۔ اس لئے امیر المؤمنین اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اپنے غلام کی ساربانی کرتے ہوئے اپنے مفتوح ملک میں داخل ہوتے ہیں۔

اِس بےنظیر و مثال تماشہ کی سیر کرنے والوں کے لئے یہ خیال بجا ہو سکتا تھا کہ مخلوق خدا کے درمیان ایک واجب التقلید و الامتثال نمونۂ عدل الٰہی مجسم اور محسوس ہو کر روئے زمین پر ظاہر ہوا ہے۔ قصر کسریٰ کو اپنے مظفر اور فتحمند ہاتھوں کے ایک اشارہ سے زیر زمین دفن کر دینے والے خلیفۂ اسلام مٹی اور دھول کو بستر اور پتھر کو تکیہ اپنے لئے قرار دے کر مسجدوں میں اور گلیوں میں راتیں گزارا کرتے تھے۔

درفش کاویانی (فریدوں کے زمانہ کا جھنڈا تھا جو ہر طرح کے جواہرات سے مرصع تھا۔ اور ہر بادشاہ اپنے زمانۂ تخت نشینی میں اس پر قیمتی ہیرے جواہرات کا اضافہ کرتا رہتا تھا۔ جنگ قادسیہ میں یہ علم مسلموں کے ہاتھ لگا ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ ابن جریر نے بارہ لاکھ لکھا ہے۔"مترجم") کو اپنی زبردست تلوار سے ٹکڑے کر کے بانٹ دینے والے جہانگیر و واجب الاحترام جسکے کپڑے کا ہر ٹکڑا علیحدہ علیحدہ رنگ کا ہو خود چھپن پیوند کے کپڑے سے اپنا بدن ڈھانپتے تھے۔

مخلوق کے کاموں کے لئے جو اوقات معین کر رکھے تھے اُن میں سے اگر کچھ وقت خالی ملتا تھا تو بیت المال سے جو ایک لقمہ روٹی کا لیتے تھے اُسکے حلال کرنے کے لئے بیت المال کے اونٹوں پر قطران وغیرہ اپنے ہاتھ سے ملا کرتے تھے۔ جو راتیں کہ آسائش کے لئے ہوتی ہیں اُس میں آپ اپنی پیٹھ پر ایک بوری روٹیوں کی یا آٹے کی لاد کر تمام رات صبح ہونے تک مدینہ منورہ کے اردگرد پھرا کرتے تھے تاکہ قابل امداد فقیر او غریب کی امداد کریں۔ اور اسی غرض سے غربا اور فقرا کی جستجو میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز جنگل میں صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے گھٹنے سے ٹیک لگائے ہوئے لیٹے تھے کہ فیروز نامی ایک اسیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آقا کی چند شکایتیں کیں۔ آپنے جواب دیا۔ اُس نے متاثر ہو کر جاتے ہوئے ایسے الفاظ کہے جس سے بُرے ارادہ کا پتہ چلتا تھا حضرت خلیفہ نے فرمایا "یہ آدمی مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔" اس پر آپکے پاس جو حضرات تھے انہوں نے کہا "ہاں! اگر ایسا ہے تو پھر آپ تحفظ کی غرض سے اس کو سزا کیوں نہیں دیتے؟" فرمایا "جرم کی نیت پر سزا مرتب نہیں ہوا کرتی۔"

آخر کار فیروز نے خلیفہ کو نماز میں اس طرح مجروح کیا کہ اندمال کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اکابر مملکت آپکے فراش موت کے اردگرد جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے اس طرح کہا کہ "اے امیر المؤمنین! عبد اللہ جیسا انسانوں میں ایک برگزیدہ فرزند آپ کا موجود ہے۔ آپ اپنے بعد عہدۂ خلافت کو اُن کے حوالہ کر دیجئے، ہم سب برضا و رغبت بیعت ہونے کے لئے تیار ہیں۔"

اس پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا "خدا تجھ سے برسرِ پیکار آئے، تیری اس گفتگو سے مقصود رضائے الٰہی نہیں ہے۔ جو شخص اپنی بیوی کی طلاق پر قدرت نہ رکھتا ہو اُس کو میں مسلمانوں کے کام پر کس طرح نگہبان بنا سکتا ہوں۔ آل و اولادِ عمر (رض) کو اب خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔ اگر خلافت کوئی بھلی چیز تھی تو ہم نے اُسے پا لیا۔ اور اگر بُری کوئی شے تھی تو اب ہم سے دُور ہو گئی۔ خلافت کی وجہ سے عمر (رض) کی گردن پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ عمر (رض) کے لئے بھی اور عمر کی آل و اولاد کے لئے بھی کافی ہیں"۔

فی الحقیقت نہی عن المنکر کی راہ میں اپنے جگر پارہ کو حدِ شرعی کے نفاذ سے ہلاکت کے درجے تک پہنچا دینے والا خلیفۂ عادل، اپنے گھرانے کو اشراف و اعاظم مسلمین پر ترجیح دے کر اس زبردست لغزش کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا؟

آپ کی خدمت بابرکت میں جو حاضر ہوتا تھا وہ اپنے باپ اور بھائی سے زیادہ شفقت کا معاملہ دیکھتا تھا، مگر نکلتے وقت اُس کے دل میں ہول اور دہشت اس درجے سمائی رہتی تھی جیسے کسی زبردست ایسے خونخوار کے پاس آئے ہوں، جسکے دو لبوں کے درمیان پیغام موت کے سوا اور کچھ پوشیدہ نہیں ہوتا۔

اُن اکابر و اعاظم میں جن کی تربیت سے مذہب اسلام کے سوا دوسرے مذاہب بنے کی ہے، کوئی فاروق (رض) ہم کو دکھایا جا سکتا ہے؟

حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے فتوحاتِ عظیمہ اور دیگر فضائل کریمہ سے قطع نظر کر کے صرف اُس وقت کے کمالات اخلاقیہ اور فوق الادراک مروت اور فداکاری پیش نظر رکھی جائے، جبکہ وہ اپنے قصرِ خلافت (دار) میں محصور تھے، تو ایک مذہب کی تربیت کاملہ کی بہترین دلیل ہو سکتی ہے۔

عصیان کرنے والا گروہ، مظلوم خلیفہ کے خون کا پیاسا تھا، یہاں تک کہ پینے کے لئے ایک گھونٹ پانی ان کے پاس نہیں پہنچنے دیتا تھا مگر وہ رحیم اور شفیق خلیفہ، اپنے طرفداروں کو لڑائی اور مقاتلہ سے روکنے کے سوا اور کچھ نہیں سوچتا تھا۔

کیا کسی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران دکھایا جا سکتا ہے جس کو ایک جماعت تو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہ رہی ہو اور وہ اُسی جماعت کی حفاظت اور بہبودی میں اپنی ساری ہمت اور قوت صرف کر دے اور اپنے آپ کو صرف قضا و قدر کے حوالے کئے رہے؟

اگر کسی مذہب کی اخلاقی تعلیم کا یہ اثر ہوتا کہ وہ انسانی خصوصیات بشریہ کو ملکوتی عصمت سے بدل دیتا، تو کیا اِس تکمیل شدہ انسان سے بڑھ کر کوئی نمونہ پیش کیا جا سکتا تھا؟

علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی وہ ذات مبارک تھی کہ قریش نے جب جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تو اُس شب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام فرما ہوئے۔ حالانکہ کفار قریش کئی سو کی تعداد میں گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مگر جناب مرتضٰی کرم اللہ وجہہ اس طرح راحت و آرام سے سوئے گویا یہ کفار نگہبانی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ میدان جہاد میں آپ کے اِردگِرد جو صحابہ ہوتے تھے اُن کے لئے حضرت کرار (رض) کی ذات گرامی سپر کا کام دیتی تھی۔ جنگ میں صرف آپکے سینہ مبارک پر ایک زرہ ہوتی تھی اور جو دشمن آپ کی پُشت مبارک دیکھ لے اُس کے لئے آپنے اپنا خون مباح کر رکھا تھا۔ آپ کے مقابلہ میں جو بھی آتا تھا اُس کو نہایت استغفار کی نظر سے دیکھتے۔ یہاں تک کہ آپ کا ایک دُشمن ایک مرتبہ ننگی تلوار لے کر آپ پر حملہ آور ہوا تو آپ نے اُسکی اس جرأت کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ آپ کی جان میری معشوقہ کا مہر اور وسیلۂ مُلاقات ہے۔ اس پر حیرت انگیز متانت اور استقلال کے ساتھ آپنے اپنی گردن اُسکے سامنے کر دی۔ تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لے! اس قسم کی روایتیں بعض کتابوں میں مذکور ہیں۔

فتنہ و فساد کے زمانے میں شرفِ خلافت سے باریاب ہوئے۔ دونوں طرف مسلمان گروہوں میں تلواریں اپنے اپنے میان سے نکل کر مقابل ہوئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تمامتر ترتیبات حربیہ کو مدافعانہ حرکت پر منحصر رکھا۔ بلکہ شامیوں کو جب موقع ملا تو حضرت علی (رض) کی فوج کے لئے ایک قطرہ پانی تک کے روادار نہ ہوئے۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آکر اُس پانی پر قبضہ کرتے ہیں، تو یہ فرماتے ہوئے کہ "جناب باری نے جس پانی کو جمادات اور چوپائے اور وحوش سے دریغ نہیں فرمایا، میں اُس پانی کو اشرف المخلوقات بنی نوع انسان سے کس طرح روک سکتا ہوں!" اِس طرح آپ اپنے احسانات سے دونوں اسلامی فرقوں کو سیراب فرماتے ہیں۔

شامیوں نے ہمیشہ حق پر مرنے والے فرقہ کو قتل کرنے کی فکر کی۔ یہاں تک کہ اس فرقہ کا جب کوئی شہید ہوتا تھا تو اُس کی ہر شے کو مال غنیمت تصور کر کے لُوٹ لیجاتے تھے، مگر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس امر کا اعلان فرما دیا تھا کہ گریز کرنے والوں کا پیچھا ہرگز نہ کیا جائے، اور جو کچھ

مقتول پر اسلحہ اور جواہرات وغیرہ ہوتے تھے اُن سب کو معرکہ کے بعد اولیائے مقتول کو واپس دینے کی غرض سے شامیوں کی فوج میں پہنچا دیا جاتا تھا۔
اپنے بھائی کا دشمنوں سے مل جانا گوارا فرمایا مگر اُن کی خوشی کے لئے بیت المال سے علاوہ متعین مقدار کے ایک حبہ زیادہ کرنا گوارا نہ فرمایا
خلافت اسلامیہ جیسی مسند استحقاق کو ایک حَکَم کی رائے پر چھوڑ کر اس دولت عظمیٰ کے ہاتھ سے نکل جانے کے خطرے کو محض رفع شقاق کی توقع پر گوارا کر لیا۔
آپ کو زخمی کرنے والے قاتل کو لوگ پکڑ کر لاتے ہیں، مگر آپ اُس کے متعلق جو حکم صادر فرماتے ہیں وہ یہ کہ جب تک میرے متعلق امرالٰہی کوئی فیصلہ نہ کر دے، زخمی کرنے والے کو نہایت آرام اور احتیاط سے رکھا جائے، اسکے خور و نوش کا اور رہائش کا اعلیٰ ترین انتظام کیا جائے۔
اب ہمیں یہ بتلایا جائے کہ ایک مذہب ان باتوں کے علاوہ انسان کے لئے اور کون سے فضائل اور اخلاق کا ذمہ وار ہو سکتا ہے؟
یہ نہ خیال کیا جائے کہ اسلام میں مکارم اخلاق صرف انہیں اعاظم اربعہ کی خصوصیات سے ہیں!
حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم) میں سے جن کے بھی اخلاق و عادات کا تتبع کیا جائیگا سب میں یہی چمک دمک نظر آئیگی۔ اگر فرق ہوگا تو یہی جو ستاروں کی چمک دمک میں آپس میں نظر آتا ہے۔
حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے محض اسلام کے دو گروہوں میں سے تفرقہ اُٹھانے کی غرض سے اُس مسند خلافت سے ہاتھ اُٹھا لیا جس تک آپ اچھی طرح پہنچ گئے تھے۔
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ٹھیک اُس وقت جبکہ ساری دُنیا ظلم کی گھنگھور گھٹاؤں سے چھائی ہوئی تھی سارے عالم کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں، اپنے ستر رفیقوں کے ہمراہ میدان شہادت میں اپنے شیر خوار لخت جگر کے ساتھ آخری لمحے تک انتہائی جانبازی اور دلیری کے ساتھ حق پر جان دیتے ہیں!
حضرت زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما دونوں کے دونوں لڑائی کے موقع پر اس نتیجہ پر پہنچنے والے تھے کہ مسلمانوں کی امارت کا فیصلہ انہیں دونوں کے ہاتھوں سے ہو مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند اشاروں کی بنا پر یکلخت جنگ جمل سے علیحدہ ہو گئے اور حق شناسی اور انصاف پسندی کا بہترین ثبوت دیا۔
حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شہر حمص پر قبضہ کر کے اُس کے باشندوں سے خراج وصول کرتے ہیں۔ وصول کرنے کے بعد بعض مقتضیات کی بنا پر اُس شہر سے ہٹنے کی نوبت آتی ہے۔ اُسی وقت اُس شہر کے غیر مسلم باشندوں کو جمع فرما کر اُن سے حاصل شدہ خراج اُن کو واپس کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "جب ہم تمہارے جان و مال کے محافظ نہیں رہے، تو اس خراج کے بھی ہم کسی طرح حقدار نہیں رہ سکتے!"
حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کو الخلیفۃ العادل حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اُن چھ منتخبین میں رکھا تھا جن کے درمیان بطور شوریٰ خلافت اسلامیہ کی تعیین کو دائر و سائر کر دیا تھا یعنی ان چھ میں سے جس پر رائے متفق ہو جائے وہی خلیفہ مانا جائے۔ مگر مجلس کے منعقد ہوتے ہی حضرت عبدالرحمٰن نے خلافت کی نامزدگی سے اپنے آپ کو خارج کرا لیا۔
حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت سعد ابن زید رضی اللہ عنہم سابقین صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے علاوہ ایک نے ملک کسریٰ کو از اول تا آخر زیر و زبر کیا، اور دُوسرے نے رومیوں کے مقابلہ میں جو فوج تھی اُس کے اندر آسمانی امداد اور مرد غیب کا مرتبہ حاصل کیا، مگر با ایں ہمہ فضائل طوفان اختلافات میں جبکہ ہر ایک مدعی امارت و خلافت ہو رہا تھا ان دونوں نے زنانہ نہادہ خانہ چند دُنیا کو نہایت عزم و استقلال کے ساتھ پائے تحقیر سے ٹھکرا دیا اور اپنی سابقہ خدمات اور جاں نثاریوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گوشہ عافیت کو سریر آرائے سلطنت اور حکومت پر ترجیح دی۔
حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والسلام ایسے لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے ہیں جس کے اندر شیخین جیسے جلیل القدر افراد ہوں۔ اور پھر آپ کی حیات سے علاوہ خلافت صدیقی میں بھی عرب و عجم اور رومیوں کے مقابلہ میں بلا مبالغہ سیکڑوں غزوات میں جہانگیرانہ فتوحات حاصل کرنے والا زبردست سپہ سالار جب خلافت عمری میں اپنی عمارت سے جدا کر دیا جاتا ہے تو دل پر ذرہ برابر میل نہیں آتا اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ معمولی نفر (سپاہی) کا کام اس تندہی اور فداکاری کے ساتھ انجام دیتا ہے جس کی نظیر ملنی محال ہے۔
ان جیسے جلیل الشان صحابہ اور تابعین کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ان سے گزر کر حلقہ بگوشانِ اسلام کے معمولی اور غیر معروف اشخاص کے اخلاق و عادات پر بھی اگر نظر ڈالی جائے تو عقل حیران اور دنگ رہ جاتی ہے۔
واقدی ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتح مصر کی غرض سے مسلمان لشکر کا ایک امیر فوج لیکر ساحل سمندر پر آ پہنچتا ہے۔ ... کا وقت

آجاتا ہے، وہیں ایک معمولی سا دستہ محافظین کا (ساقہ) پُشت کی جانب متعین کرکے باقی ساری فوج مع امیر کے نماز عصر باجماعت میں مصروف ہو جاتی ہے۔ قضاءً ایک دُوسری کشتی جس پر مسلمان افراد سوار ہیں سمندر میں ساحل سے ٹکرا جاتی ہے۔ اُن مسلمانوں کی امداد اور جان بچانے کی کوشش میں ادھر یہ محافظین (یعنی ساقہ) کی جماعت دَوڑتی ہے، اس موقع کو غنیمت جان کر پیچھے سے دُشمن نماز پڑھنے والی جماعت پر دھاوا بول دیتا ہے۔ مسلمانوں کی ابھی تیسری رکعت بھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ دشمنوں نے پچھلی صف کے نمازیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ مگر اس قتل و غارت سے نمازیوں کے سکون اور طمانیت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ پچھلی صف میں سے سوائے سات یا آٹھ مجروحوں کے اور کوئی زندہ نہیں بچا۔ اِس طرح اُس زبردست لشکر نے باطمینان کلی اپنی چاروں رکعتوں کو باجماعت پورا کیا۔ اور اس کے بعد اپنے اپنے ہتھیار لیکر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ یہاں تک کہ ظفر کلی حاصل کی۔

کتب تاریخ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ برّ الشام کی لڑائیوں میں سے کسی میں ایک مجاہد جماعت مجروحین کیلئے پانی لیکر چلا میدان میں مجروحین کی جماعت کے اندر اپنے ایک تشنا ساکو زمین پر پڑا دیکھ کر پانی لئے ہوئے اُسکی طرف جھپٹا۔ اس کے تشنا سا رفیق نے ابھی اپنے ہمدرد رفیق کے ہاتھ سے پانی کا کٹورا لیا بھی نہیں تھا کہ اُسکے کان میں دُوسرے مجروح کی کراہ کی آواز آئی۔ اُس مجروح نے فوراً ہاتھ کھینچکر کہا "پہلے اس کراہنے والے کو پلاؤ، اسکے بعد مجھکو دو" یہ مجاہد پانی لیکر کراہنے والے کے پاس پہنچا۔ کراہنے والے نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا، کہ دُوسری جانب سے اس کے کان میں "واعطشاہ!" کی فریاد سُنائی دی۔ اس نے بھی فوراً ہاتھ کھینچکر کہا "پہلے اس فریاد کرنے والے کو پلاؤ، اس کے بعد مجھکو دو" یہ مجاہد پانی لیکر فریاد کرنے والے کے پاس پہنچا ہے، مگر اسکے پہنچنے سے پہلے وہ مجاہد شہید لقاء الرب کی نعمت سے سیراب ہو چکتا ہے۔ یہ مجاہد پیالہ لیکر کراہنے والے کے پاس لوٹتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہاں بھی حیات موہوم کا کوئی اثر باقی نہیں رہا!

آہ! زندگی کا آخری رمق ہے حلق کے خشک ہونے کی وجہ سے بیقرار تار نفس اٹکتا ہے۔ ایسے وقت میں پانی کا ایک گھونٹ آب حیات سے بڑھکر وقعت رکھنے کے باوجود اُن مردانِ خدا کو کسی طرح یہ گوارا نہ تھا کہ خود اپنے بیقرار بھائی سے پہلے اِس نعمت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہو لیتے۔

ایسے ہی جوانمرد انسانیت شعار بندگانِ الٰہی کے انفاس کی برکت سے تمام ممالک اسلامیہ کبھی اپنے اور پرایوں کے لئے مہمان خانۂ مروت اور عطوفت تھا! ایسے ایسے سخی ہوتے تھے جن کے ہاتھوں میں ہزاروں کی تعداد میں دراہم و دنانیر آتے تھے، مگر ساتھ ہی ساتھ شام کے کھانے کے لئے دیکھو تو بعض وقت کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔

زنہار! کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایسے مبارک اور پاکیزہ اخلاق صرف مسلمانوں کے مردوں ہی میں منحصر تھے۔ بلکہ وہ مخدرات اسلام جنکی زندگی ستر اور حجاب میں گزرتی تھی اُن کے کارنامے اور اخلاقی کمالات اُن بہادران اسلام سے کم حیثیت کسی طرح نہیں رکھتے۔

جنگ یرموک میں اگر ایک طرف نسوانی جماعت خولیٰ بنت الازور کی سرگردگی میں

نحن بنات طارق   نمشی علی النمارق   ان تقلبوا لغالق   او تدبروا نفارق   فراق غیر وامق

کے رجز یہ اشعار پڑھتی ہوئی دشمنوں پر حملہ آور تھی، تو دُوسری طرف جہاد کی مشقتوں سے سانس لینے کے لئے پیچھے ہٹنے والوں کے سامنے سدِ سکندری کا زبردست کام انجام دیتی تھیں۔

ان پردہ نشینوں نے اسی طرح میدان جنگ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ بعض مواقع پر غازیوں نے اس کا اعتراف کیا کہ جو مجبوریاں ہم کو عورتوں کی وجہ سے پہنچیں وہ ہم نے دشمنوں سے نہیں دیکھیں۔

یہاں تک کہ ہند، جو قبل از اسلام جگر خواری جیسی قطیع صفت سے متصف تھی، اس نے جنگ یرموک میں جب اپنے خاوند کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا تو فوراً دَوڑ کر اپنے خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے پیروں سے لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ اپنی آبرو اور عزت کو دشمنوں کے مقابلہ میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ کل جب مُسلمانوں کے مقابلہ میں لڑنے گئے تھے تو اُس وقت بڑی دلیری سے لڑے تھے، اور آج کافروں کے مقابلہ سے گریز کر رہے ہو! غرض اسی قسم اور جملے بھی جو رگ حمیت اور جذباتِ دینیہ میں حرکت پیدا کرنے والے تھے کہکر اُن کو کفار کے مقابلہ کے لئے واپس ہونے پر مجبور کر دیا۔

یہ فضائل اخلاقیہ محض صحابہ کرام ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ اخلاف میں بھی ان شعاعوں کی چمک پائی جاتی تھی۔ اتنی بات بیشک ہے کہ مرورِ ایام کی بنا پر اُن کے اخلاف میں عملی کمزوریاں پیدا ہو جانے کی وجہ سے اُن کمالات کا پرتو پوری طرح باقی نہیں رہا مگر تاہم جو تنزلات اخلاقیہ

اور قوموں میں نمایاں ہیں۔ اس درجے کے تنزّلات حلقہ بگوشانِ اسلام میں رُونما نہیں۔

حق اور صداقت کی راہ میں جلادوں کے کوڑوں سے، زندان کی کوٹھڑیوں میں اور مختلف اذیتوں کی بھرمار سے شہید ہونے والے ائمہ کرام، مجتہدین عظام اور دیگر مختلف علماء صلحائے اکابر کے نام بنام اگر واقعات گنائے جائیں تو اس کے واسطے ایک زبردست قاموس یعنی دائرۃ المعارف کی ضرورت ہے۔

سلف اسلام میں سے جنہوں نے محض مظالم کے مقابلہ میں اپنی جانوں کو کلمۃ الحق کہکر قربان کیا تھا، ایسے شہیدوں کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں سے ہر ایک اوصاف علویہ سے اس قدر مالامال تھا کہ ان کے کمالات کی ہیبت سے ظلم و تعدی کی ہتکڑیاں بھی ان کے ہاتھوں میں بے حیثیت اور شمشیر بھی ان کی گردنوں پر ان کی حرارت سے پگھل جاتی تھی۔

دیانت اور صداقت نیز جہاد اور حق و عدالت کے چند نمونے اور مثال جو اس وقت ہم نے گنائے ہیں، ان میں سے بعض مکارمِ اخلاق اور بلند ہمتیوں کا صدور ایسی جگہوں پر بھی ہوا ہے جو بادی النظر میں کوئی بھی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

بعض کتب اخلاقیہ اور سیر میں ایک واقعہ منقول ہے کہ اسکندریہ میں ایک مرتبہ مسلمانوں کی ایک مسجد میں آگ لگ جاتی ہے تفتیش اور تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آگ غیر مسلم یعنی عیسائیوں کی طرف سے لگائی ہوئی تھی۔ شہر کے نوعمر، خودسر ایک گروہ کے مجمع میں اس واقعہ ہائلہ کا تذکرہ ہوا۔ اس تذکرہ کی ذیل میں ان میں سے چند کو جوش آیا وہ اُٹھے اور فوراً جا کے رات ہی میں ایک بہت بڑے گرجے کو انتقاماً آگ لگا دی۔ اُس پر عیسائیوں نے شور مچایا۔ حاکم شہر بھی کسی درجے میں ظالم تھا اس لئے اُس نے حکم دیدیا کہ شہر کے جتنے نوجوان خودسری اور بیباکی کے اندر مشہور ہوں اُن سب کو گرفتار کر لیا جائے۔ ان غیر تمند اور حمیت شعار نوجوانوں کی گرفتاری کے بعد حکم دیا کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاغذ کے، کسی پر قتل اور کسی پر حبس دوام اور کسی پر عفو وغیرہ لکھکر قرعہ کے طور پر اُن نوجوانوں کو دیا جائے۔ صف میں دو نوجوان پاس پاس ملے کھڑے تھے اُن میں سے ایک نے اپنے قرعہ کو کھولکر دیکھا تو اُس میں "موت" لکھا تھا، دیکھ کر ایک آہ بھر کر کہنے لگا "مجھکو اپنی موت پر کچھ افسوس نہیں۔ لیکن اگر افسوس ہے تو اس کا کہ میری ایک بوڑھی ماں ہے اور اُس کا سوائے میرے اور کوئی نہیں تھا میرے بعد اُسکی خبر گیری کون کریگا!"

اس پر اُس کے ساتھی نے کہا "میرے قرعہ میں "عفو" نکلا۔ تم اپنا قرعہ مجھکو چپکے سے دیدو اور میرا تم لے لو۔ میرا کوئی ہے بھی نہیں، اور تم اپنی والدہ کی خدمت کے لئے بچ جاؤ گے!" مگر اُس نے اس فداکاری کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان دونوں کے اصرار اور انکار کی خبر صف میں اوروں کو بھی پہنچی۔ اس پر ایک تیسرے نے جس کی اس نوجوان سے شناسائی بھی نہ تھی اُس نے بھی [illegible] کہ اُس کے قرعہ میں "عفو" کا جو کاغذ نکلا ہے وہ اس کے "موت" کے قرعہ سے بدل لیا جائے۔ غرض اسی طرح ہوتے ہوتے خبر والی شہر [illegible] کرنے کو تیار ہو گیا۔ آخر کار اس زبردست فداکاری نے اُس ظالم والی کے سخت دل کو موم کر دیا۔ اُس نے سب کو معاف کر کے آزاد کر دینے کا حکم دے دیا۔

مذکورہ نظائر کے علاوہ ایسے گروہ جنکی سرشت اور تربیت میں تحکم اور تغلب کا خمیر تھا، اُن میں سے بھی ایسے افراد نکلے ہیں کہ ان کے مکارم اخلاق اور فضائل عالیہ سے بڑے بڑے مرتاض اور اخلاقِ عالیہ کے پُتلے رشک اور غبطہ کرتے ہیں۔

معاویہ ثانی نے مسند خلافت اور حکومت کو ایسے وقت میں پایا تھا جبکہ اس کی خواہشات نفسانیہ اور اغراض وہوس، عین شباب پر تھی، مگر اپنے مقتضیات عالیہ کے خلاف ایک بے نظیر استغنا اور بلند ہمتی کے ساتھ مسند خلافت اور حکومت کو رد کر دیا۔ اور وہ بھی محض اس لئے ٹھکرایا کہ اُس کے اعتقاد میں یہ حکومت اُس تک بغیر استحقاق پہنچی تھی! کیا اس انصاف کی نظیر اور کہیں مل سکتی ہے؟

تاریخ اسلام کی ورق گردانی اگر غور سے کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ایک آدھ اگر خلافت کے طالب بھی ہوئے تو اس کے مقابلہ میں دس ایسے بھی ہوئے ہیں کہ خلافت اور حکومت اُن کے قدموں تک پہنچی مگر اُنہوں نے قدموں سے ٹھکرا کر اُس سے مُنہ موڑ لیا۔ سلیمان اموی کے اس قدر بھائی اور اولاد تھی مگر عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں خلافت کی صلاحیت دیکھ کر خلیفۂ مذکور نے خلافت کو اُنہیں کے سپرد کیا!

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بارِ خلافت کو اپنے ذمہ نہ لینے کے لئے اس درجہ کوشش کی جس حد تک کوئی طالب خلافت حاصل کرنے میں کر سکتا ہے۔ آخر کار اہل بیت کی ضد اور اصرار سے مسند نشین خلافت ہوتے ہی آپ کی ملک میں جو کچھ بھی تھا، یہاں تک کہ بیوی کے زیورات تک

بیت المال میں داخل کر دیا۔ چند پہننے کے کپڑوں کے سوا اور کسی شے کے مالک نہیں تھے۔ سندھ اور بربرستان کے باشندوں میں سے قریب قریب آدھے محض آپ کی عدالت کو، فوقیت مذہب اسلام کی دلیل پڑکر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اختلاف اور اختلال کی بنا پر تقریباً ساٹھ پینسٹھ مختلف گروہوں نے محض آپ کے عدل و انصاف کی شہرت سُنکر ہتھیاروں کو ہاتھ سے رکھ دیا اور منقاد حکومت ہو گئے۔ آخر کار ایک غلام نے آپ کو زہر دیدیا۔ زہر دینے والے خائن کو گرفتار کر کے آپکے بالیں احتضار پر حاضر کیا گیا۔ آپ نے اُس سے وجہ تسمیم دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا کہ بعض غرض کا دوں نے مجھکو زہر دینے کے صلہ میں ایک ہزار اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکر میں نے اس جُرم کا ارتکاب کیا۔ خلیفہ نے اُس سے اُس مال کو منگوا کر بیت المال میں داخل کرا دیا۔ اور اُس غلام سے فرمایا کہ تو جلد کہیں بھاگ کر اپنی جان بچالے ورنہ شاید میرے مرنے کے بعد تجھ کو قصاص میں قتل کرا دیا جائے۔ اس کے علاوہ اور اُس کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا۔

مسلمہ ابن عبد الملک جو کہ تیس سال سے زائد سپہ سالار افواج اسلامیہ رہ چکا تھا اور روم و اتراک کے مقابلہ میں کئی سو لڑائیوں میں فتحمند ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ ظفر مندانہ طور پر بحر خزر کے ارد گرد پھر کر سلطنت اُمویہ کی بنیادوں کو مستحکم کر چکا تھا۔ نیز جہاں جہاں بھی افواج اسلامیہ تھیں اُن سب کے دلوں پر اُس کا اثر نقش تھا۔ مگر اس کے زمانہ میں امور خلافت و سلطنت میں مختلف ردو بدل ہوئے لیکن اس جوانمرد بہادر نے رتی برابر توجہ اس طرف نہیں کی اور نہ اپنے منصب کے علاوہ کسی منصب کو چاہا۔ حالانکہ اگر اس کی خواہش ہوتی تو خلافت پر فائز ہو جانا اس کیلئے ایک معمولی بات تھی۔

المظفر جو کہ خاندان بنی اُمیہ کے برگزیدہ افراد میں سے اور اندلس کا فاتح ثانی تھا جب خلافت کا مستحق ہوتا ہے تو برضا و رغبت اپنے بھتیجے عبد الرحمٰن ثالث کو بخشدیتا ہے اور خود ایک ماتحت کے طور پر خدمات انجام دینے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔

موسیٰ ابن نصیر۔ یہ وہ محترم ذات ہے جو طرابلس غرب سے لیکر شمال کی جانب سے اندلس کے منتہا تک اور جنوب کی جانب سے جزائر قناریہ کے ابتدائی حصوں تک کا صحیح معنوں میں فاتح اور حاکم مطلق تھا۔ اس کے بعض دشمنوں نے خلیفہ وقت کے کان بھرے، جسکی بنا پر خلیفہ کے حکم سے معزول ہوکر ایک گونہ تحقیر اور تذلیل کے ساتھ بارگاہ خلافت یعنی شام میں لایا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر سوء معاملہ اس کے ساتھ یہ کیا گیا کہ اسکے بیٹے عبد العزیز کو جو کہ اندلس کا والی اور حاکم تھا اُس کو خلیفہ نے قتل کرا کے حسب دستور اُس کے سر کو بارگاہ خلافت میں منگوانے کے بعد خلیفہ نے موسیٰ بن نصیر کو بلوایا اور اُس سر کو دکھلا کر پوچھا "کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟!" اس پر اُس بہادر شیر دل نے کہا "اے امیر المومنین! یہ جو کچھ بھی آپ نے کیا، اچھا نہیں کیا۔ ایک مجاہد اور زاہد، خیر خواہ سلطنت کو آپ نے بغیر جرم کے قتل کرایا" ان الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں کہا!

اِس کے بعد جب بارگاہ خلافت سے نکل کر باہر آیا تو اس کے بعض خیر خواہوں نے اس کو عصیاں اور نافرمانی کا مشورہ دیا۔ اور اسکو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ ہر طرح امداد کے لئے طیار ہیں۔ اس پر وہ غیور فدائی اسلام نہایت استقلال کے ساتھ جواب دیتا ہے "قسم ہے خدائے ذوالعزۃ والجبروۃ کی کہ افریقہ میں میری کئی لاکھ فوج ہے۔ جس کے اندر اسّی ہزار صرف وہ غلام ہیں جن کو میں نے آزاد کیا ہے اور جن کی حالت یہ ہے کہ میری خوشی سے خوش اور میرے رنجیدہ ہونے پر اپنی جان تک سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ مگر موسیٰ ابن نصیر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اُمت محمدیہ میں اختلاف اور شقاق پیدا ہونے کا سبب بنے، اور محض اپنے لڑکے کے قصاص لینے کی وجہ سے!"

محمد ابن قاسم، جس نے سندھ جیسے دُور دراز کے زبردست مُلک کو فتح کیا تھا، اُس کو عین شباب یعنی چوبیس یا پچیس سال کی عمر میں نہایت غدر اور سفاکی کے ساتھ قتل کرایا گیا۔ مگر اس نے نہ اُس وقت جبکہ زندانوں کے شکنجوں میں تھا اور نہ قوم کے سامنے جبکہ جلاد اُس کو قتل کرنے کیلئے باہر لایا تھا، کوئی کلمہ ایسا زبان سے نکالا جس سے اس کا پتہ چلتا ہو کہ اس کو اپنے عروج و اقبال کے مقابلہ میں اس طرح موت پر افسوس ہے۔ ہاں کبھی کبھی ذیل کا شعر ضرور پڑھتا تھا

اضاعونی و ای فتیً اضاعوا   لیوم کریھۃ و سداد ثغر

جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو صرف اس بات کا افسوس تھا کہ سلطنت اُس جیسے لازم الوجود سپاہی سے محروم ہو رہی ہے!

اس طرح سے کسی مذہب اور دین کے پیروؤں میں لاکھوں کی تعداد ایسی دکھلائی جائے جنہوں نے اپنی خواہشات اور اغراض نفسانیت کے [illegible] اسلام کے کسی نوع اور صنف [illegible]

اِس کے بعد تربیت اسلامیہ پر اعتراض کی کوئی صورت سوچی جاتے!

رحلت نبوی ﷺ سے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پیروانِ اسلام کی تعداد پندرہ کروڑ تک پہنچ چکی تھی۔ مگر ایسی ملت جس کے عنصر ترکیبی مشرق اور مغرب کے مختلف طبائع کے اجزا سے ہوں، اُس ملت میں ایک واقعہ بھی قتل نفس کا کہیں پیش نہ آیا ہو، یہ بات کس قدر قابل غور ہے؟ اعتراض اور نکتہ چینی سے پہلے اس قسم کی اسلامی تربیتوں کو ملاحظہ کیا جائے۔ اس کے بعد اس مذہب پر کسی دُوسرے مذہب کو ترجیح دینے کا خیال دل میں لایا جائے! ورنہ ایک طرف سے تو یہ دعویٰ کہ "مسلمانوں کی اخلاقی کمزوریاں یورپین اقوام کی اخلاقی کمزوریوں سے کم درجہ پر ہیں" کرتے ہوئے دُوسری طرف یہ کہنا کہ مذہب اسلام، تربیت اِنسان کے لئے کافی نہیں، بلکہ ناقص ہے، سوائے بے غیرتی اور غرض کاری کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

(سچ)

بدافعال مُلاّ

"مُلاّ" نے بے لگام ہو کر اسلام اور خدائے اسلام کے نام پر اسلام اور فرزندانِ اسلام سے جو ہولناک غداریاں کیں وہ ایک نہایت دردناک داستان ہے۔

"مُلاّ" نے جبہ و دستار، زہد و تقاوی اور ریش دراز کی آڑ میں کفر کی وہ امداد کی کہ عزازیل دنگ و حیران رہ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام نے کفر کے ہاتھوں شکست کھائی اور فرزندانِ اسلام ثریا سے ثریٰ میں لڑھکتے ہوئے آگرے جہاں سے اب اُن کے دوبارہ نکلنے کی کوئی اُمید نہیں۔ "مُلاّ" کی ان اسلام شکن حرکات کے متعلق حضرت میکش نے جنہیں "محرم راز" کے پیر اُستاد ہونے کا شرف حاصل ہے چند اشعار بھجوائے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:—

بد افعال مُلاّ، بداعمال صوفی　　جفا کار شامی، دغا باز کوفی
یہ ہیں مختلف نام ارباب کیں کے
یہ سب الغرض سانپ ہیں آستیں کے
یہی دُشمنِ دین اسلام مُلاّ　　یہی خود غرض اور خودکام مُلاّ
یہی فتنہ پرداز، گمراہ مُلاّ　　یہی قوم مُسلم کے بدخواہ مُلاّ
یہی نفس پرور شکم کے پجاری
یہی کوئے شیطاں کے بدبخت بھکاری
سیہ باطن و اہل بیداد مُلاّ　　نبی کی اہانت کی بنیاد مُلاّ
علی کے خلاف ابن ملجم کے حامی
ستمگر، جفا پیشہ، سفاک نامی
گذشتہ زمانہ کے حالات چھوڑو　　چلو خیر، گذری ہوئی بات چھوڑو
یہاں کون آپس میں لڑوا رہا ہے　　یہاں کون لڑنے پہ اکسا رہا ہے
یہاں کون ہم پر ستم ڈھا رہا ہے　　یہاں کون گھن کی طرح کھا رہا ہے
یہی بے وضو اور بار یش مُلاّ
بد اندیش، شیطان، بدنام مُلاّ

زکوٰۃ کی تنظیم کا مسئلہ

مولانا ابوالکلام آزاد کا بصیرت افروز خطبہ

برادرانِ عزیز! عید کا خطبہ جتنا اہم ہے۔ اُتنا ہی اس کا وقت مختصر ہے۔ مَیں طوالت کو نظر انداز کرکے آپ سے بہت ہی مختصر عرض کروں گا۔
برادرانِ عزیز! تم کو معلوم ہے کہ ہر اسلامی حکم میں انفاق کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ انفاق کے معنی یہ ہیں کہ اسلام تمہاری جیبوں سے کچھ چاہتا ہے۔ حج۔ زکوٰۃ اور دُوسرے احکام میں یہی بات پاؤ گے۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔
عید کے موقعہ پر تم لوگوں میں بہت سے لوگوں نے فطرہ دیدیا ہوگا اور بہت سے لوگ فطرہ دینگے۔ لیکن مَیں کہونگا کہ تم میں فطرہ، صدقہ اور زکوٰۃ تقیسم کرنے کا طریقہ اچھّا نہیں ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس موقعہ پر ہندوستان کے ہر گوشہ سے بھیک مانگنے والے اور گداگر اپنی اپنی جھولیاں لئے کلکتہ پہنچ جاتے ہیں۔

برادرانِ عزیز! تم جانتے ہو کہ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ ایک انکم ٹیکس ہے جو اِسلام نے ہر اُس آدمی پر عائد کیا ہے جس نے سال کے بارہ مہینوں میں کھاپی کر ایک خاصی رقم جمع کرلی ہو۔ اسلام کی زکوٰۃ یعنی ٹیکس یہ ہے کہ جس نے سال بھر میں چالیس روپے جمع کر لئے ہوں وہ ایک روپیہ ٹیکس داخل کرے۔ انگریزی حکومت بھی ٹیکس لیتی ہے۔ لیکن اس ٹیکس اور اسلامی ٹیکس میں فرق یہ ہے کہ حکومت ٹیکس لے کر اپنے کاموں پر خرچ کرتی ہے اور اسلام ٹیکس کی رقمیں غربا، مساکین اور محتاجوں میں تقسیم کرادیتا ہے۔ اسلام نے ٹیکس کی رقموں کو وصول کرنے کے لئے آٹھ حلقے بنائے ہیں اور یہ حلقے غربا اور محتاجوں کے حلقے ہیں۔

برادرانِ عزیز! قرآن حکیم میں زکوٰۃ کا صاف وصریح حکم موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر فرض کی ہے۔ قرآن حکیم میں نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ بار بار ذکر آیا ہے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان اِس اہم فرض کی اَدائیگی کی طرف متوجہ نہیں۔ تم میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ نہ دینے والوں کے برابر ہیں۔ کیونکہ وہ اسلامی احکام کے مطابق زکوٰۃ نہیں دیتے۔
تم کو معلوم ہے کہ انکم ٹیکس وصول کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے کلکٹر مقرر ہوتے ہیں جو دفاتر اور کھاتوں کی جانچ پڑتال کرکے ٹیکس کی رقمیں متعین کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی ٹیکس (زکوٰۃ) نکالنے میں اس قسم کی کوئی صورت پیش نہیں آتی، اسلام نے اپنے ٹیکس کی اَدائیگی میں تمہیں کتنی آسانیاں دے رکھی ہیں۔ تم خود اپنے کاروبار اور اپنی آمدنی کا جائزہ لو، اپنی آمدنی کا تعین کرو اور اپنے ہی ہاتھوں سے زکوٰۃ نکالو، کیا اس سے بھی زیادہ آسانیاں ممکن ہیں؟
برادرانِ عزیز! یقین مانو کہ تم میں سے جو لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں وہ اسلامی احکام کے مطابق نہیں نکالتے اور وہ اُن لوگوں کے برابر ہیں جو زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ تمہاری زکوٰۃ کی رقمیں برباد جاتی ہیں۔ اسلام نے زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور تم انفرادی ہاتھوں سے خرچ کر رہے ہو۔ اسلام کا حکم۔ صحابہ کا عمل اور تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ زکوٰۃ کی رقمیں اجتماعی طور سے خرچ ہونی چاہئیں۔ انفرادی طور سے خرچ کرنے کی بدعت، خلفائے راشدین کے بعد سے پڑی۔
تم کو معلوم ہے کہ خلفائے بنو اُمیہ کے ابتدائی دَور میں صحابہ کرام میں یہ سوال پیش ہوا کہ موجودہ خلیفہ بہت ہی فاسق وفاجر ہے۔ زکوٰۃ کی رقمیں کیونکر بیت المال میں بھیجی جائیں؟ تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کرلیا۔ کہ خلیفہ کے فسق وفجور سے زکوٰۃ کی اَدائیگی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ زکوٰۃ کی رقمیں اسی خلیفہ کو بھیجی جائیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ عباسی دورِ حکومت میں جب تاتاری کافروں اور مشرکوں نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور خلافت کا خاتمہ کر ڈالا اس وقت کے مسلمان اعیان واکابر نے فیصلہ کرلیا کہ اگر موجودہ حالات کے ماتحت حکومت نہیں بدلی جا سکتی تو حکومت سے درخواست کی جائے کہ ہماری زکوٰۃ کی رقمیں تقسیم کرنے کے لئے قاضی اور عمال مقرر کردے۔
[illegible]

یہ عذرِ لنگ اور بے بنیاد ہے۔ وہ تمہارا کون سا کام ہے جو رُکا رہتا ہے۔ اس حالت میں بھی اگر تم اجتماعی تقسیم کا انتظام کر سکتے ہو تو یہ عذر کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تم فضول، لغو اور غیر اسلامی کاموں کے لئے آئے دن انجمنیں بناتے رہتے ہو۔ کیا اسلامی کام کے لئے کوئی ایسی انجمنیں نہیں بنا سکتے جو تمہاری زکوٰتوں کو اسلامی طور پر خرچ کر سکیں ؟

برادرانِ عزیز! دراصل بات یہ ہے کہ یہاں اسلام کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ اسلام اجتماعی زندگی کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتا ہے۔ جس طرح تم مکان بناتے ہو اُس میں مختلف خانے ہوتے ہیں۔ کوئی سونے کا ہوتا ہے۔ کوئی باورچی خانہ ہوتا ہے۔ کوئی سامان رکھنے کا خانہ ہوتا ہے۔ ایک انسان اپنے تمام کاموں کے لئے اگر ایک ہی خانہ تعین کرے اور دوسری ضرورتوں کے لئے اُس کا کوئی خانہ نہ ہو، بتاؤ وہ گھر کا صحیح لطف اُٹھا سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں، اسی طرح جب تک تم اسلام کے تمام خانوں کو سامنے نہیں رکھو گے اس کے فیوض و برکات سے لطف نہیں اُٹھا سکتے۔

دراصل مسلمانوں نے اسلامی احکام کو چھوڑ دیا ہے۔ البتہ ان میں نمائشی اور بے رُوح کی سرگرمیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک زکوٰۃ ہی کے حکم کو دیکھو، اگر مسلمان اس پر عامل ہوتے تو آج ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ زکوٰۃ اسلام کا اتنا جامع اور اکمل اصول ہے کہ دُنیا کا کوئی قانون اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اسلام نے زکوٰۃ کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے غربا، مساکین اور محتاجوں کی امداد ہوتی رہے۔

اسلام نہیں چاہتا کہ ساری دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع رہے۔ اسلام نے مسلمانوں کی یہ پہچان بتائی ہے کہ ان کی مٹھیاں کھلی رہتی ہیں یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوتے ہیں اور کافروں کی پہچان یہ بتائی ہے کہ ان کی مٹھیاں بند ہوتی ہیں یعنی نیک کاموں پر وہ خرچ نہیں کر سکتے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ دولت کسی شخص کی اجارہ داری میں آجائے یا کوئی شخص اپنے پاس ڈھیر لگائے، اسلام ڈھیر کا سخت مخالف ہے اسلام چاہتا ہے کہ دولت تقسیم ہوتی رہے۔ اس کا یہ اصول زکوٰۃ اور وراثت میں بالکل مساوی بنیاد پر قائم ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس بارہ میں سوشلزم اور اسلام کے اصول ایک ہی ہیں۔ ایسا کہنے والے نہ صرف یہ کہ غلط کہتے ہیں بلکہ دیانتداری کے خلاف کہتے ہیں۔ سوشلزم یہ چاہتا ہے کہ دولت کی برابر تقسیم ہو۔ اگر ایک آدمی کے پاس سو روپے ہوں تو سب کے پاس سو سو روپے ہونے چاہئیں لیکن اسلام یہ نہیں کہتا۔ اسلام صرف یہ کہتا ہے کہ ہر شخص کے پاس روپے ہوں۔ اسلام حق مساوات تسلیم کرتا ہے۔ لیکن مقدارِ مساوات تسلیم نہیں کرتا۔

اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب ایک آدمی پیدا ہوا تو اُس کی زندگی سوسائیٹی پر فرض ہو گئی۔ سوسائٹی کا فرض ہے کہ اُسے زندہ رہنے دے اسلام نے اقتصادی مساوات تسلیم نہیں کی۔ بے شبہ اسلام میں اونچ نیچ کوئی طبقہ نہیں ہے۔ لیکن اسلام نے اُمرا اور غربا کے طبقات تسلیم کئے ہیں قرآن حکیم میں خداوندکریم نے صاف بیان کیا ہے کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ سوشلزم جس قسم کی مساوات پیش کرتا ہے، وہ بالکل غیر فطری ہے۔ دُنیا کا وجود ہی کشاکش پر قائم ہے۔ پھر غیر فطری مساوات کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ آج دُنیا میں سوشلزم اور اشتراکیت کے اصول پھیلائے جا رہے ہیں اور دُنیا ایک اصول کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر آج ساری دُنیا اسلامی اصول اختیار کر لے تو سوشلزم اور اشتراکیت کی قطعی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ صرف اسلامی اصول ہی دُنیا کی پیاس اور تشنگی کو دُور کر سکتا ہے۔

برادرانِ عزیز! مَیں تم سے پھر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں، اُن کی رقمیں برباد جاتی ہیں۔ مَیں تمہارے سامنے اس منبر پر پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی جو رقمیں اس طرح خرچ کی جاتی ہیں۔ غلط ہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ شرعی ذمہ داری کی کیا اہمیت ہے اور اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تم سے بار بار کہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور پر خرچ کرو۔

تم نہیں جانتے ہو کہ اجتماعی طور پر خرچ کرنے میں اسلامی احکام کی بجا آوری کے علاوہ کیا فوائد ہیں ؟ کاش مَیں اس کے فوائد سمجھانے کیلئے اپنا دل چیر کر تمہارے سامنے رکھ دوں اور تم اس کی رگوں کو پڑھ سکو۔ مَیں بالکل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان اسلام کے اور اصولوں کی پابندی نہ کریں اور صرف زکوٰۃ ہی کے اصول پر پابند ہیں جب بھی ان کی حالت بہت جلد بدل سکتی ہے۔ اگر تم نے زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو یقیناً ۲۴ گھنٹہ کے اندر تمہاری حالت کیا سے کیا ہو سکتی ہے۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم جن فقیروں، جن مُلاؤں، جن پیروں اور جن لوگوں کو دیتے ہو نہ دو۔ مَیں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ اجتماعی ہاتھوں سے وہ اُن ہی لوگوں کو دو، جنہیں تم دیتے ہو، لیکن خدارا انفرادی ہاتھوں سے نہ دو، اجتماعی ہاتھوں سے دو۔ اگر تم ان ہی لوگوں کو اجتماعی ہاتھوں سے دو سکتے [illegible]

یں کم سے کم کلکتہ کے مسلمانوں کو مشورہ دوں گا کہ وہ کوئی ایسی جماعت بنائیں جو اُن کی زکوٰۃ کا صحیح مصرف کر سکے اور اس میں ہر طبقہ اور ہر جماعت کے نمائندے شریک ہوں، یا ہر طبقہ میں اس کی جماعت بنائی جائے جو اس طبقہ کی زکوٰۃ کی رقمیں اسلام کی بنائی ہوئی حدود کے اندر خرچ کر سکے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری رقمیں اُن لوگوں پر خرچ کی جائیں جنہیں تم دینا چاہتے ہو تو یہ کر سکتے ہو کہ اپنی جمعیت کو اُن اشخاص کے ناموں کی اطلاع کر دو۔

بہرحال کلکتہ کے مسلمانوں کو میرا مشورہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقمیں اجتماعی طور پر خرچ کرنے کے لئے کوئی ایک نمائندہ جماعت یا متعدد نمائندہ جماعتیں بنائیں اور کلکتہ میں اس کی پہلی مثال قائم کریں۔ انشاء اللہ العزیز یہاں کی دیکھا دیکھی اور شہروں میں بھی اس قسم کی جماعتیں بن جائیں گی۔

اقبالِ جرم اور مقدمہ قتل

ہائی کورٹ کا ایک اہم فیصلہ

لاہور ۱۵ فروری۔ آج لاہور ہائیکورٹ کے ایک بنچ مشتمل بر سر ڈگلس ینگ چیف جسٹس و مسٹر جسٹس عبدالرشید کے سامنے مسمی دیدار سنگھ کی اپیل شائع ہوئی۔ جس کو سشن جج امرتسر نے اپنے حقیقی چچا مسمی جگت سنگھ کے قتل کے الزام میں سزائے موت کا حکم دیا تھا۔ استغاثہ کا بیان یہ تھا کہ ملزم کے دادا کا اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ اس کے خاوند کی جائداد کے متعلق کچھ تنازعہ تھا۔ جس کے متعلق ان کی آپس میں مقدمہ بازی بھی ہوئی۔ اس مقدمہ بازی میں جگت سنگھ مقتول نے اپنے باپ کے خلاف اپنی چچی کی حمایت کی تھی جس کی بناء پر رنجیدہ ہو کر دیدار سنگھ نے ۲۹ جولائی کی درمیانی رات کو اپنے چچا جگت سنگھ کو قتل کر دیا۔ اور قتل کے بعد اس کی لاش ایک گٹھڑی میں باندھ کر نہر پر لے گیا۔ جہاں اُس نے سر اور لاتیں کاٹ کر دھڑ نہر میں پھینک دیا۔ سر اور لاتیں لیجا کر دریائے بیاس میں پھینک دیں۔ اس کے خلاف شہادت مندرجہ ذیل تھی:۔

(۱) شب وقوعہ کو وہ مقتول کے ساتھ آبادی دیہہ میں دیکھا گیا (۲) شب وقوعہ کو وہ ایک گھوڑی پر ایک گٹھڑی سمیت سوار دیکھا گیا (۳) اس نے ایک درانتی پولیس کو ایک کنوئیں سے برآمد کر کے دی جو انسانی خون سے آلودہ پائی گئی (۴) سردار گوردیال سنگھ مجسٹریٹ درجہ اول کے سامنے اس نے اقبالِ جرم کیا۔

ملزم کی طرف سے ملک محمد اسلم خاں ایم۔ اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لا نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ ملزم کا آبادی دیہہ میں شب وقوعہ کو مقتول کے ساتھ دیکھا جانا یا گھوڑی پر سوار ہو کر ایک گٹھڑی لیجاتے ہوئے دیکھا جانا بجائے خود کافی ثبوت نہیں۔ اس لئے سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس کے اقبالِ جرم اور درانتی کی برآمدگی کی کیا حیثیت ہے۔ چونکہ درانتی تین دن پانی میں رہی اس لئے اس پر انسانی خون کا پایا جانا ناممکن تھا۔ اور چونکہ لیسے ساٹھ دن تک کیمیائی معائنہ کے لئے نہ بھیجا گیا اور خون آلودہ مٹی اس تمام دوران میں پولیس کے پاس موجود تھی۔ اس لئے درانتی کی برآمدگی یا اس پر انسانی خون کا پایا جانا استغاثہ کی کچھ مدد نہیں کرتا۔ اس لئے واحد شہادت اقبالِ جرم رہ جاتا ہے۔ سردار گوردیال سنگھ کو اول درجہ کے اختیارات حاصل تھے اس لئے اُن کیلئے لازمی تھا کہ اقبالِ جرم کو زیر دفعہ ۶۴ ضابطہ فوجداری قلمبند کرتے۔ لیکن اقبالِ جرم کا باقاعدہ قلمبند نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ ملزم بلا جبر و اکراہ کوئی اقبالِ جرم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے اس کا بیان قلمبند نہ کیا گیا۔ اور استغاثہ میں ایک مجسٹریٹ کو زبانی اقبال کی شہادت کے لئے پیش کر دیا گیا۔ ملک صاحب نے کہا کہ اس قسم کا اقبالِ جرم بالکل کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اور بلا تائید اس کی بناء پر ملزم کو سزا نہیں دی جا سکتی۔

سر ڈگلس ینگ اور مسٹر جسٹس عبدالرشید نے ملک صاحب کی رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ملزم کو بری کر دیا۔

شاہنامہ اسلام از ابوالاثر حضرت حفیظ جالندھری قیمت جلد اول ۱۲ جلد دوم ۳ روپے
پتہ ملنے کا: مینیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین پنجاب

ذکر حضرت سید شاہ ابو صالح صاحب قطب قمیص القادری ساڈھورہ ضلع انبالہ

از قاضی محمود الحسن صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ساڈھورہ

حضرت سید شاہ ابو صالح بن حضرت سید شاہ عبد القادر بن حضرت سید شاہ ابو المکارم قادری بن سلطان الاولیا حضرت سید شاہ قمیص الاعظم قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ساڈھورہ میں ہوئی۔ آپ اولاد حضرت شاہ قمیص الاعظم سے ہیں جن کا مزار مبارک قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ میں ہے۔

حضرت سید شاہ ابو صالح موصوف درجہ ولایت قطبیت سے مشرف و ممتاز تھے۔ آپ کے لب مبارک مرض برص کی وجہ سے سفید ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے آنحضرت ملول رہتے تھے۔ ایک شب حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ غوث الاعظم نے ارشاد فرمایا۔ کہ بالکل مغموم نہ ہو۔ سہرند شریف کے قریب ایک مسجد ہے وہاں معتکف ہو جاؤ۔ بعد نماز مغرب ایک شخص غیب سے ظاہر ہوگا۔ وہ تمہیں ملے گا۔ دوران گفتگو میں اُسے کہنا کہ ہماری امانت دو۔ جو چیز وہ تمہیں دیوے اُسے بوسہ دینا۔ تمہارا مرض انشاء اللہ دُور ہو جائیگا۔ چنانچہ سید ابو صالح مسجد مذکور میں تشریف لیگئے۔ ایک بزرگ سفید ریش تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے حسب فرمودہ حضرت غوث الاعظم امانت طلب فرمائی۔ بزرگ موصوف نے ایک تسبیح شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تسبیح کو بوسہ دیا معاً مرض جاتا رہا۔

یہ تسبیح تاحیات آنجناب سالم رہی۔ بعد وصال آپ کے دانہ ہائے تسبیح حسب حصص اولاد نے باہمی تقسیم کر لئے۔ چنانچہ اب تک یہ تبرک اولاد آنحضرت کے پاس موجود ہیں۔

آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ وفات آپ کی بتاریخ دوم شہر جمادی الآخر ۱۲۱۱ھ بمقام ساڈھورہ شریف ضلع انبالہ میں ہوئی۔ مزار آپ کا حضرت شاہ قمیص الاعظم قدس سرہ کے روضہ متبرکہ سے بجانب شرق بنا ہوا ہے۔ اور مابین ہر دو گنبدوں کے یعنی آپ کے اور حضرت شاہ قمیص الاعظم کے جو ملحق گنبد ہے اُس میں آپ کے صاحبزادہ سید شاہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آسودہ ہیں۔

نوٹ:۔ حضرت شاہ قمیص الاعظم جن کا اوپر ذکر آیا ہے حضرت غوث الاعظم کے نبیرہ ہیں۔ ان کی سوانح حیات مفصل راقم الحروف تیار کر رہا ہے جس میں آنحضرت کی اولاد کے حالات بھی درج ہونگے۔ شائقین منتظر رہیں۔ انشاء اللہ مستند حالات آنحضرت لکھے جائیں گے۔ کتاب مذکور تاریخی حیثیت سے بھی مفید ثابت ہوگی۔

جمال اللہ شاہ

از جناب ماسٹر باسط بسوانی

ان بزرگ کا مزار محلہ رائے گنج قصبہ بسواں میں واقع ہے۔ شاہی سواروں میں ملازم تھے۔ بعد کو ترک دُنیا کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ کئی ماہ ہوئے عرس کے موقع پر شعراء نے ہمطرح غزلیں پڑھی تھیں۔ خاکسار نے بھی چند اشعار کہے تھے جو درج ذیل ہیں:۔

دن کو گر مہر درخشاں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ
رات کو شمع شبستاں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

ذرہ ذرہ آستاں کا مظہر انوار ہے
رہنمائے راہ یزداں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

دُور ہو کیوں دل کی تاریکی نہ ان کے فیض سے
نور ساماں نور افشاں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

پاک دل کیونکر نہ ہوں ان کے خیال پاک سے
پاک باطن پاک اماں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

لیگئے سبقت جہاد نفس میں کس حسن سے
شہسوار راہ عرفاں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

کیوں نہ باسطؔ بڑھکے تو بھی ان کا دامن تھام لے
دستگیر اہل بسواں ہیں جمال اللہ شاہ ؒ

نقد و نظر

دی لاسٹ پارٹ آف دی ہولی قرآن

مُدت سے اِس امر کی شدید ضرورت محسوس کیجا رہی تھی۔ کہ انگریزی داں طبقہ کے لئے قرآن مجید کی تعلیمات کو انگریزی زبان میں اس نہج سے پیش کیا جائے کہ اس کی فصاحت و بلاغت اور پاکیزگی زبان بعینہٖ قائم رہے۔ الحمدللہ۔ کہ "دی ہولی قرآن سوسائٹی" حیدر آباد دکن نے اس کمی کو باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے۔ اور جناب محامد نصاب مولٰنا قاسم علی صاحب متوطن سکندر آباد نے اپنے والد ماجد مسٹر الہ دین صاحب مرحوم (طالب ثراہ) کی یاد میں سرپرست قرآن کریم کے آخری پارہ عمّ کا ترجمہ انگریزی زبان میں کر دیا ہے۔ للہ درہٗ۔

ابتدا میں عربی حروفِ ابجد کی توضیح انگریزی زبان میں کر دی ہے۔ اور اس کے ہم صوت انگریزی الفاظ لکھدیئے ہیں۔ اور بطور دیباچہ اسلام، کلمہ توحید۔ قرآنِ مقدس۔ وضو۔ نماز وغیرہ وغیرہ امور کو انگریزی زبان میں نہایت اختصار کے ساتھ درج فرما دیا ہے۔ تاکہ انگلش جاننے والے حضرات اِسلام کے ان ضروری مسائل سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

آغاز سُورہ میں مشکل الفاظ کی فرہنگ لکھدی ہے۔ اور ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے۔ کہ غیر زبان میں عربی کی لطافت بحال رہی ہے۔ لکھائی۔ چھپائی عُمدہ ہے۔ کاغذ ولایتی لگایا گیا ہے۔ پاکٹ سائز پر طباعت ہوئی ہے۔ جلد پر مراکو چڑھایا گیا ہے جس سے اس وجیزۂ منیفہ کی خوبصورتی دوبالا ہو گئی ہے۔ بالکل انگریزی پاکٹ بُک معلوم ہوتا ہے۔ علم دوست اور انگریزی تعلیم یافتہ احباب کے لئے نہایت کارآمد اور قابلِ قدر تحفہ ہے۔ ہر کتب خانہ میں ایسی مقدس شے کا ہونا ضروری اور لابدی ہے۔

باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف آٹھ آنہ رکھی گئی ہے۔ جو قریبًا مُفت کے برابر ہے۔ دی ہولی قرآن سوسائٹی حیدر آباد (دکن) سے طلب فرما ویں۔

ماہِ تمام

یہ ایک ماہوار ادبی مجلّہ ہے۔ جو زیر ادارت حضرت محمد اسحاق صاحب امرتسری کئی ماہ سے مقام کلکتہ سے شیوع ہو رہا ہے۔ زبانِ اُردو میں اگرچہ ادبی صحائف کی کچھ کمی نہ تھی۔ لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ کہ اس کے فاضل مدیر نے دُنیائے صحافت میں "ماہِ تمام" کے اجرا سے ایک قابلِ قدر اضافہ فرمایا ہے۔ مضمون نگار حضرات بلند پایہ کے ادیب ہیں۔ اور اس میں مختلف علمی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ معاشرتی مضامین اور کیف آور نظمیں شائع ہوتی ہیں شعرائے کرام کے کلام پر تنقیدیں بھی درج ہوتی ہیں۔ جنوری کے پرچہ میں حضرت تبسّم کی مزاحیہ نظم "افیونیوں کی گزک" بار بار پڑھنے کے قابل ہے سالانہ بدل اشتراک درج نہیں۔ ایڈیٹر "ماہِ تمام" کلکتہ سے طلب فرمائیں۔

معجزہ قرآن مجید

مذکورہ بالا نام پر حال ہی میں ایک کتاب جناب خان بہادر مولوی ادریس احمد صاحب بی۔ ای۔ ایس (ریٹائرڈ) ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول بریلی نے تحریر فرمائی ہے۔ جس میں قرآن مجید کے لفظاً اور معناً کلام الٰہی اور معجزہ ہونے کے ثبوت میں چند دلائل ارقام فرمائے ہیں۔ کتاب اچھی ہے جو نہایت محنت اور عرق ریزی سے لکھی گئی ہے۔ اور قابل مؤلف کی وسعت علمی اور جہادِ قلمی پر بالصراحت دال ہے۔ ہم نے اِس کتاب کو شروع سے آخر تک بغور دیکھا۔ واقعی اسم بامسمّٰی ہے۔ اور قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق کافی سے زیادہ مواد بہم پہنچایا گیا ہے۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ کتاب اچھی ہے۔ لیکن جیسا کہ فاضل مؤلف نے اس کے دیباچہ میں لکھدیا ہے۔ یہ کتاب ان کے اپنے دلائل سے بالکل مُعرّیٰ ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"مَیں نے اِس کتاب میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں لکھی۔ بلکہ صرف اپنے علمائے کرام اور بعض مُسلمان اور یورپین محققین کی تصنیف سے

خوشہ چینی کی ہے .... دُوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ مَیں نے صرف ایک حقیر شہد کی مکھی کی طرح مختلف پھُولوں میں سے شہد کے چند قطرے اخذ کرکے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں" (ص ۱۲)

غالباً یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں بالعموم دعویٰ کو ہی دلیل قرار دیا ہے۔ حالانکہ ایک معمولی منطق پڑھے ہوئے کو بھی یہ معلوم ہے۔ کہ دعویٰ اور دلیل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اعجاز قرآن مجید کے متعلق بہت سی فروگذاشتیں ہوگئی ہیں۔ جو اُمید ہے۔ کہ فاضل مؤلف اس کتاب کے دُوسرے ایڈیشن میں ان کا خاص خیال رکھیں گے۔ تاکہ ان کی یہ کتاب صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے کامل ہو جائے۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے بے نظیر ہونیکے ثبوت میں آپنے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس کتاب (قرآن) نے پُر زور الفاظ میں تحدّی کی ہے۔ کہ اسکی مثل لاؤ۔ چنانچہ چند ایک آیات بھی اس مضمون کی درج فرما دی ہیں۔ مثلاً سورہ بقر میں ارشاد ہے:۔

وان کنتم فی ریبٍ مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا .....

اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن اُتارا ہے۔ اگر تم کو اس میں شک ہو (کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور اپنے دعوےٰ میں سچے ہو۔ تو اس جیسی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بُلا لو۔ پس اگر تم (اتنی سی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے .....

لیکن آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سورٍ مثلہ مفتریٰتٍ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (ہود ع ۲)

کیا کافر قرآن کو کہتے ہیں کہ یوں ہی بنا لیا ہے۔ تو اے پیغمبر اُن سے کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اسکی دس سورتوں ہی کی مانند تم بھی یوں ہی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جس کو بُلا سکتے ہو مدد کے لیے بُلا لو۔

یہ عجیب معاملہ ہے۔ کہ جب یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ کفار اسکی مانند ایک ہی سورت لے آئیں۔ اور ساتھ ہی پیشگوئی کر دی ہے۔ کہ ابد تک بھی اس کی مثل ایک سورت لانے تک بھی قادر نہ ہونگے۔ جب ایک سورت نہیں بنا سکتے۔ تو ان کو یہ کہنا۔ کہ اچھا جاؤ۔ ایک نہیں لا سکتے تو اس جیسی دس سورتیں لے آؤ۔ بھلا جو ایک نہیں لا سکتا۔ اس کو دس کی فرمائش کرنا کیا انوکھی منطق ہے۔ اور سُنیئے آگے ارشاد ہے۔

ام یقولون تقوّلہ۔ بل لا یؤمنون فلیاتوا بحدیثٍ مثلہ ان کانوا صادقین (طور ع ۲)

کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے قرآن از خود بنا لیا ہے (مگر یہ انکا اپنا کہنا ہے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اپنے دعوےٰ میں سچے ہیں۔ تو اسی طرح کا کلام یہ بھی بنا کر لائیں۔

گویا اس آیت میں تمام قرآن مجید کا مثل لانے کی تحدّی کی گئی ہے۔

بھلا جو ایک سورت کی مثل لانے پر بھی قادر نہ ہو اور نہ تا ابد ہو سکتا ہو۔ اُس سے دس سورتیں لانے کی تحدّی کرنا اور پھر سارے قرآن مجید کی مثل مانگنا عجیب محیر العقول معمہ ہے۔

فاضل مؤلف کو چاہیئے تھا۔ کہ یہ آیات لکھ کر ان کے ساتھ ہی اس گتھی کو بھی سلجھا دیتے۔ کہ کیوں ایک سورت۔ دس سورت اور کل قرآن مجید کے مثل لانے کی تحدّی کی گئی ہے۔ اس اختلاف کو ضرور رفع کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ قرآن مجید کے اعجاز کا سب سے بڑا ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ اس میں تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔ کما قولہٗ تعالیٰ۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

اور اگر یہ قرآن مجید خدا کا کلام نہ ہوتا۔ بلکہ کسی غیر اللہ کا ہوتا۔ تو پھر تم لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے۔

بہرکیف یہ فروگذاشت ہوئی۔ جسے دُوسرے ایڈیشن میں پورا کر دینا چاہیئے۔

اس باب میں فاضل مؤلف نے اپنے قیمتی دلائل سے یہ واضح کرنا چاہا ہے۔ کہ اس کی مثل کوئی شخص بھی لکھ کر نہ لایا۔ اور ان کے زعم میں تاریخ اس امر کے بیان کرنے سے عاجز ہے۔ کہ کوئی شخص قرآن کی مانند ایک آدھ سورت یا آیت بنا کر لایا ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤلف مذکور نے تمام تواریخ بلکہ بعض مستند تواریخ کو بھی نہیں دیکھا۔ ورنہ انہیں واضح ہوتا۔ کہ بہت لوگوں نے قرآن مجید کے مثل آیات اور سورتیں لانے کی کوشش کی چنانچہ

مسیلمہ کذاب نے سورہ فیل لکھی جس کا شروع اس طرح پر ہے۔

الفیل۔ والفیل۔ وما ادراٰئك ما الفیل۔ له ذنب وثیل۔ وخرطوم طویل۔ الخ۔۔۔۔

اسی طرح اور بھی سورتیں اور آیات لکھی گئیں۔ چاہئیے تھا۔ کہ وہ سب یا جس قدر مہیا ہو سکتیں حیز تحریر میں لائی جاتیں۔ پھر ان کا مقابلہ قرآن مجید کی آیات سے کیا جاتا۔ اور دکھایا جاتا کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ان کا درجہ کیا ہے۔ اس صورت میں قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کا موازنہ ہو جاتا۔ اور دنیا دیکھ لیتی۔ کہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے دونوں میں کون فائق ہے۔ محض لفاظی کے زور سے یہ کہہ دینا کہ اس کی مثل کوئی نہیں لا سکا۔ کیونکہ کوئی لا ہی نہیں سکتا تھا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ کوئی اسکی مثل لا ہی نہ سکا۔ وغیرہ وغیرہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ پہلے فصاحت اور بلاغت کی تعریف کی جاتی۔ پھر قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کا تذکرہ کیا جاتا۔ اور محاورہ عرب وغیرہ سے اس کا مقابلہ کیا جاتا۔ تاکہ پڑھنے والا محض لفاظی سے ہی مرعوب ہو کر قرآن مجید کو معجزہ نہ مان لیتا۔ بلکہ اسکی واقعیت کو پا لیتا۔ چنانچہ قرآن مجید خود پکار پکار کر فرما رہا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن۔ ام علیٰ قلوب اقفالها کہ کیا یہ لوگ قرآن مجید میں غور اور تدبر نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل ہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اس کے ایک ایک لفظ اور حرف سے ظاہر ہے۔ اور جو لفظ بھی جہاں کہیں رکھ دیا گیا ہے۔ اگر وہاں سے ہٹا کر دوسرا مرادف لفظ وہاں پر جڑ دیا جائے۔ تو علاوہ اسلوب کلام بدل جانے کے معانی اور حقیقت میں بین و آسمان کا فرق ہو جائیگا۔ اور قرآن مجید کی یہ بڑی بھاری خوبی ہے۔ کہ جہاں کسی امر کا تذکرہ کیا ہے۔ تو ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن سے اصل مضمون کی کیفیت پڑھنے والے پر خود بخود طاری ہو جاتی ہے۔ مثلاً بجلی کے لئے عربی میں صدہا الفاظ ہیں۔ برق بھی اسے کہتے ہیں اور رعد بھی۔ ایک جگہ خدا نے ذکر کیا ہے۔ یسبح الرعد بحمده والملائکة من خیفته کہ بجلی کڑک کر خدا کی تسبیح کرتی ہے اور ملائکہ بھی خدا کے خوف سے اسکی تسبیح کرتے ہیں۔

یہاں فصاحت اور بلاغت ملاحظہ ہو۔ کہ خدا نے یسبح کے ساتھ "رعد" کو ادغام کر دیا۔ تو جونہی یہ آیت پڑھی جائے منہ سے بجلی کے کڑکنے کا آواز نکلے گا "یسبح الرعد" اب بجلی کڑکنے کے بعد قدرتاً خوف پیدا ہو جاتا ہے جس سے آواز بھی دھیمی ہو جاتی ہے چنانچہ آگے کے الفاظ وہی کیفیت پیش کرتے ہیں۔ کہ فرشتے خوف سے تسبیح کرتے ہیں من خیفته ادا بھی آہستہ ہوتا ہے۔ جیسے کسی پر درحقیقت خوف چھایا ہو۔

اسی طرح ایک مقام پر خدا قیامت کا تذکرہ فرماتا ہے کہ ظالم اس دن اپنے ہاتھوں اپنے دانتوں سے کاٹے گا۔ چنانچہ وہ آیت اس طرح پر ہے۔ یوم یعض الظالم علیٰ یدیه۔ اب کوئی شخص بھی اس آیت مجیدہ کو پڑھے۔ اس پر بعینہ وہی کیفیت طاری ہو جائیگی۔ یعض کے "ض" اور الظالم کے "ظ" کو ادغام کرنے سے منہ اور دانتوں کی شکل بالکل اسی طرح ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی درحقیقت اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہو۔

ظالم کے لئے اور بہت الفاظ تھے مثل جائر وغیرہ لیکن کوئی اور لفظ یہاں پر استعمال کرنے سے وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا خدا نے لفظ ظالم رکھا۔

اسی طرح قرآن مجید میں تمام جگہ یہی اسلوب مد نظر رکھا گیا ہے۔ فاضل مؤلف کو چاہیئے تھا۔ کہ اس قسم کی نظائر قرآن مجید سے پیش کر کے اس کے اعجاز کے دلائل قوی کرتا۔

قرآن مجید نے شعر کی بھی مذمت کی ہے۔ چنانچہ سورہ شعراء میں ارشاد ہے۔ الشعراء یتبعهم الغاوٗن ۔۔۔۔ وهم فی وادٍ یهیمون ویقولون ما لا تفعلون۔ اور کفار نے جب حضور ختمی مآب صلعم پر شاعر ہونے کا الزام لگایا ہے "بل هو شاعر" تو خداوند تعالیٰ نے آپ کی بریت فرما دی۔ کما قوله تعالیٰ

وما علمناه الشعر وما ینبغی له ان هو الا ذکرٌ وقرآنٌ مبین (یٰسین)	اور ہم نے رسول کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی شعر کہنے اسکی شان کے شایاں ہیں۔ بلکہ یہ تو ذکر ہے۔ اور قرآن مبین۔

لیکن تمام قرآن مجید علم عروض پر پورا اترتا ہے۔ مثلاً

ثم اقررتم وانتم تشهدون ثم انتم هؤلاء تقتلون بحر رمل عروض و ضرب مقصور۔

تقطیع۔ ثم اقررتم وانتم تشہدون ثم انتم ھٰؤلاءِ تقتلون
فاعلاتن فاعلاتن فاعلان فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

دوسری مثال۔ علم الانسان مالم یعلم
تقطیع۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

بحر متقارب۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعل

دوسری مثال۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ
تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعل

بحر مضارع۔ والمرسلات عرفا ۔ والعاصفات عصفا
والناشرات نشرا ۔ فالملقیات ذکرا

اسے ایک شعر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور دو شعر بھی۔ اگر مشطور پڑھیں۔ تو دو شعر ہیں۔ اگر سالم پڑھیں تو ایک شعر تقطیع اسکی یہ ہے مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن۔

بحر رجز۔ الیوم اکملت لکم دینکم
تقطیع۔ مستفعلن فاعلن فاعلن

بحر سریع۔ أزلفت الجنة للمتقین
دوسری مثال۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علیٰ ہذا القیاس۔ احمد بن اخفش کے سترہ بحر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن با نیمہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ شعر نہیں ہے ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ ان تمام امور پر اچھی طرح سے بحث کی جاتی۔ تاکہ کتاب اپنے مضمون کے لحاظ سے ہر طرح مکمل ہو جاتی۔

چھپائی اور لکھائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ قیمت عہ مجلد اور غیر مجلد ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔ مؤلف کی حوصلہ افزائی ضروری ہے علم دوست احباب کو چاہئے۔ کہ اس کی ایک ایک جلد خرید کر اپنے پاس رکھیں۔ نو آموز اور نئی روشنی کے دلدادوں کے لئے یہ کتاب نہایت کارآمد ہے۔

محکمہ اصلاح دیہات کے مُفید اعلانات

آنکھوں کی حفاظت

آنکھوں کے بغیر انسان لاچار ہے۔ نہ تو کام کر سکتا ہے۔ نہ کھیل کود سکتا ہے اور نہ کھا پی سکتا ہے۔ آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ آنکھیں حسن اور دولت اور تندرستی دونوں سے بہتر ہیں۔ آنکھوں کے بغیر انسان بالکل بے بس اور اپنی ضرورتوں کے لئے دُوسروں کا محتاج ہے۔ اِس لئے اپنی آنکھیں صاف رکھو۔ تمہاری بینائی قائم رہے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ :۔

۱۔ اپنے ہاتھ اور چہرہ کو صابن اور پانی سے صاف کرو۔ اپنی اور اپنے بچوّں کی آنکھوں کو دن میں کئی دفعہ صاف پانی سے دھوؤ۔ اگر آپ کا چہرہ اور آنکھیں غلیظ ہوں گی تو ان پر مکھیاں بیٹھیں گی۔ مکھّیاں بیماری پھیلانے کا ذریعہ ہیں۔

۲۔ اپنی اور اپنے بچوّں کی آنکھوں کو اپنے میلے ہاتھوں سے نہ ملو۔ میلی اُنگلیوں سے آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں۔

۳۔ اپنے کپڑے کم سے کم ہر ہفتہ دھویا کرو۔ اپنی اور اپنے بچوّں کی آنکھوں کو میلے کپڑے سے نہ پونچھو ورنہ خراب ہو جائیں گی ۵

صفائی عجب چیز دُنیا میں ہے صفائی سے بہتر نہیں کوئی شئے

گندگی سے ہی عام بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اِس لئے اپنے کپڑے، ہاتھ مُنہ اور آنکھیں صاف رکھو۔ گندگی سے مکھّیاں پیدا ہوتی ہیں اور مکھیاں ہی بیماریوں کی جڑ ہیں۔ جہاں گندگی ہے وہاں مکھّیاں ہیں۔ اور جہاں مکھّیاں ہیں وہاں بیماری۔ اِس لئے اپنا گھر، احاطہ اور گاؤں صاف رکھو۔ گڑھے کھود کر عام کوڑا کرکٹ ان میں جمع کرو۔

مکھّیاں پاخانہ اور پیشاب کی عاشق ہیں۔ اِن گڑھوں کو تختوں سے ڈھانپ کر رکھو اور انہیں ٹٹی کے طور پر استعمال کرو یا اس کے لئے اور خاص قسم کا گڑھا کھودو (جو زمین دوز ٹٹی کہلاتی ہے) اس کے اوپر سل رکھو اور اس کو پیشاب گاہ و ٹٹی کے طور پر استعمال کرو۔

گندگی اور بیماری اندھیرے اور خراب ہوا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اِس لئے مکانوں میں روشندان لگواؤ۔

آنکھوں کا علاج

اگر آپ کی آنکھیں یا آپ کے گھر میں کسی کی آنکھیں سُرخ ہو جائیں ان میں سے پانی وغیرہ خارج ہو یا دُکھنے لگیں تو علاج کے لئے فوراً کسی نزدیک کے ہسپتال میں جانا چاہئے۔ جہاں علاج مُفت ہوگا اور بروقت علاج ہونے سے آپ کی آنکھیں بچی رہینگی۔ اگر آپ اپنے گھر، گاؤں، کپڑے، ہاتھ، چہرہ اور آنکھیں صاف رکھیں گے تو آپ کی آنکھیں کبھی نہیں دُکھیں گی ۵

صفائی کو رکھو ہمیشہ عزیز صفائی سے بہتر نہیں کوئی چیز

فائدہ مند اور فضول اخراجات

خرچ دو قسم کا ہے۔ فائدہ مند اور فضول۔ فائدہ مند خرچ سے تندرستی، صحت، دولت اور خوشحالی حاصل ہوتی ہے اور فضول خرچی سے یہ سب چیزیں آہستہ آہستہ رُخصت ہو جاتی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ آپ جن کاموں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اُن سے آپ کی اور آپکے بال بچوّں کی بھلائی ہوتی ہے یا آپ کو اور ان کو اُلٹا نقصان پہنچتا ہے ؟

آپ جانتے ہیں کہ مقدمہ بازی اور آپس کے جھگڑوں پر جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ سوائے اِس کے کچھ نہیں نکلتا کہ کوئی پھانسی پر چڑھتا ہے اور کوئی قید ہوتا ہے اور کبھی کبھی گاؤں کے گاؤں یہ سزا ملتی ہے کہ گاؤں والوں کے خرچ پر تعزیری پولیس مقرر کردی جاتی ہے اسی طرح فضول

تقطیع۔ ثم اقررتم وانتم تشھدون ثم انتم ھؤلاء تقتلون

فاعلاتن فاعلاتن فاعلان فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

دوسری مثال۔ علم الانسان مالم یعلم

تقطیع۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

بحر متقارب۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل

تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعل

دوسری مثال۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ

تقطیع۔ فعولن فعولن فعولن فعل

بحر مضارع۔ والمرسلات عرفا۔ والعاصفات عصفا

والناشرات نشرا۔ فالملقیات ذکرا

اسے ایک شعر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور دو شعر بھی۔ اگر مشطور پڑھیں۔ تو دو شعر ہیں۔ اگر سالم پڑھیں تو ایک شعر تقطیع اسکی یہ ہے مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن۔

بحر رجز۔ الیوم اکملت لکم دینکم

تقطیع۔ مستفعلن فاعلن فاعلن

بحر سریع۔ ازلفت الجنۃ للمتقین

دوسری مثال۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی ہذا القیاس۔ احمد بن اخفش کے سترہ بحر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن با ئیمہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ شعر نہیں ہے ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ ان تمام امور پر اچھی طرح سے بحث کی جاتی۔ تاکہ کتاب اپنے مضمون کے لحاظ سے ہر طرح مکمل ہو جاتی۔

چھپائی اور لکھائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ قیمت عہ مجلد اور غیر مجلد ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔ مؤلف کی حوصلہ افزائی ضروری ہے علم دوست احباب کو چاہیئے۔ کہ اس کی ایک ایک جلد خرید کر اپنے پاس رکھیں۔ نوآموز اور نئی روشنی کے دلدادوں کے لئے یہ کتاب نہایت کارآمد ہے۔

رسموں پر یا زیوروں پر خرچ کرنے سے بھی سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نشہ والی چیزوں پر تو جو کچھ خرچ کیا جائیگا وہ نہ صرف صحت کو برباد کریگا بلکہ مال و دولت کا بھی صفایا کر دے گا۔

اِس کے مقابلہ میں اگر آپ اچھے سانڈ خریدیں، اچھے بیج کھیت میں بوئیں، اچھے ہل استعمال کریں۔ گھر میں ضرورت ہو تو سیکھی ہوئی دائیوں سے کام لیں۔ ملیریا سے بچنے کے لئے مچھر دانیاں لگا کر سوئیں۔ کونین استعمال کریں۔ کنوئیں لگوائیں۔ درخت لگوائیں۔ مدرسے کھولیں۔ آپ کے لڑکے سکاؤٹ ٹروپوں اور کھیلوں کے کلبوں میں شامل ہوں۔ آپ خود مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں اور دیگر ہر قسم کی مفید سوسائٹیوں میں حصہ لیں تو آپ ان سب پر جو کچھ بھی خرچ کرینگے، ظاہر ہے کہ وہ خرچ نہایت فائدہ مند اور کارآمد ثابت ہوگا اور اس سے دُنیا جہان کی نعمتیں آپ کو ملجائینگی۔

آپ نے کئی دفعہ ایسا برتن دیکھا ہوگا جس میں سے پانی ٹپکتا ہو۔ ایسے برتن میں خواہ کتنا ہی پانی ڈالا جائے وہ بھرتا نہیں لیکن اگر برتن ثابت ہو تو خواہ اُس میں پانی کی تھوڑی مقدار ڈالی جائے وہ برتن بھر جائیگا۔ اسی طرح آپ اچھی طرح کاشتکاری کے ذریعہ کتنا ہی روپیہ کمائیں جبتک آپ فضول خرچی کو بند نہیں کرینگے۔ آپ کبھی دولت مند اور خوشحال نہیں ہوسکیں گے۔

پس اگر آپ صحت اور دولت کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو صرف فائدہ مند کاموں پر روپیہ خرچ کریں اور فضول اخراجات سے ہمیشہ بچے رہیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ کو روپے کی کمی کی کبھی شکایت نہ ہوگی۔ نہ آپ قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبے رہیں گے اور نہ آپ کا وقت لڑائی جھگڑوں اور مقدمہ بازی میں ضائع ہوگا۔

لیکن اگر آپ برابر فضول باتوں پر روپیہ اُڑاتے رہیں گے تو آپ کو چارو ناچار قرضہ لینا پڑے گا اور قرضے کے جو نتیجے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ اس لئے فضول اخراجات سے بچ کر آپ ہر قسم کے بُرے نتائج سے بچ سکتے ہیں۔

لڑکیوں کو سکول میں بھیجنا بھی ایک فائدہ بخش خرچ ہے سکول میں جاکر لڑکیاں یہ سیکھیں گی کہ بچوں کو کفایت شعار اور اپنے آپ قابو رکھنے والے شہری کیونکر بنایا جاسکتا ہے جو ذرا ذرا سے بہانے پر لڑائی جھگڑا نہ کریں اور جن کو معلوم ہو کہ تندرستی اور خوشحالی کی زندگی کیونکر بسر کی جاتی ہے۔ اور اپنا روپیہ کیونکر مناسب طریق پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

عُمدہ بیج کا استعمال

مثل ہے کہ "دب کے واہ، تے رج کے کھا" یعنی خوب ہل چلاؤ اور سیر ہو کر کھاؤ۔ زمین میں جتنا گہرا ہل چلایا جائے، جتنی زیادہ گوڈی اور کھاد استعمال کی جائے اتنی ہی پیداوار بھی زیادہ ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں نہ بہترین بیج استعمال کرکے زیادہ عُمدہ فصل حاصل کیجائے۔

چنگا بیج، تے چوکھی کھاد مالک خوش، مزارع شاد

اگر آپ ایک ایکڑ زمین میں ۲۵ سیر بیج استعمال کرتے ہیں تو یاد رہے کہ اس کا ایک چوتھائی حصہ کوڑ اکرکٹ ہوتا ہے یا اس میں جو اور دیگر گھاس پھُوس کے بیج بھی ملے ہوتے ہیں جو آپ کے نقصان کا باعث ہونگے۔ اور زمین کی اس نمی اور کھاد کو جسے گندم کی پیداوار کے لئے استعمال ہونا چاہئے چوس لیں گے۔ اس لئے اس تمام نقصان سے بچنے کے لئے کیوں نہ پچیس سیر بہترین بیج استعمال کرکے کم از کم ایک چوتھائی زیادہ پیداوار حاصل کی جائے۔

۸ الف گندم کا بیج ہر قسم کی زمین میں کاشت کے لئے بہترین ہے۔

۵۱۸ نمبر کا بیج خاص طور پر عُمدہ زمین کے لئے جس میں اعلیٰ قسم کی اور عُمدہ کھاد استعمال کی جائے اور خاص طور پر آبپاشی کی گئی ہو موزوں ہو۔

۹ ڈی کا بیج پچھیتی فصل اور بارانی زمین کے لئے مفید ہے۔

آپ یہ بیج اپنے علاقہ کے محکمہ زراعت یا بہترین بیج کی دُکان سے خرید سکتے ہیں۔

اپنی ضرورت کے مطابق فوراً اصلاح یافتہ بیج خریدیں۔ کیونکہ سُستی کرنے سے خطرہ ہے کہ شاید آپ کو عُمدہ بیج مل ہی نہ سکے۔

خراب بیج بونے سے اگر پیداوار بُری ہو تو اس کا ذمہ وار قسمت کو نہ ٹھہراؤ۔

پانچ لاکھ فرانک ۳ اپریل کو مل گیا!

چونکہ آپ اپنے روپیہ کو ایسی صورت میں لگانے کے خواہشمند ہیں جس سے رقم بھی محفوظ رہے اور سود بھی ملتا رہے۔ اور اس پر کئی لاکھ روپیہ انعام بھی حاصل ہو جائے۔ اس لئے میں آپکے سامنے ایک سکیم پیش کرتا ہوں۔ یہ سکیم کسی پرائیویٹ آدمی یا کسی کمپنی کی تجویز کردہ نہیں بلکہ گورنمنٹ فرانس کی سرکاری اور پارلیمنٹ کی منظور کردہ سکیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دُنیا کے مالدار عقلمند اور پولیٹیکل اکانومی کے ماہران نے اس کو مفید اور بہترین تسلیم کر کے دُنیا کے ہر حصہ سے اس پر روپیہ لگایا ہوا ہے۔ ہماری اپنی گورنمنٹ برطانیہ کے انگریزی مدبران نے لاکھوں روپیہ اس پر لگا رکھا ہے۔ مفصل حالات ایک فہرست میں درج ہیں جو طلب کرنے پر مل سکتی ہے۔ کریڈٹ نیشنل بانڈ ۱۹۲۰ء کا فوٹو جس کا نمبر ۵۲۵۵، ۲۳ ہے اور جس کو ۳ اپریل ۳۴ء کو پانچ لاکھ فرانک کا انعام حاصل ہوا ہے۔ اس کے ساتھ نمونہ کے طور پر چار عدد سود کے کوپن بھی فوٹو میں دکھا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ آپ بانڈ کی صورت وشکل اور سود کوپن کے سسٹم، بانڈ پر وزرائے حکومت فرانس کے دستخط ملاحظہ فرماکر اپنی تسلی کر لیویں۔ فوٹو اگلے صفحہ پر درج ہے ❖

آپ ضرور اپنا فالتو روپیہ اِن بانڈوں کی خرید میں لگاویں۔ سود بھی آپ ہماری معرفت وصول کرتے رہیں گے اور انعام کا موقعہ بھی آپ کو حاصل رہیگا۔ ممکن ہے کہ تھوڑی سی رقم لگانے سے آپ کو کئی لاکھ روپیہ کا انعام مل جاوے۔ جب آپ کو روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ آپ کا بانڈ اُسی وقت تاریخ فروخت کے شرح تبادلہ کے مطابق فروخت کر کے آپ کی رقم آپ کو بھیج دی جائے گی۔ بعض لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کون سا بانڈ خریدنا بہتر ہے۔ ہمارے خیال میں انعامات کی تعداد مدِنظر رکھتے ہوئے کریڈٹ نیشنل جنوری سنہ ۱۹۲۰ء سب سے اچھا بانڈ ہے۔ اور انعام کی رقم مدنظر رکھتے ہوئے کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۱۹ء یا سنہ ۱۹۲۰ء عمدہ ہے۔ چھوٹی قیمت کے بانڈوں میں پانامہ بانڈ سب سے اچھا ہے ❖

خرید بانڈ کے وقت بعض لوگ شرح تبادلہ دریافت کرتے ہیں۔ مگر بانڈوں کی قیمت لگانے میں وہی اصول مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ جو ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے تمسکات یا کمپنیوں کے حصص کی قیمتوں میں ہے ڈھائی سو روپیہ کے امپیریل بنک کے حصہ کی قیمت بازار میں ایک ہزار روپیہ سے اوپر ہے۔ سو روپیہ کے انگریزی قرضہ کے تمسکات کی قیمت ساٹھ روپیہ سے لیکر ایک سو دس روپیہ تک ہوتی ہے۔ اسی طرح پانچسو فرانک کریڈٹ نیشنل کا بھاؤ بازار میں اصل رقم سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے جس کو ہم سوا سو روپیہ میں فروخت کرتے ہیں۔ حالانکہ چار سو فرانک کا پانامہ بانڈ ہم صرف چالیس روپیہ فی بانڈ پر دیتے ہیں۔ سُود ہر ایک بانڈ پانچ سال گذر جانے پر اور انعام تیس سال تک مطالبہ نہ کرنے پر بحق گورنمنٹ ضبط ہو جاتا ہے۔ اُردو اور انگریزی میں ہم انعامات کا نتیجہ ماہوار شائع کرتے ہیں جس کی سالانہ قیمت دو روپے ہے۔ بلجیم بانڈ یہ ہیں: سٹی آف برسلز۔ کانگو فری سٹیٹ سٹی آف اوسٹینڈ سٹی آف لیگ۔ بلجیم رسٹوریشن اور نیا قرضہ سٹی آف انٹورپ۔ اِن سب بانڈوں پر جب کسی صاحب کے نام انعام نکلے تو انعام کی رقم ایک سال بعد خریدار کو ملتی ہے۔ لیکن فرانس کے جملہ بانڈوں پر جس میں کریڈٹ نیشنل، پانامہ، فرنچ فونسی آر سٹی آف پیرس شامل ہیں۔ جب کسی کے نام انعام نکلے تو رقم فوراً مل جاتی ہے۔ بلکہ خریدار چاہے تو انعام کی رقم تار کے ذریعہ منگوا سکتا ہے ❖

جو صاحب قسطوں پر بانڈ خرید کرتے ہیں۔ پہلی قسط ادا کرنے پر اُن کا نام انعامات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی انعام نکلے خواہ ان کی پہلی قسط ادا کرنے کے بعد نکل آئے تو وہ اُن کا حق ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اقساط پر خرید کر قسطیں ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اُنکا ادا شدہ روپیہ ضبط ہو جاتا ہے۔ اِس لئے یا تو نقد روپیہ دے کر بانڈ خرید لیں۔ کیونکہ یہ اچھا اور سب سے بہترین سودا ہے اور بانڈ اپنے قبضہ میں کر لیں یا اقساط پوری احتیاط سے باقاعدہ ادا کریں۔ اگر قسط کی ادائیگی میں ۱۵ دن سے زیادہ دیر ہو جائیگی تو ادا شدہ رقم ضبط ہو جائے گی۔

تمام روپیہ بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ یا چیک ڈرافٹ بنام انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور آنا چاہیئے جو بانڈوں کے کاروبار کیلئے باقاعدہ رجسٹرڈ ہو کر کام کر رہی ہے ❖

تابعدار۔ مینیجر

پانچ لاکھ فوائد ۳ اپریل کو مل گیا!

[illegible]

پوسٹ بکس نمبر ۲۱۵

[illegible] باقاعدہ ممبری [illegible]

تابعدار منیجر

REGD.L **NO.654**

GALLIA SUPERBST

CRÉDIT NATIONAL

POUR FACILITER LA RÉPARATION DES DOMMAGES CAUSÉS PAR LA GUERRE

SOCIÉTÉ ANONYME AU CAPITAL DE ... MILLIONS DE FRANCS

STATUTS APPROUVÉS PAR DÉCRET ...

SIÈGE SOCIAL À PARIS

EMPRUNT ...

AUTORISÉ PAR ARRÊTÉ DU MINISTRE DES FINANCES DU 20 MAI 1920

OBLIGATION DE CINQ CENTS FRANCS

AU PORTEUR

Nº 2.375.255

LE DIRECTEUR GÉNÉRAL

CRÉDIT NATIONAL ... Nº 2.375.255

CRÉDIT NATIONAL ... Nº 2.375.255

2.375.255

CRÉDIT NATIONAL ... Nº 2.375.255

بیادگار اعلیحضرت قبلۂ عالم و عالمیان سید حیدر شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

صوفی

سالانہ قیمت { درجہ اول تین روپے / درجہ دوم دو روپے }

مقامِ اشاعت { پنڈی بہاؤالدین / ضلع گجرات }

صوفیانہ اور اسلامی مذاق کے پرچوں میں سب سے پرانا رسالہ۔ جو ۱۹۰۹ء میں جاری ہوا

فی پرچہ

چار آنہ

مدیر مسئول:- ملک محمد الدین اعوان

ڈائرکٹر آف پالیسی:- ملک محمد اسلم خاں ایم۔اے (کیمبرج) بیرسٹرایٹ لا۔ ہائی کورٹ۔ لاہور

بہارِ شباب

یہ کتاب دہلی کے شاہی خاندانی حکیم ارسطوئے زمان حضرت مسیح الملک محمد اجمل خانصاحب مرحوم کے والد ماجد حکیم محمود خانصاحب کی تصنیف "ضیاء الابصار" کا ترجمہ ہے۔ بازاری کتابیں جو عام مصنف اِدھر اُدھر کی لایعنی باتیں جوڑ جاڑ کر بنا لیتے ہیں اور کسی کو کوکا پنڈت اور کسی کو بو علی سینا کے نام سے ظاہر کر کے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے رہتے ہیں اس کتاب کے سامنے ہیچ ہیں کیونکہ یہ ایک ماہر فن طب کی تصنیف ہے جسمیں انکی مجربات اور طبی اصول سے تمام نشاط انگیز اور صحیح طریقے مواصلت کے بیان کئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے صحت ہمیشہ درست، اولاد خوبصورت اور مضبوط پیدا ہوتی ہے معشوق اپنے عاشق اور بیوی اپنے خاوند کی پرستار اور دیوانی بن جاتی ہے۔ مقوی ادویات کے وہ نسخے جو حکیم صاحب مرحوم کے خاندان میں سینہ بسینہ چلے آتے تھے اور جن کی بدولت آج ہندوستانی دواخانہ دو لاکھ روپیہ ماہوار کی ادویات فروخت کرتا ہے حکیم صاحب مرحوم نے اس کتاب میں عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہایت فیاضی سے قیمتی خزانے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (کتاب کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو۔)

۱۔ انسان کی مزاجوں کا تغیر
۲۔ جوانی کی حالت میں مباشرت
۳۔ علم طب کی علوم دین پر فضیلت
۴۔ کوکا پنڈت نے عورتوں کی [illegible] قسمیں بلا تحقیق لکھ دی ہیں
۵۔ کوکا پنڈت عیش پسندی کے طریقوں سے واقف نہ تھا
۶۔ عیاش مرد فاحشہ عورتوں کی صحبت کے بغیر دنیوی عقل و نشست برخاست نہیں آسکتی
۷۔ جالینوس شیخ الرئیس اور دوسرے حکمائے متقدمین کی تحقیقات عورتوں کے متعلق
۸۔ فاحشہ عورتوں کے تعلق
۹۔ عورت اور مرد میں قوت کی مناسبت
۱۰۔ اختلاف مزاج کا مباشرت پر اثر
۱۱۔ مباشرت کس قدر کرنی مناسب ہے
۱۲۔ جوانی اور ادھیڑ بوڑھوں کے قویٰ اور مباشرت
۱۳۔ مباشرت میں لذت پیدا ہونیکا حکیمانہ فلسفہ
۱۴۔ عورت کے خصیے اندر اور مرد کے باہر رکھنے میں کیا راز مضمر ہے
۱۵۔ حیوانوں اور انسانوں کے پیشاب گاہ کا مقابلہ حیوانوں کی پیشاب گاہ کیوں ظاہر نہیں رہتی
۱۶۔ پیشاب گاہ کی نالیاں اور منی کی پیدائش
۱۷۔ محرکات مباشرت
۱۸۔ طبعی اور غیر طبعی انتشار
۱۹۔ لذت پیدا ہونے کے طبی اسباب
۲۰۔ لڑکا اور لڑکی کس طرح بنتے ہیں
۲۱۔ بعض دفعہ ایک حمل سے دو بچے پیدا ہونے کے طبی وجوہات
۲۲۔ مخنث اور نامرد کیوں پیدا ہوتے ہیں
۲۳۔ وہم کا اثر اولاد پر
۲۴۔ بچے کی شکل و صورت پر ماں کے خیالات کا اثر ماں جیسا بچہ پیدا کر سکتی ہے
۲۵۔ امام فخرالدین رازی کیوں خوبصورت پیدا ہوئے؟
۲۶۔ مباشرت کے فائدے اور نقصان
۲۷۔ مباشرت کے اوقات
۲۸۔ مباشرت کے طریقے طبی اصول سے
۲۹۔ خاص الخاص بات
۳۰۔ عورت کی پہچان
۳۱۔ کن عورتوں سے تعلق رکھنا از روئے حکمت درست ہے
۳۲۔ ایک خاص فعل سے کوڑھ پیدا ہوتا ہے
۳۳۔ شرم و حیا کا اثر
۳۴۔ مرطوب اور خشک ملکوں کی آب و ہوا کا مردانہ قوت پر اثر
۳۵۔ جالینوس بقراط اور افلاطون کے مباشرت کے متعلق نظریے
۳۶۔ منی کی پیدائش از روئے طب
۳۷۔ سیاہ و سفید رنگت کا پیدائش پر اثر
۳۸۔ کیا بچہ کا ہر ایک عضو ماں باپ کے اعضا کے مشابہ ہوتا ہے
۳۹۔ عورت میں مادہ تولید کے متعلق اطبا کا اختلاف
۴۰۔ خواجہ سرا کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن کی اقسام
۴۱۔ ہندوستانی عورت کیوں جلدی نکاح کے قابل ہو جاتی ہے
۴۲۔ علم قیافہ اور مرد و عورت
۴۳۔ لباس کا اثر
۴۴۔ بکارت
۴۵۔ حیض اور حمل
۴۶۔ خوبصورت بچے کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں
۴۷۔ تندرست بچے کس طرح پیدا ہونگے
۴۸۔ ایک حمل سے کئی بچے
۴۹۔ ایک خاص بات ناگفتنی
۵۰۔ ضعف باہ کے خاص نسخے
۵۱۔ ممسک دواؤں کے نقصان
۵۲۔ ملذذ ادویہ کے نقصان
۵۳۔ آتشک اور سوزاک کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں
۵۴۔ عیاشی کے متعلق طبی نصائح

ملنے کا پتہ۔ مینیجر کارخانہ آبِ حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین (پنجاب)

فہرست مضامین رسالہ صوفی

جلد ۵۳ بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء مطابق ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ نمبر ۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	کنایات	علامہ ابو الارشاد مشہدی	۵
۲	پنجاب کے پیرزادوں سے	علامہ سر محمد اقبال صاحب	۸
۳	حضرت امیر حزب اللہ کا سالانہ دورہ	جناب غلام حیدر صاحب بی۔اے	۹
۴	فاروق اعظمؓ	ملک کرم داد صاحب کرم	۱۲
۵	تصوف کی اجمالی تاریخ	مولنا عبد السلام صاحب ندوی	۱۳
۶	باغی مرید	علامہ سر محمد اقبال صاحب	۲۰
۷	اِنتخاب از مرقع جہاد	فردوسیٔ ملت ملک منظور حسین صاحب منظور بی۔اے	۲۱
۸	حالات غازیان شہدائے بلندی	قاضی محمود الحسن صاحب بی۔اے	۲۳
۹	اصلاح دیہات کی بنیادی ضرورت	محکمہ اصلاح دیہات پنجاب	۲۶
۱۰	تصوف اور اسلام	علامہ ابو الارشاد مشہدی	۲۷
۱۱	خطاب بہ مسلم	سید الطاف صاحب مشہدی الرضوی لائل پور	۳۴
۱۲	منڈی بہاؤالدین کے ۹۲ فیصدی مسلمانوں کی حالت زار	ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی	۳۵
۱۳	اِنَّ زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیمٌ	آقائے مرتضیٰ احمد خاں صاحب میکش ایڈیٹر "احسان"	۳۹

جلال پور شریف

میں

عُرس حیدریؒ

حضرت محبوب سبحانی قطب یزدانی عارف ربانی پیر طریقت و رہنمائے شریعت سید حیدر شاہ علی اللہ مقامہ کے مزار پُر انوار پر عاشقانِ مذہب و ملت کا اجتماع عظیم

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا ... صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

جملہ خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ حضرت قبلۂ دو جہاں پناہ عالمیاں سیدنا و مولنا و مرشدنا جناب السید حیدر شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کا **عُرس شریف** بتاریخ ۵-۶ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹-۲۰ بھادوں ۱۹۹۲ بکرمی موافق ۴-۵ ستمبر ۱۹۳۵ء بروز چہارشنبہ و پنجشنبہ بمقام جلال پور شریف (ضلع جہلم) بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوگا۔ اس لئے برادرانِ طریقت کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ تاریخ معینہ پر تشریف لاکر برکاتِ حسنہ سے بہرہ ور ہوں۔

یاد رہے۔ کہ عُرس قمری تاریخوں پر منحصر ہے۔ اگر رویتِ ہلال میں ایک آدھ یوم کا فرق ہو۔ تو قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

العارض۔ محمد حسین حیدری

دعوی ہائے بہ صیغہ مُفلسی

نامکمل فہرست جائداد دینے کا نتیجہ!

لاہور، اپریل ۱۹۳۵ء - مسٹر جسٹس کولڈسٹریم نے ضلع شیخوپورہ کے ایک مقدمہ کا جس میں مسٹر مظفر حسین نے درخواست دی ہوئی تھی کہ انہیں ساڑھے تیرہ ہزار روپیہ کی ایک رقم کی وصولی کے لئے بہ صیغہ مفلسی دعویٰ دائر کرنے کی اجازت دی جاوے فیصلہ کیا ہے۔

مسٹر مظفر حسین کے والد خانصاحب سید دیوان علی نے ایک ہندو راجپوت کو دو مربعہ اراضی ساڑھے تیرہ ہزار روپیہ کے عوض میں پٹہ پر دی تھی، لیکن روپیہ بصورتِ نقدی وصول نہ کیا۔ پٹہ دار نے خانصاحب کا ایک آٹھ ہزار روپیہ کا قرضہ پرولوٹ اپنے ذمہ لے لیا۔ اور باقیماندہ رقم کے دو پرولوٹ لکھ دیئے۔ پٹہ دار نے زمین تو پانچ سال استعمال کی لیکن نہ تو اُس قرضہ کی ادائیگی کی جو کہ اس نے اپنے ذمہ لیا تھا اور نہ ہی پرولوٹوں کا روپیہ ادا کیا حتیٰ کہ دونو پرولوٹ زائد المیعاد ہو گئے۔ خانصاحب کی وفات کے بعد ان کے قرضدار نے آٹھ ہزار روپیہ معہ سُود جملہ ساڑھے تیرہ ہزار روپیہ کی ڈگری خانصاحب کے بیٹے مظفر حسین کے خلاف کرا لی۔ جس کی ادائیگی مظفر حسین کو انہیں دو مربعوں کو پندرہ ہزار میں گروی رکھکر کرنی پڑی۔ ڈگری کی ادائیگی کے بعد مظفر حسین نے پٹہ دار کے خلاف اس رقم کی وصولی کے لئے بہ صیغہ مفلسی دائر کر دیا۔ لیکن اپنی جائداد کی جو فہرست دی اُس میں نہ تو رہن شدہ مربعہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے پہننے کے کپڑوں وغیرہ کا۔ سب جج نے مُفلسی کی درخواست کو یہ عذر رکھکر نامنظور کر دیا کہ درخواست دہندہ نے دانستہ اپنی جائداد کی مکمل فہرست پیش نہیں کی۔ اِس حکم کے خلاف ہائیکورٹ میں نگرانی کی گئی۔ لیکن نگرانی کے دائر ہونے کے بعد مسٹر مظفر حسین پر مزید یہ انکشاف ہوا کہ کچھ جائداد جو کہ ہوشیارپور کے ضلع میں وہ بہت عرصہ پہلے اپنی بیوی کو بہ ادائیگی حق مہر لکھ کر دے چکے تھے کاغذات مال میں ابھی تک ان کے نام چلی آتی ہے۔

ملک محمد اسلم خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے بحث میں کہا کہ جو مربعہ جات فہرست جائداد میں نہیں دکھائے گئے اُن کی موجودہ قیمت دس ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور وہ پندرہ ہزار میں گروی تھے اس لئے ان کا فہرست سے رہ جانا ایک معمولی فروگذاشت ہے جس کا مظفر حسین کی مُفلسی پر چنداں اثر نہیں پڑتا۔ اور ان کے پارچات بھی معمولی ہیں۔ لہذا عدالتِ ماتحت نے مسٹر مظفر حسین کو بہ صیغہ مُفلسی دعویٰ کرنے کی اجازت نہ دینے میں قانوناً غلطی کی ہے۔ لاہور ہائیکورٹ کی تین نظیریں موجود ہیں کہ اس قسم کی معمولی فروگذاشت کا نفسِ درخواست پر مطلق کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہوشیارپور والی جائداد بھی غلطی سے فہرست میں درج ہونے سے رہ گئی ہے اور اس کے اب درجِ فہرست کرنے کی اجازت دی جانی چاہیئے۔

مسٹر جسٹس کولڈسٹریم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور نگرانی منظور کر لی۔

بیاضِ سحر

مُصنفہ و۔ب سدید (بیگم شیخ تراب علی صاحب اکسائز انسپکٹر دہلی)

یہ کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ نسوانی دُنیا میں انقلاب پیدا کرنے والا نہایت دلچسپ افسانہ ہے۔ اصلاحِ نسواں حقیقت میں مستورات ہی کا کام ہے اور اس لحاظ سے یہ افسانہ اپنی طرز میں پہلا اور سب سے افضل کام سمجھا جائیگا۔ اِس کتاب کے چار حصص ہیں، پہلے حصہ میں تربیت اولاد کا نمونہ ہے دوسرے میں منگنی بیاہ کے ذکر اذکار طرز طریقے ہیں تیسرے اور چوتھے حصص میں تعلیم نسواں کے اعلیٰ مدارج پر زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ناول یا افسانہ کی رُوح رواں رُوح افزا بیگم (فضہ) ایک زبردست شخصیت ہے۔ کتاب کی ضخامت ۔۔۶ صفحے ۲۲×۱۸/۱۶ ہے۔ قیمت مجلد و مطلّا بیٹے ۳ بلا جلد تین روپے (۳ ؎)

ملنے کا پتہ:- مینیجر صوفی بُک ڈپو منڈی بہاؤالدین پنجاب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفی

کنایات

از علامہ ابو الارشاد مشہدی

"صوفی" کے پچھلے رسالہ میں ہمارے نام کے پہلے لفظ "علامہ" پڑھکر ہمارے ایک چھیڑ کناتی دوست جناب چوہدری محمد یوسف صاحب جو محکمہ چٹھیات کے ایک افسرِ اعلیٰ ہیں۔ اور جن کے قبضۂ قدرت یا حیطۂ تصرف میں کئی درجن بے زبان چٹھی رسانوں کا گوشت پوست اور ٹانگیں ہیں بہت سٹ پٹائے ہیں۔ اور یہ سمجھکر کہ شائد اس لفظ میں افغانستان کی دولتِ خداداد مضمر ہے۔ جس پر بچۂ سقہ کی طرح ہم قبضہ جمانے والے ہیں۔ اپنے ایک مُلفت نامہ عنبر شمامہ میں بغیر سلام سُنّت خیر الانام اور دُعا بددُعا کے اپنے نام کی مناسبت سے مصری لہجہ میں استفسار فرماتے ہیں۔

"کیا جی حضرت۔ آپ اپنے نام کے ساتھ بغیر ہماری سابقہ منظوری اور اجازت کے لفظ "علامہ" چسپاں کرنے والے ہیں کون؟
نہ تو آپ کی داڑھی اس قدر طول طویل کہ "علامہ شپ" کا سائن بورڈ کہلا سکے۔ اور نہ ہی آپ کی توند مشک کی طرح پھولی ہوئی
جو لوگوں کو بچۂ سقہ کی یاد دلائے۔ اور وہ اسے دیکھ کر ایسے خوف زدہ ہوں۔ کہ دُور سے ہی نو دو گیارہ ہو جائیں"۔

حقیقت یوں ہے۔ کہ صاحب موصوف بغیر ریش وفش ہمارے پُرانے بوسیدہ اور فرسودہ کرم فرما ہیں "لنگوٹیے" تو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس نازک زمانہ میں آپ سے تعارف نہیں تھا۔ ورنہ خدا معلوم اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ خواہ مخواہ مُلّا دوپیازہ سے ایسے باریک بین کو ایک شذرہ سپرد قلم کرنیکا مواد مل جاتا۔ البتہ "پتلونیے" دوست ضرور ہیں۔ ہم نے آپ کی صحبت میں ایک زمانہ گذارا ہے۔ وہ زمانہ جس کی یاد اب بھی مِس سلوچنا کی طرح آٹھ آٹھ آنسو رولاتی ہے۔ ہماری سوسائٹی عیسائیوں کی تثلیث کے نمونہ پر صرف تین احباب پر مشتمل تھی۔ چوتھا رکن ہم نے داخل ہی نہیں کیا تھا کیونکہ ہمارے مہذب قوانین کے مطابق اسکی گنجائش نہ تھی۔ اسکے "بائی لاز" کے مُطابق کوئی ممبر اپنی خواہش سے نام کے آگے یا پیچھے ایسا لفظ چسپاں نہیں کرسکتا جس سے سرکار برطانیہ کی وفادار رعایا کو اس ممبر کے ذی عزت اور ذی وقار ہونے کا شدید یا خفیف احتمال ہوسکے۔

آہ۔ مرور زمانہ سے گو واقعات کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اور کائناتِ عالم پر آنے والے لمحہ میں ایک نیا جنم لیتا ہے۔ لیکن ان کی یاد کسی وقت بھی دل سے محو نہیں ہوسکتی۔ ہمیں وہ سوسائٹی۔ احباب کی دوستی۔ دریائے چناب اور اس کی زرق برق ریت کی سیر ہر وقت، ہر گھڑی، ہر پل، ہر آن ہر ساعت، ہر لحظہ، ہر لمحہ، ہر ثانیہ اور ہر دقیقہ پیش نظر رہتی ہے۔ لیکن آخر انسان ہیں جس کی نسبت مشہور ہے۔

الانسان مرکب من الخطا والنسیان

ہم بقول چوک کا معجونِ مرکب ہیں۔
اور بقول

خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے

ان گورے چٹے چمڑے والی حکمران قوم کی دیکھا دیکھی سیلف ریسپکٹ (ذاتی عزت) کا جن ہم پر بھی سوار ہوگیا۔ اور ہمیں اس خواہش نے بالکل جن ہی بنا کر چھوڑا۔ سوچا۔ کہ اگر ہم اپنی عزت آپ نہ کرینگے۔ تو دوسرا ہمیں کیوں معزز سمجھنے لگا۔ بس پھر کیا تھا۔ اپنے پڑوسی ڈاکٹر حجام کو بلوا کر اپنے سر کو اُس تیز اُسترے سے منڈوایا۔ جو انہیں ڈاکٹری کے ہمراہ جہیز میں کسی آنے والے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے بطور حفظِ ماتقدم ملا ہوا تھا۔ مہاتما گاندھی کی طرح سر کو روڈ مروڈا بنوا کر کاتب صاحب کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور کراڑوں کی طرح ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔

کہ اے محبوب رقم۔ اور پرویں قلم۔ میرے اس مختصر نام کے پہلے اپنے سیمیں قلم سے اگر لفظ علامہ لکھدو۔ تو ذرا کی قسم آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ زیادہ سے زیادہ قلم کی ایک خفیف سی جنبش ہوگی۔ لیکن ہمارا کام بن جائیگا۔ جونہی صوفی کے دفتر سے رسالہ ڈاک میں ڈالا جائیگا۔ دُنیا ہمیں ایک دراز ریش مقطع شکل۔ ہاتھ میں تسبیح مرجان رکھنے والا۔ ماتھے پر محرابِ عبادت۔ بارُعب انسان جو "عبا" و "قبا" "جُبّہ و قبہ" سے آراستہ پیراستہ ہو۔ اور شکل وصورت میں عام انسانوں کی صف سے الگ ہستی شمار کرلے گی۔ گویا لفظ علامہ لکھوا کر ہم نے خودنمائی اور ذاتی شہرت کا باقاعدہ اور حسب ضابطہ رجسٹری شدہ اشتہار

اِس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہوگا

دینا چاہا۔

لیکن ستم ظریفی دیکھئے۔ کہ چپڑ کناتی موصوف نے ہمیں اُلٹا موردِ طعن وتشنیع بنا لیا۔ اور خودستائی کا مرتکب۔ حالانکہ ہم نے کوئی بات ایسی اشارتاً کنایتاً بھی نہیں کی۔ اور نہ ہی اس کے اقدام کا خیال بھی ہے۔ جسے دُوسرے لوگوں نے نہ کیا ہو ؎

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

کاتب صاحب اگرچہ میری طرح "چھُٹ قدیئے" (کوتاہ قد) ہیں۔ لیکن خدا نے یا صوفی صاحب کے پیسوں نے انہیں شیطان کی آنت ایسا طول طویل دل دیا ہے۔ جو محرّم کے مرثیہ خوانی سے متاثر ہو کر از حد نرم ہو چکا ہوا ہے۔ آپ کو ہماری آہ وزاری۔ الحاح وبیقراری پر بڑا سنگین رحم آگیا۔ چنانچہ کمال مہربانی سے کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرتے لفظ علامہ لکھکر ہماری اشک شوئی بھی کردی۔ اور ساتھ ہی شہرتِ چند روزہ کا ڈنکا بھی بجا دیا۔

اِس پنج حرفہ لفظ "علامہ" کے لکھوانے میں علاوہ منت خوشامد اور ناک رگڑنے کے جو خرچ جیبِ خاص سے اُٹھ گیا۔ اس کا اندازہ بیٹے بٹھے حضرات بھی نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ اس کے شکریہ میں ہمیں بغیر سوچے سمجھے کاتب موصوف کو اسکے قد سے بڑا اور شکل سے خوبصورت ایک

"ایٹ ہوم"

دینا پڑا۔ جس میں پلاؤ۔ زردہ۔ فرنی۔ بریانی۔ قورمہ۔ گوشت (کاتب کا اپنا) وغیرہ وغیرہ کا خون بے دریغی سے کیا گیا۔ اور پورے ساڑھے تین گھنٹے اپنی "علامن" کے آگے سربسجود ہو رہے۔ تا کہ اس "علامہ شپ" کے خرچ کی منظوری مل جائے۔ ہم نے منطقی فلسفی دلائل سے بہتیرا سمجھایا۔ کہ اب ہم "علامہ" بن گیا ہے اور تم "علامن"۔ لوگ ہمیں "علامہ" اور "علامن" لکھا کرینگے اور دُور دُور سے ہمیں دیکھنے آیا کرینگے۔ یقیناً ہمارا گھر تھوڑے ہی عرصہ میں اچھا خاصہ "چڑیا گھر" بنجائیگا۔ اگر زیادہ ترقی کی تو شاید ملک صاحب ایڈیٹر صوفی ہمیں دو ایک پنجروں میں بند کر کے لاہور کے چڑیا گھر بھیجدیں۔ جہاں ایک بورڈ چسپاں کردیا جائیگا کہ

"یہ نئی قسم کے "علامہ" اور "علامن" کا جوڑہ ایڈیٹر صوفی کی مہربانی سے دستیاب ہوا ہے"۔

لیکن ہماری "علاّمن" کے سر پر جُوں تک نہ رینگی - شائد کہ "جُوں گولی" کا استعمال کر لیا ہوگا - اور ہماری درخواست یہ کہکر ٹھکرا دی - کہ ہمارے بجٹ (میزانیہ) میں اس قدر رقم کی گنجائش نہیں - ہم اپنا مُنہ بسورہ ہوکر چُپ ہو گئے - اور یہ رقم ابھی تک ہمارے سر چڑھی ہوئی ہے - اور اس قرضہ سے سبکدوش ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی - سوائے اسکے کہ کسی خودکشی کرنیوالے انٹرنس فیل طالب علم کی بچی کھچی افیون کھا کر سو رہیں - پھر دیکھیں ہمیں کون جگاتا ہے - علاّمن کو بھی اپنی تریاہٹ کا مزہ آجائیگا -

میرے خیال میں پنجاب یونیورسٹی ہو، یا جامع ازہر مصر، ایک سرٹیفکیٹ یا سند حاصل کرنے کے لئے اس قدر تگ و دو اور اس قدر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ہوگی - جس قدر کہ کاتب مذکور سے لفظ علاّمہ لکھوانے میں ہوئی - اب بھی اگر ہمارے چپڑ کناتی مہربان چیں بہ جبیں ہوں - تو پھر ان کا اپنا قصور ہوگا -

لیجئے - ہم اپنے نام سے پہلے اس خطرناک لفظ کو حذف کر دیتے ہیں - بشرطیکہ ہمیں اپنی لاگت مل جائے - اور ساتھ ہی دریائے چناب کی وادی میں اسی طرح ایک "آیٹ ہوم" دیا جائے - جیسا کہ ہم نے "ہوم" کے صحیح مفہوم اور معنی کو سمجھتے ہوئے اپنے دولتکدہ میں کاتب صاحب کو دیا تھا - چونکہ جملہ دریاؤں اور نہروں پر حضرت "سندباد جہازی" ایڈیٹر مطائبات احسان کا قبضہ مخالفانہ تسلیم ہو چکا ہوا ہے - اس لئے ضروری ہے کہ صاحب موصوف سے اجازت حاصل کر لی جائے - وہ اگر مناسب سمجھیں گے تو خود بھی تشریف لے آئینگے - اور اپنے ہمراہ جملہ افواج بحری بمعہ حیوان دکشتی آن وسواری آن لائیں گے -

ہمارے کرمفرما کو خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرنا چاہیئے - کہ ہم ابھی صرف علاّمہ ہی بنے ہیں - ورنہ کاتب کی ذرا اور منّت خوشامد کر لیتے - تو گھر بیٹھے نبی - امام - مجدّد - کرشن وغیرہ وغیرہ سب کچھ بن جاتے - اور ہمارا کچھ بھی نہ بگڑتا - زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا - کہ بقول علمائے مساجد ہمارا ایمان ضائع ہو جاتا - تو پھر کیا ہوتا - دین نہ سہی - دُنیا تو ہاتھ آجاتی - آپ بھی دیکھتے - کہ ہمارے پاس دُنیا کی دولت کس طرح سمٹ سمٹا کر آجاتی - یہاں تک کہ ہمیں بھی کسی "سودیشی نبی" کی طرح ایک باقاعدہ محکمہ کھولنا پڑتا - اس صورت میں آپ بھی ہمارے

"تین میں کا تیسرا"

ہونے کی حیثیت سے جھٹ آبراجتے - کہ اجی حضرت ہم بھی نبوّت - امامت - مجدّدیت اور کرشنیت کے حصہ دار ہیں - بیت المال کی چابی ہمارے حوالہ کیجئے - ورنہ کسی دُور بین حکیم کی طرح چار اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کی دھمکی داغ دینگے - پھر نہ کہنا، خبر نہ ہوئی جاؤ دور دور خیر کر دو -

شتر محمار سُرمے والا

بارہ برس کے بعد پھر آگیا -

اور در حقیقت ہے بھی یوں ہی - ہمیں اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے - کہ اس بھارت ورش میں دھرتی ماتا کا جو بھی سپوت مذہبی اصلاح کی تحریک لے کر اُٹھتا ہے - اُسکے بے سُرے راگ کی تان نبوّت پر ہی آکر ٹوٹتی ہے - شروع شروع میں اسکی باتیں نہایت چکنی چپڑی اور دلکش - ایک ہی فقرہ میں ہزاروں دل اپنی آہنی مٹھی میں دبالے - لیکن انجام کار وہ نبوّت کے دروازہ کو بھی اپنے قابو میں کر لیتا ہے - دُور کیوں جایئے - ہمارے پاؤں میں اس قدر پیدل مُسافت طے کرنے کی سکت ہی نہیں - اور خرِ دجال پر سوار ہونے کی ہمت نہیں - ہاں کوئی بیت المال ہوتا - اور لوگوں نے دھڑا دھڑ چندے کے پلندے بنا بنا کر بھیجنے شروع کر دیئے ہوتے - تو پھر یہ مشکل بھی آسان ہو جاتی - اچھا - دُور نہ سہی - پنجاب کی سرزمین پر ہی اپنی عقاب سے زیادہ تیز نظر دوڑائیں - تو آپ کو سینکڑوں مثالیں ملجائینگی کہ ابتدا میں کسی مجہول الاسم انسان نے اصلاحِ دین کا بیڑا اُٹھایا - اور اپنے چکنے چپڑے لکچروں اور مضامین سے قوم کے شیرازہ کو منسلک کرتے کرتے جب دکان چل نکلا - تو فوراً نبوّت کی داغ بیل ڈال دی -

مرزا صاحب آنجہانی کے نام نامی اور اسم گرامی خطوط وحدانی (چاٹی مدھانی) سے کون شخص واقف نہیں - آپ تو علاّمہ بھی نہ تھے -

صرف اور محض مرزا تھے یا محرر تحصیل۔
ایک دن بقول۔

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

کچھ اول فول ہی یاد آیا ہوگا۔ کہ فوراً بستۂ محرری تہ کرکے بالائے طاق رکھدیا۔ اور خدمتِ اسلام کی آڑ میں ایک لمبا چوڑا اشتہار دیدیا۔ پھر کیا تھا۔ لوگوں نے سمجھا۔ اسلام کی خدمت ہونے لگی۔ شروع شروع میں سکہ بٹھانے کے لئے عیسے۔ مہدی سب کی تعریف کی۔ خود بھی حسب تصریحاتِ اسلام ان کی آمد کے منتظر ہے۔ اور لوگوں کو بھی انتظار پر آمادہ کیا۔ لیکن بالآخر بقول امیر مینائی

ہم دوش ہوتے ہوتے ہم آغوش ہوگئے ۵

خادم دین اسلام بنتے بنتے پہلے مہدی بنے۔ پھر عیسٰی۔ پھر کرشن اور اس کے بعد خدا ہی بن گئے۔

اب تو ملتِ بیضا کے پرستاروں کی آنکھیں کھلیں۔ کہ ہیں ؟ یہ کیا اُفتاد پڑی۔ یہ سودیشی نبوت کہاں سے گلے پڑ گئی بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ سُلجھنے سُلجھے۔ نذریں مانیں۔ لیکن مرزا آنجہانی نے اپنے تازہ بتازہ۔ توبہ توبہ۔ "پنجاب لانڈری ورکس" کے خم چڑھے اور استری کئے ہوئے الہامات کا تانتا باندھ دیا۔ جونہی کسی نے سر اُٹھایا۔ سودیشی مغلظات اور فتاوی تکفیر کے تیر و تفنگ سے اس کی مرمت کردی۔

زعمائے قوم اور ہمدردانِ ملت نے مل جُل کر آج احرار کانفرنس کی بُنیاد ڈال دی ہے۔ اور اس میں ہر ایک کلمہ گو مسلمان شامل ہوکر فتنۂ نبوت سودیشیہ کے سدِ باب کے لئے کوشاں ہو رہا ہے۔ لیکن اگر پہلے ہی اس کا مقابلہ کرلیا جاتا۔ اور ابتدا میں ہی اس تحریک کا سر کچل دیا جاتا۔ تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

پنجاب کے پیرزادوں سے

از علامہ اقبال

حاضر ہوا میں شیخ مجدّدؒ کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو — آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار!
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند — ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار!
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا کلہِ فقر سے ہو طرّۂ دستار!

باقی کلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق
طُرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار! [1]

[1] از بالِ جبریل (یہ کتاب بقیمت تین روپے علاوہ محصول ڈاک دفتر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے مل سکتی ہے)

حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کا سالانہ دورہ اور اس کے شاندار نتائج

جوشِ اسلامی کے دلکش مظاہرے

تین لاکھ فرزندانِ توحید کو پیغامِ عمل پہنچایا گیا۔ چار ہزار نئے ارکان اور اڑھائی ہزار رضاکاران یا فدا کارانِ اسلام کا اضافہ

وہ ساعت بڑی ہمایوں اور وہ گھڑی بڑی مبارک تھی جبکہ حضرت سیدنا و مولانا ابوالبرکات سید **محمد فضل شاہ** صاحب قبلہ سجادہ نشین جلالپور شریف و امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی اور تباہی و بربادی سے بدرجہ غایت متاثر ہو کر حزب اللہ جیسی مبارک اور مردہ قوم کے اندر آثارِ حیات پیدا کرنے والی جماعت کی تاسیس و تشکیل فرمائی اور اپنے آرام و آسائش کو بالائے طاق رکھ کر پنجاب کے مختلف اضلاع میں مسلمانوں کو اپنا پیغامِ عمل پہنچانے کی خاطر دورہ کا آغاز فرمایا۔

یوں تو خداوند کریم کے لطف و کرم سے اب تحریک اپنے ابتدائی مراحل طے کر کے اور مخالفین و معاندین کے علی الرغم ہر موافق و مخالف سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے اور حزب اللہ کے زرین اصول سے اختلاف شاید ہی کسی کور مغز کو ہو سکے۔ لیکن اصلاح و تنظیم کے قابلِ عمل پروگرام کو جس اولوالعزمی اور بلند ہمتی کے ساتھ حضرت **امیر حزب اللہ** مدظلہ العالی پورا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرنے اور ان کے اندر جذبہ ایثار، فدویت و سرفروشی پیدا کرنے اور انہیں وانتم الاعلون کا فراموش شدہ سبق یاد دلانے کی خاطر صعوبات سفر برداشت اور اپنی صحت کو قوم کی بہتری کی خاطر قربان کر رہے ہیں۔ وہ انہیں کا حصہ ہے اور ان کی سابقہ پُر آرام و آسائش زندگی کا اگر موجودہ بے آرامی اور تگ و دو سے مقابلہ کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کے دل میں واقعی قوم کا درد اور ان کے دماغ میں واقعی مسلمانوں کی موجودہ ذلت و ادبار کا احساس بدرجہ اتم موجود ہے اور جس سے بیقرار ہو کر گذشتہ سالوں سے بڑھ کر امسال پورے اڑھائی ماہ وہ مصروفِ عمل رہے ہیں اور اپنی دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی آواز سے مسلمانوں کو نہ صرف بیدار کر دیا بلکہ اس گئے گذرے زمانہ میں انہیں اسلام کی عزت و ناموس کے لئے اپنا سر ہتھیلی پر رکھنے کیلئے آمادہ کار بنا دیا اور وہ دن دور نہیں جبکہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مساعی جمیلہ بار آور ہو کر قوم کی ذہنیتوں، طبیعتوں، عزائم اور ارادوں میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دینگی اور اس مسیحا نفس کے انفاسِ قدسیہ سے مسلمانوں کی تمام بیماریاں کافور ہو کر اور ان کے ہر رگ و ریشہ کے اندر حیاتِ تازہ کا ایک روح سرایت کر کے انہیں تمام اقوامِ عالم کے مقابلہ میں تفوق و برتری نصیب ہو جائیگی۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

دورہ کا آغاز ۱۴ فروری ۱۹۳۵ء اور اختتام ۳ مئی ۱۹۳۵ء کو ہوا۔ اندریں اثنا تقریباً ساٹھ مقامات پر حضور ممدوح نے نزولِ اجلال فرمایا اور اضلاع جہلم۔ راولپنڈی۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ شاہ پور۔ کامل پور۔ جھنگ۔ میرپور اور پونچھ کے مسلمانوں کو حضور کے ارشاداتِ گرامی سے مستفید ہونے کا موقعہ نصیب ہوا۔ ہر مقام پر عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ بعض مقامات پر رضاکاروں کے مظاہرے بھی ہوئے جن سے اسلامی شان و شوکت کی گذشتہ یاد دلوں میں تازہ ہو گئی۔ ہر ایک جگہ مسلمانوں کے بے پناہ ہجوم نے عقیدت و ارادت کے جوش و خروش سے حضور کا استقبال کیا اور فلک بوس نعرہ ہائے تکبیر سے تقدیم ہوئی۔ ہر مقام کی اوسط حاضری پانچ ہزار سے کسی صورت کم نہ رہی ورنہ چند ایک مقامات پر حاضری دس دس پندرہ پندرہ ہزار سے بھی متجاوز تھی۔ مثلاً منڈی بہاؤالدین۔ ڈھونگ۔ ساؤ۔ گوجرخان۔ چکوال۔ جوڑہ وغیرہ وغیرہ۔

اس دفعہ قدرت نے حضرت امیر اور آپ کے رفقائے کار کا امتحان بھی لیا مگر خدا کا شکر ہے کہ حضور کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش اور حضور کی کوہ وقاری میں ذرا بھی تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ کم و بیش دو ہفتہ مسلسل بارشوں کا سامنا رہا اور برستے مینہ اور گرجتے بادل میں کیچڑ اور پانی میں ندیوں اور نالوں کی طغیانی میں دورہ جاری رہا اور دنیا نے تسلیم کر لیا کہ اس پیکرِ خاکی کے اندر خدا نے عزمِ راسخ اور ہمت

بلند کے وہ جوہر نایاب ودیعت کر رکھے ہیں اور مجنوں وار لیلائے مقصود کی تلاش میں حضرت امیر محض اسلام کی شان بلند کرنیکی خاطر اس حد تک جفاکشی اختیار کر چکے ہیں جس کی مثال موجودہ قحط الرجال میں بالکل معدوم ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس سے بڑھکر ایک اور ابتلار لاری کا خطرناک اور شاید حادثہ کی صورت میں ظاہر ہوا جو کہ ۳ اپریل ۱۹۳۵ء کو دھالی تحصیل پنڈ دادنخان جاتے ہوئے رونما ہوا۔ لاری ایک بلندی پر چڑھ رہی تھی پٹرول کے رُک جانے سے وہ نشیب کی طرف لڑھک پڑی، بریکیں کمزور تھیں ایک ٹیلہ سے ٹکرا کر اُلٹ گئی۔ حادثہ کی نوعیت کے اعتبار سے نقصان بہت کم ہوا پھر بھی حضرت امیر کے چند ہمراہی معمولی زخمی ہوئے۔ خود حضرت امیر کو بھی داہنے شانہ پر کافی چوٹ آئی۔ لیکن ہمت واستقلال ملاحظہ ہو کہ چوٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور قومی درد کو جسمانی درد سے مقدم سمجھتے ہوئے مقررہ مقامات پر حسب معمول حضرت امیر نے تقریر بھی فرمائی اور کاروائی میں ذرا بھی خلل نہ پڑا۔ اور حضور نے عملاً ثابت کر دکھایا کہ ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

بلحاظ نتائج اس دفعہ کا دورہ پہلے تمام دوروں سے گوئے سبقت لے گیا کہ نہ صرف چار ہزار نئے ارکان حزب اللہ کی جماعت میں برضا و رغبت شامل ہوئے بلکہ رضا کاران حزب اللہ یا فدا کاران اسلام جنکی مجموعی تعداد پہلے اڑھائی ہزار کے قریب تھی اور پانچ سال کے عرصہ میں یہ تعداد پوری ہوئی تھی اس دفعہ کے دورہ میں اُن کی تعداد دُگنی ہوگئی یا بالفاظِ دیگر اڑھائی ہزار رضا کاروں نے اپنے فدا کاروں کی فہرست میں درج کرائے جن کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ اور جن کا مرنا جینا سب اسلام کی خاطر ہوا کرتا ہے اور آج سارے ہندوستان میں آپ نظر دوڑائیں تو سوائے ایک حزب اللہ کی جماعت کے آپ کو کوئی بھی اسلامی جماعت ایسی نہ ملے گی جس کے اندر ایثار و قربانی کی یہ سپرٹ موجود ہو اور جو اپنی جانیں اسلام کی عزت و ناموس پر قربان کرنے کے لئے وقف کر چکی ہو اور جو کہ ایک امیر کے اشارہ پر اپنی جان، اپنا مال سب کچھ فدا کرنے کے لئے تیار ہو اور لطف یہ کہ رضا کاروں میں غالب اکثریت نونہالان اسلام کی ہے اور مبارک ہے وہ قوم جس کے نوجوانوں کے دلوں میں قوم کی فلاح و بہبود کے جذبات پیدا ہو جائیں اور جوانی دیوانی کے ایام میں اُنکے دماغوں کے اندر مذہب کے خیالات موجزن ہو جائیں ونعم ما قیل ؎

دیوانہ کنی وہر دو جہانش بخشی — دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

آج ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو فخر کرنا چاہئے کہ ایک جواں سال و جواں ہمت مایہ ناز فرزند اسلام کے طفیل پورے پانچہزار مسلم و منظم مسلمان اسلام کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور ایک اہم ترین مگر فراموش شدہ فریضہ کی ادائیگی کے لئے وہ ہمہ تن آمادہ کار ہیں وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّحْدِثَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ باقی رہا حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کے ارشاداتِ گرامی سو اُن کے متعلق صحیح تو یہ ہے کہ ع

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

قلم میں طاقت نہیں کہ حضرت امیر کی تقریر دلپذیر کا پورا نقشہ کھینچ سکے اور اگر الفاظ قلم بند کر بھی لئے جائیں تو طرز ادا اور طریق بیان کا اظہار کیسے ہو سکے۔ غرض کہ حضور کی تقریر فصاحت و بلاغت سے لبریز اور جامعیت وہمہ گیری کے علاوہ اپنے اندر وہ کشش و انجذاب رکھتی اور فنِ خطابت کا ایسا دلکش مظاہرہ ہوا کرتا ہے کہ کوئی نقادِ سخن و نکتہ چین بھی اُس میں کسی قسم کی کوئی خامی یا کمی محسوس نہیں کر سکتا بلا مبالغہ یہ امر ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر سے بڑھکر قادر الکلام فصیح البیان اور جامع و مانع اور مدلل و مبرہن تقریر کرنے والا شاید ہی پنجاب میں کوئی شخص موجود ہو۔ حضور کی تقریر میں سب سے بڑھکر جو خوبی ہے وہ اُن کا طریقِ استدلال ہے اور وہ اپنے مقاصد کو ایسی خوبصورتی اور زبردست دلائل سے پیش فرماتے ہیں کہ کسی کو چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور بار ہا دیکھا گیا ہے کہ ایک مخالف سے مخالف نے جو کہ بغرض خوردہ گیری حضور کی تقریر کے وقت موجود تھا تقریر کے خاتمہ پر سب سے پہلے اپنا نام حزب اللہ یا رضا کاروں کی فہرست میں درج کرایا۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

حضور کی تقریر کا لب لباب مسلمانوں کے اندر روح عمل پیدا کرنا، اُن کی کھوئی ہوئی عظمت و وقار کو سامنے لا کر انہیں آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دلانا۔ جہاد کے بھولے ہوئے سبق کو از بر کرانا اور مسلمانوں کو وحدت عمل اور اتفاق کا درس دینا اُن کی اقتصادی و معاشرتی حالات کی اصلاح کی تجاویز پیش کرنا اور اُن کے سامنے

ایک ہو اور نیک ہو

کی تشریح کرنا ہوا کرتا ہے۔ غرض کہ تقریر تہذیب و تمدن سیاست و اخلاق کے ہر ایک پہلو پر ایک بہترین تبصرہ کا حکم رکھتی ہے اور اُس کے اثر کا ایک بدیہی ثبوت ہے کہ جن اضلاع میں حضرت امیر مدظلہ العالی کا قدوم میمنت لزوم ہوا وہاں کے مسلمانوں کے اخلاق و عادات، طرزِ معاشرت و طریقِ بود و ماند جذباتِ اسلامی و احساساتِ قومی کے اندر ایک عظیم ترین تغیر ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر میں ایک خط کا اقتباس پیش کرتا ہوں جو کہ گاکھڑا کلاں تحصیل گجرات سے حافظ سید نواب شاہ صاحب امام مسجد نے حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کی خدمت بابرکت میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"آپ کے قدوم میمنت لزوم سے پہلے گاکھڑا کلاں کی حالت ایسی تھی جیسی کہ اسلام سے پہلے عرب کی ہوا کرتی تھی لیکن اب وہ تمام مسجدیں جن میں ایک نمازی بھی نہ ہوا کرتا تھا نماز پڑھنے والوں سے بھرپور ہو چکی ہیں اور مسلمانوں کے اندر ذوق و شوق اور ولولۂ عمل کی وہ فراوانی ہے کہ دیکھ دیکھ کر حیرت پیدا ہوتی ہے۔ رضاکار اپنے فرائض منصبی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں اور کثیر التعداد مسلمان اپنے اپنے نام رضاکاروں کی فہرست میں درج کرا رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں کہ گاکھڑا کے تمام مسلمان رضاکاران اسلام میں شامل ہو جائیں گے۔"

اس خط کا اقتباس نمونۃً دیا گیا ہے ورنہ قریب قریب ہر ایک گاؤں کے مسلمانوں کی حالت جہاں کہ حضور تشریف لے گئے ہیں اِسی طرح تبدیل ہو چکی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی سربلندی منظور ہوئی تو مستقبل قریب میں حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اسلام کا جو بیج مسلمانوں کے دلوں کے اندر بو دیا ہے اِنشاء اللہ وہ ایک ایسے مضبوط اور تناور درخت کی شکل میں ظاہر ہو گا جس پر کہ اصلھا ثابتٌ وفرعھا فی السماءِ کا صحیح اطلاق ہو سکے گا اور اسلام کا وہ جھنڈا جو حضرت امیر مدظلہ العالی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بلند کیا ہے کسی وقت میں دُنیا کے تمام رایات سے سرفرازی حاصل کر لیگا اس لئے سب کلمہ گو بھائیوں کا فرضِ اوّلین ہے۔ کہ وہ حضرت امیر مدظلہ العالی کی درازیٔ عمر و اقبال کے لئے دُعا کریں تاکہ خدمتِ اسلام و مسلمین کا جو کام حضور ممدوح نے شروع کر رکھا ہے وہ اُن کی زندگی میں ہی درجۂ تکمیل حاصل کر سکے اور اُن کے قلبِ سلیم میں اِسلام کے مستقبل کے لئے جو نیک ارادے اور بہترین خواہشات موجود ہیں وہ پوری ہو کر رہیں۔

یارب این آرزوئے من چہ خوش است
تو برایں مدعا مرا برساں

غلام حیدر بی۔ اے
رضاکار حزب اللہ

برزخ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان پر کیا حالت گذرتی ہے اس کا مفصل جواب آپ کو برزخ میں ملیگا جو ایک گوہجویٹ نے بڑے لطیف پیرایہ میں لکھا ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲

مذہب اور تلوار اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا سب مذہب تلوار کے زور سے پھیلے ہیں اسلام پر الزام غیر مذاہب لگاتے ہیں یہ اُن کی اپنی دماغی اختراع ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۹

شاہنامۂ اسلام از ابو الاثر حضرت حفیظ جالندھری قیمت جلد اول ۳ جلد دوم ۳

ملنے کا پتہ۔ مینجر موتی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین۔ پنجاب

فاروق اعظمؓ

نتیجہ طبع ملک کرم داد صاحب کرمؔ ٹیچر مڈل سکول کلیام اعوان ضلع راولپنڈی

تمہید

زآسمان فرو آمدی وخاک شدی
کمالِ خویش نداتی کمالِ خویش نگر

چہ بودۂ - چہ شدستی - چہ آمدی چہ ردی
زحالِ خویش بکن گوش وحالِ خویش نگر

حمد باری تعالےٰ

ترا ہی نام لے کر دہر میں بیکس کرمؔ نکلا
لیا جب نام تیرا دل سے میرے خارِ غم نکلا

تو ہی بس قابلِ تعظیم وتکریم وعبادت ہے
ترا ہی نام دِل پر لائقِ زیبِ رقم نکلا

جہاں کا چپہ چپہ کونہ کونہ ڈھونڈ ڈالا ہے
نہ کوئی محترم نکلا نہ کوئی محتشم نکلا

تری سرکار اعلیٰ اور ترا دربار والا ہے
جہاں گردن کشوں کی گردنوں کا آکے خم نکلا

ترا تخمِ محبت جس نے کشتِ دل میں بویا ہے
شگفتہ اُس کا سینہ برتر از باغِ اِرم نکلا

کرم تیرا ہے یاں ورنہ بساطِ آدمی کیا ہے
کوئی اہلِ علم نکلا کوئی اہلِ قلم نکلا

جو دیکھا مَیں نے اپنا قطرۂ خونِ دلِ غلطاں
سِفالہ میرے دل کا در حقیقت جامِ جم نکلا

منوّر اِس کو انوارِ حقیقت سے تو ہی کر دے
شرابِ اُلفتِ احمد نبیؐ سے اِس کو تو بھر دے

نعتِ سرورِ کائناتؐ

محمد مصطفےٰ وہ پیکرِ انوارِ یزدانی
وہ فخرِ نوعِ انسانی حبیبِ ذاتِ ربّانی

مٹایا امتیازِ ذات ونسل وخانداں جس نے
ملی جس کے سبب سے رُوئے حبشی کو درخشانی

مجلّا اور مرصّع کر دیا ہے در وسے تو نے
مُعرّا جس سے دُنیا تھی مُبرّا نوعِ انسانی

ہیں صدقے اُسکی قدرت کے بھلا دیکھو تو کیا کم ہے
پڑھایا ایک اُمّی نے جہاں کو سرِ وحدانی

فقط اک نعرۂ اللہ اکبر میں ہلا ڈالا
نہ باقی تھا کوئی عجمی نہ ہندی اور نہ یونانی

تری ادنیٰ سی بخشش سے ملی صحرا نوردوں کو
جہانداری جہانگیری جہاں بخشی جہانبانی

کچھ ایسا پھوٹا صحرائے عرب میں فیض کا چشمہ
ہوئے سیراب جس سے تشنگانِ ذوقِ رُوحانی

کرمؔ بھی ہے گدا تیرے درِ الطاف وبخشش کا
ہے سرشارِ محبت سرفروشِ بزمِ ایمانی

لبا لب ہے مئے عشقِ نبیؐ سے جامِ دِل اُس کا
فدائے مِلّت وپروانۂ شمعِ مسلمانی

فقط اک آرزو دل میں مرے ہے خواجۂ یثرب
جبیں میری ترے عتبہ پہ ہو اے خواجۂ یثرب

(باقی آئندہ)

تصوف کی اجمالی تاریخ

اور

اُس پر نقد وبحث

از مولینا عبد السّلام صاحب ندوی

(۲)

قدماء کے دور کے بعد تصوف کتاب وسُنّت اور زہد وعبادت سے گذر کر مختلف علوم وفنون کا مجموعہ ہوگیا، اور شیخ بو علی سینا المتوفی سنہ ۴۲۸ھ نے تصوف کو فلسفہ کے ساتھ ملایا، چنانچہ تذکرۃ الاولیا میں ہے :-

"بعد ازاں طریقت بفلسفہ کشید[۱]"

علامہ ابن تیمیہ رسالہ سماع ورقص میں لکھتے ہیں :-

"ابن سینا نے ایک فلسفہ ایجاد کیا، جس کو اپنے سلف یونانیوں کے کلام اور اہل کلام یعنی جہمیہ وغیرہ کے عقائد سے مرکب کیا، اور بہت سے علمی اور عملی امور میں ملاحدۂ اسماعیلیہ کا طریقہ اختیار کیا، اور اس میں کسی قدر صوفیہ کے کلام کی آمیزش کی، لیکن درحقیقت اس کا مرجع بھی اُس کے بھائی اسمٰعیلیہ قرامطہ باطنیہ کا کلام ہے[۲]"

محدثانہ حیثیت سے صوفیہ کی مستقل سنت قائم ہوگئی، اور ابو عبد الرحمن سلمی المتوفی سنہ ۴۱۲ھ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب 'کتاب السنن' کے نام سے لکھی اور صوفیہ کیلئے بہت سی حدیثیں وضع کیں[۳] اس نے خاص صوفیانہ مذاق کے مطابق ایک تفسیر بھی لکھی جس میں باطنیوں کی تاویلات درج کیں[۴]

غرض تصوف نے متقدمین صوفیہ کے زمانے سے لیکر متاخرین صوفیہ کے زمانے تک جو قالب بدلے، اُسکی تاریخ علامہ ابن جوزی کے الفاظ میں یہ ہے کہ "تصوف کا لفظ دوسری صدی سے پہلے پیدا ہوا، اور جب قدماء صوفیہ نے اس لفظ کو پیدا کیا، تو اُس کے اوصاف بہت سے الفاظ میں بیان کئے، لیکن ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ اُن کے نزدیک ریاضت نفس، اور مجاہدہ کا نام تصوف ہے، جو اخلاق رذیلہ سے روکتا ہے، اور اخلاقِ فاضلہ مثلاً زہد، حلم، صبر، اخلاص اور صدق وغیرہ پر آمادہ کرتا ہے، چنانچہ حضرت جنید بغدادی سے تصوف کی حقیقت پوچھی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ "ہر بُرے خلق سے الگ ہونا اور اچھے خلق کو اختیار کرنا تصوف ہے"۔ اس کے بعد ابلیس نے صوفیہ کو دھوکا دینا شروع کیا اور جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اُس کا فریب بڑھتا گیا، یہاں تک کہ متاخرین پر اُس کا پورا تسلط ہوگیا، اور اس فریب کی اصلی وجہ یہ تھی، کہ اُس نے ان کو علم سے روک دیا، اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ مقصود صرف عمل ہے، اس لئے جب علم کا چراغ بجھ گیا، تو وہ اندھیری میں بھٹکنے لگے، چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ اس سے مقصود کلیۃً ترک دُنیا ہے، اس لئے انھوں نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا، جس سے ان کے بدن کی اصلاح ہوتی تھی، اور مال کو بچھو سے تشبیہ دی، اور یہ بھول گئے کہ مال مصالح کے لئے پیدا کیا گیا ہے، نفس پر اس قدر جبر کیا کہ بعض صوفیہ لیٹتے تک نہ تھے، اگرچہ ان لوگوں کے مقاصد اچھے تھے، لیکن خلاف سنت تھے، بعض لوگ ان میں علم کی کمی سے احادیث موضوعہ پر نادانستہ عمل کرتے تھے۔

---

[۱] تذکرۃ الاولیا جلد دوم صفحہ ۲۰۷، [۲] رسالہ مذکور صفحہ ۲۸۹، [۳] تلبیس ابلیس صفحہ ۱۶۴، [۴] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۴۹،

اس کے بعد ایک قوم پیدا ہوئی، جس نے فقر، گرسنگی، وساوس اور خطرات پر بحث کی اور اس میں کتابیں لکھیں، مثلاً حارث محاسبی، پھر دُوسرے لوگ پیدا ہوئے، تو انہوں نے مذہب تصوّف کو اور زیادہ مہذب بنا دیا، اس میں چند امتیازی خصوصیتیں پیدا کیں، مثلاً گدڑی، سماع، وجد، رقص، اور تالی بجانا اور نظافت وطہارت میں بھی اضافہ کیا، رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوتی گئی، اور مشائخ ان کے لئے قواعد بناتے گئے، اور علماء سے ان لوگوں کو دُوری ہوتی گئی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس کا نام علم باطن رکھدیا اور شریعت کو علم ظاہر کہنے لگے۔ ان لوگوں میں سے بعض لوگوں کے دل میں گرسنگی نے خیالات فاسد پیدا کئے اور انہوں نے خدا کے عشق وشیفتگی کا دعویٰ کیا گویا انہوں نے ایک حسین شخص کا تخیل قائم کیا، اور اس پر فریفتہ ہوگئے، اور یہ لوگ کفر وبدعت کے درمیان تھے، اس نے چند لوگوں کے عقائد خراب کردیئے، اور انہی لوگوں میں سے بعض حلول اور بعض اتحاد کے قائل ہوگئے، غرض ابلیس ان کو طرح طرح کی بدعتوں میں مبتلا کرتا رہا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے لئے مستقل سنتیں بنائیں، اور ابو عبدالرحمٰن سلمی نے صوفیہ کے لئے کتاب السنن تصنیف کی اور ان کے لئے تفسیری حقائق جمع کئے، ابونصر سراج نے ایک کتاب لمع الصوفیہ کے نام سے لکھی اور اس میں عقائد بد اور کلام مرذول بیان کئے، ابو طالب مکی نے قوت القلوب تصنیف کی اور اس میں احادیثِ باطلہ درج کیں، پھر ابو نعیم اصفہانی نے کتاب الحلیہ لکھی، اور حدود تصوف میں بہت سی قابلِ اعتراض چیزیں بیان کیں، اور صوفیہ میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور سادات صحابہ کو شامل کرلیا، اور ان کے متعلق عجیب عجیب باتیں بیان کیں، اور اس نے صوفیہ کے سلسلے میں قاضی شریح، حسن بصری، سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل کا ذکر بھی کیا، اسی طرح فضیل، ابراہیم بن ادہم اور معروف کرخی کو بھی اس لئے صوفیہ میں شامل کرلیا کہ یہ لوگ زاہد تھے، اور عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے کتاب الرسالہ لکھی اور اس میں فنا، بقاء، قبض، بسط، وقت، حال، وجد، وجود، جمع، تفرقہ، صحو، سکر، ذوق، شرب، محو، اثبات، تجلی، محاضرہ، مکاشفہ، لوائح، طوالع، لوامع، تکوین، تمکین، شریعت، حقیقت وغیرہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں لکھیں، محمد بن طاہر مقدسی نے صفوۃ التصوف لکھی اور اس میں ایسی باتیں لکھیں، جن کے بیان کرنے سے عقلمند آدمی کو شرم آتی ہے۔ ہمارے شیخ ابوالفضل بن ناصر حافظ کا قول ہے کہ ابن طاہر اباحیہ مذہب رکھتا تھا، اور اُس نے لونڈوں کی نظر بازی کے جواز میں ایک کتاب لکھی تھی، پھر ابو حامد غزالی نے صوفیوں کے طریقے پر احیاء العلوم لکھی، اور اس میں نادانستہ طور پر احادیث باطلہ بھر دیں، مکاشفہ پر بحث کی، اور قانون فقہ کے دائرے سے باہر نکل گئے، اور یہ بیان کیا کہ جو ستارہ چاند اور سورج حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دیکھا تھا، اُس سے وہ انوار مُراد ہیں جو حجابِ خداوندی ہیں، یہ مشہور ستارے مُراد نہیں، اور یہ کلام باطنیوں کے کلام کی جنس سے ہے۔

اس قسم کی کتابوں کی تصنیف کا سبب یہ تھا، کہ یہ لوگ سنن، آثار اور اسلام کا بہت کم علم رکھتے تھے، اور صوفیہ کا جو طریقہ اُن لوگوں نے پسند کرلیا تھا، اُس پر مٹے ہوئے تھے، اور اس طریقہ کو ان لوگوں نے اس لئے پسند کیا تھا، کہ زہد مسلّم طور پر ایک قابل ستائش چیز تھی، اور بظاہر ان لوگوں کو صوفیہ سے بہتر کوئی حالت اور ان کے کلام سے لطیف تر کوئی دُوسرا کلام نظر نہیں آتا تھا، اس کے بخلاف سلف کی سیرتوں میں کسی قدر خشونت پائی جاتی تھی، عام طور پر مخلوق بھی اس قوم کی طرف مائل تھی، کیونکہ اس طریقہ میں ظاہری طور پر نظافت وعبادت کے اجزاء شامل تھے، اور اُنہی کے ضمن میں راحت وسماع کا سامان بھی تھا، جس کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں[1]

محدّث ابنِ جوزی نے ۵۹۷ھ میں وفات پائی ہے، اور اسی صدی یعنی ۵۶۰ھ میں شیخ محی الدین ابن عربی جو مسئلہ وحدت الوجود کے بانی ہیں، پیدا ہوئے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ محدث موصوف نے تصوّف کی بدعات میں وحدت الوجود کا ذکر نہیں کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے زمانے تک شیخ نے اس مسئلہ کا اظہار نہیں کیا تھا، ان کے بعد اس مسئلہ کی اشاعت ہوئی، لیکن بہرحال ابن عربی نے ۶۳۸ھ میں وفات پائی ہے اس لئے ساتویں صدی میں کافی طور پر اس مسئلہ کی اشاعت ہوچکی تھی، اور اس زمانہ کے بعد تصوّف کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا، اور اس کی عملی حیثیت فنا ہوگئی، اور اس نے زیادہ تر علمی قالب اختیار کرلیا اور ایک مستقل فلسفہ کی حیثیت اختیار کرلی، چنانچہ دبستان المذاہب میں ہے:۔

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۱۷۳ تا ۱۷۴،

"در عقائدِ صوفیہ، صفیہ ہمانست کہ اشراقیاں راست، اما صوفیہ اکنوں عقائد برمز و اشارت در آمیختہ اند، تا نا اہل در نیابد، (ص ۳۱۸)

دوسرے موقع پر ہے:۔

"اکثر جا کلام حضرت رئیس الموحدین شیخ محی الدین ابن عربی و صوفیہ صفیہ را مزے شمارد و چوں بسر حد تصریح میرسانند با حکمت اشراق موافق است (۳۲۳)

متاخرین صوفیہ نے قدماء کے عملی طریقہ کو چھوڑ کر شیخ ہی کی تقلید کی ہے، اس لئے متاخرین کا تصوف قدماء کے تصوف سے بالکل الگ ہے چنانچہ مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:۔

"اوست کہ سخن معرفت و عرفان را بنیاد نہادہ است و شرح و بسط دادہ اوست کہ از توحید و اتحاد بہ تفصیل سخن گفتہ است و منشاء تعدد و تکثر را بیان فرمودہ است، و اوست کہ وجود را بالکل بحق دادہ است، جل و علا، و عالم را موہوم و متخیل ساختہ و اوست کہ تنزلات مر وجود را ثابت گردانیدہ است و احکام ہر مرتبہ را جدا کردہ است کہ عالم را عین حق دانستہ است جل شانہ، و ہمہ اوست گفتہ و با وجود آں مرتبہ تنزیہ حق سبحانہ و را و عالم یافتہ است و از دید و دانش او را سبحانہ، تنزہ و مبرا دانستہ مشائخے کہ از شیخ متقدم اند، و درین باب اگر سخن گفتہ اند باشارت و با رموز گفتہ اند و بشرح و تفصیل آں نپرداختہ و آنانکہ ازیں طائفہ بعد از شیخ آمدہ اند اکثر شاں تقلید شیخ اختیار کردہ اند[1]

تصوف کے اسی دور میں فرقہ قلندریہ بھی پیدا ہوا، لیکن ایک عجیب بات ہے، کہ محدث ابن جوزی نے اس فرقے کا ذکر بھی نہیں کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانے تک اس فرقے نے کوئی مستقل حیثیت اختیار نہیں کی تھی، بہر حال قدماء ہی کے زمانے میں فرقہ ملامتیہ پیدا ہو چکا تھا، اور اس کے بعد اسی قسم کا ایک دوسرا فرقہ پیدا ہوا۔ لیکن ان دونوں فرقوں میں جو فرق تھا اُس کو مقریزی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"قلندریہ ایک گروہ ہے، جو صوفیہ کی طرف منسوب ہے، اور کبھی وہ اپنے آپ کو ملامتیہ کہتا ہے، اس فرقے کی حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے آداب مجلس اور آدابِ گفتگو کی پابندی ترک کر دی ہے، فرائض کے سوا روزہ نماز کے کم پابند ہوتے ہیں، اور مباح لذتوں کے حاصل کرنے میں بیباک ہوتے ہیں، صرف شرعی رخصتوں پر قناعت کرتے ہیں، اور فرائض کی پابندی نہیں کرتے، یہ لوگ کچھ جمع نہیں کرتے اور بہت سی دنیوی چیزوں کے اکٹھا کرنے میں احتراز کرتے ہیں، یہ لوگ نہ متقشف ہوتے ہیں نہ زاہد، اور نہ عابد بلکہ ان کا خیال ہے کہ وہ صرف خدا سے اپنے دل کو خوش رکھتے ہیں اور اسی پر قناعت کرتے ہیں، اور بجز مسرتِ قلب کے یہ لوگ اور کچھ نہیں چاہتے، ملامتی اور قلندری میں یہ فرق ہے کہ ملامتی عبادات کے مخفی رکھنے میں مصروف رہتا ہے، اور قلندری عادات کے بگاڑنے میں مشغول، ملامتی تمام نیک کاموں کا پابند رہتا ہے، اور اس کو فضیلت سمجھتا ہے، البتہ وہ اپنے احوال و اعمال کو چھپاتا ہے، اور اخفائے حال کے لئے عوام کی ہیئت و لباس میں نمایاں ہوتا ہے تاکہ لوگ اُس کو پہچان نہ سکیں لیکن وہ اسی کے ساتھ مزید عبادات کا خواستگار رہتا ہے لیکن قلندری کسی ہیئت کا پابند نہیں رہتا، اور اپنے معروف اور غیر معروف حال کی پرواہ نہیں کرتا، وہ صرف اپنے دل کی مسرت کی طرف رجحان رکھتا ہے اور یہی اُس کا راس المال[2] ہے۔"

فرقہ قلندریہ کا ایک شعار یہ ہے کہ یہ لوگ چار ابرو کا صفایا کرواتے ہیں، اور اس کی وجہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں یہ بیان کی ہے

---

[1] مکتوبات مجدد الف ثانی جلد دوم ص ۱۳۷، [2] مقریزی جلد ۴ ص ۳۰۱،

کہ شیخ جمال الدین ساوی جو فرقہ قلندریہ کے پیشوا ہیں، نہایت خوشرو آدمی تھے، اس لئے ساوہ کی ایک عورت ان پر فریفتہ ہوگئی، اور ان کو اپنی طرف ہر ممکن طریقہ سے مائل کرنے لگی، لیکن یہ برابر انکار اور بے اعتنائی کرتے رہے، جب وہ عاجز آگئی، تو اُس نے اس غرض کے لئے ایک بُڑھیا عورت کو مقرر کیا، چنانچہ جس راستے سے وہ مسجد کو جایا کرتے تھے، بُڑھیا اسی راستے کے ایک گھر کے مقابل ایک مُہربند خط لیکر کھڑی ہوگئی، جب وہ گذرے تو اُس نے کہا کہ آپ پڑھ سکتے ہیں؟ جواب اثبات میں ملا، تو اُس نے کہا کہ "یہ خط میرے لڑکے نے بھیجا ہے، مَیں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پڑھکر سُنادیں" انہوں نے خط کھولا تو اس نے کہا کہ "میری بہو بھی اسی گھر میں ہے اگر آپ گھر کے اندر آکر خط پڑھتے تو وہ بھی سُن لیتی" انہوں نے اُس کی یہ درخواست منظور کرلی، لیکن جونہی وہ دروازے کے اندر داخل ہوئے بڑھیا نے دروازہ بند کرلیا، اور وہ عورت اپنی لونڈیوں کے ساتھ نکلی اور وہ سب اُن سے لپٹ گئیں اور اُس نے ان کو گھر کے اندر لیجا کر اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ جب انہوں نے نجات کی کوئی صُورت نہ دیکھی تو اس سے کہا کہ "مَیں ذرا پائخانے میں جانا چاہتا ہوں" اُس نے پائخانہ کا راستہ دکھادیا اور وہ پانی لیکر اُس کے اندر گئے، ساتھ اُسترا تھا اُس سے اپنی ڈاڑھی اور ابرو مونڈ ڈالے، اس حالت میں نکلے تو شکل نہایت بدنما ہوگئی تھی، عورت نے اس حرکت کو ناپسند کیا، اور ان کو گھر سے نکلوادیا۔ اور اس طرح وہ ارتکاب گناہ سے محفوظ رہے اس کے بعد انہوں نے یہی وضع اختیار کرلی، اور یہ اُن کے پیرؤں کا عام شعار ہوگیا۔[۱]

مقریزی نے لکھا ہے کہ یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی، اور دمشق میں ۶۱۶ھ میں اس کا ظہور ہوا۔[۲]

تصوف کا یہ دَور جو متوسطین و متاخرین کا دَور کہا جاتا ہے، تیسری صدی کے بعد شروع ہوا، اور آج تک قائم ہے اور اس دَور کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:-

نظام خانقاہی نفحات الانس میں ابو ہاشم صوفی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

"اوّل خانقاہے کہ برائے صوفیان بنا کردند آنست کہ برملہ شام کردند"

علامہ ابن تیمیہ نے امام معمر بن زیاد کی کتاب اخبار الصوفیہ کے حوالہ سے لکھا ہے، کہ صوفیہ کے لئے سب سے پہلے بصرہ میں گھر بنائے گئے،[۳] اور مقریزی کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ان عبادتخانوں کی بنیادیں قائم ہوئیں چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "سب سے پہلے عبادت کے لئے زید بن صوحان نے گھر بنایا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس نے دیکھا کہ بصرہ کے چند لوگ صرف عبادت میں مشغول رہتے ہیں، نہ کوئی تجارت کرتے، نہ ان کی اور کوئی آمدنی تھی، اس لئے اُس نے اُن کے لئے گھر بنوادیئے، اور اُن کے کھانے کپڑے کا سامان کردیا، ایک دن وہ ان کی زیارت کو آیا، اور ان کے متعلق دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے بصرہ کے عامل تھے، اُن لوگوں کو بُلالیا ہے، وہ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابن عامر تم اس قوم سے کیا چاہتے ہو، انہوں نے کہا کہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ مجھ سے تقرب حاصل کریں، اور مجھ سے سفارش کریں تو مَیں ان کی سفارش قبول کروں، مجھ سے سوال کریں تو مَیں انہیں جواب دوں، مجھے مشورہ دیں، تو مَیں ان کا مشورہ قبول کروں، اُس نے کہا "ایسا نہیں کرنا چاہئے، کہ ایک قوم جو صرف خدا کی ہورہی ہے اُس کو آپ اپنی دُنیا میں آلودہ کریں اور اپنے کاموں میں ان کو شریک کریں، یہاں تک کہ جب ان کا دن برباد ہوجائے، تو آپ اُن سے روگردانی کرلیں، اور وہ نہ دنیا کے رہیں، نہ آخرت کے، اُٹھو اور اپنی جگہ پر جاؤ، چنانچہ یہ لوگ اُٹھ کر چلے گئے، اور ابن عامر کچھ نہ بولے،[۴] لیکن عام اصطلاحی معنوں میں ان کو خانقاہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اسلام کی تاریخ میں مدارس وغیرہ کی طرح خانقاہوں کا ایک مستقل نظام ہے، اور یہ نظام ۴۰۰ھ میں قائم ہوا،[۵] اور اس نے دولت سلجوقیہ میں نہایت ترقی کی، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:-

"زمانہ آگے بڑھ گیا، اور اُمت میں تفرق ہوگیا، اور ہر قوم نے دین کا ایک شعبہ لے لیا، جس میں اُس نے اضافے کئے اور دین کے دُوسرے شعبہ سے اپنی توجہ پھیر لی، اہل علم کے لئے مدارس قائم کئے گئے اور اہل عبادت کے لئے رباط اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اُن کی اشاعت کی ابتدا دولتِ سلجوقیہ میں ہوئی، او

۱؎ ابن بطوطہ جلد اول صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲؎ مقریزی جلد ۴ صفحہ ۳۰۲، ۳؎ فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، ۴؎ مقریزی جلد ۴ صفحہ ۲۷۳، ۵؎ ایضاً صفحہ ۲۷۱

پہلے پہلے نظام الملک کی وزارت میں مدارس اور مسکینوں کے لئے رباطات قائم کی گئیں، اور اُن پر اوقاف قائم کئے گئے،
اس سے پہلے بھی مدارس اور رباطات کا ذکر ملتا ہے، لیکن میرے خیال میں ان پر وقف نہیں کیا گیا تھا۔[۱]

سلجوقیوں کے بعد نظام خانقاہی کو مصر میں بہت زیادہ ترقی ہوئی، اور اس میں صوفیہ کی تن پروری کے تمام سامان مہیا کئے گئے، مقریزی نے ان خانقاہوں کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں، چنانچہ ان میں ایک خانقاہ کے جو حالات لکھے ہیں، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار ناصر محمد بن قلاون شکار کو جا رہا تھا کہ راستے میں سخت علیل ہو کر گھوڑے سے اُتر پڑا، اور یہ نذر کی اگر خدا نے اُس کو شفا دی، تو اس جگہ خدا کی عبادت کے لئے ایک عمارت بنائیگا۔ جب شفا ہو گئی تو خود انجینروں کے ساتھ سوار ہو کر گیا، اور ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی، جس میں صوفیوں کے لئے سو خلوتیں بنائیں، خانقاہ کے پہلو میں ایک جامع مسجد تیار کرائی، اور حمام اور مطبخ تعمیر کئے، ذوالحجہ ۷۲۳ھ میں تعمیر کا کام شروع ہوا، اور ۷۲۵ھ میں عمارت مکمل ہو گئی، نہایت شاندار طریقہ پر اس کا افتتاح ہوا، تمام امراء، قضاۃ اور مشائخ کو اعلیٰ پیمانہ پر دعوت دی گئی، اور امراء اور ارباب وظائف کو خلعت عطا ہوئے، رفتہ رفتہ لوگوں نے اس خانقاہ کے اردگرد مکانات، حمامات، اور دوکانیں تعمیر کر لیں، یہاں تک کہ ایک بڑا شہر آباد ہو گیا، اور ہر جمعہ کو ایک عظیم الشان بازار لگنے لگا، جس میں گھوڑے، اونٹ، گدھے، بیل، بکری، مُرغی، بط اور مختلف قسم کی چیزیں فروخت ہوتی تھیں، اور اس خانقاہ کے احترام میں کسی چیز پر کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا، صوفیوں کے آرام و آسائش کا جو سامان کیا گیا تھا، اُس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر صوفی کو روزانہ بکری کا ایک رطل عمدہ پکا ہوا گوشت، چار رطل میدے کی روٹی ماہوار چالیس درہم، ایک رطل شیرینی، دو رطل زیتون کا تیل، اسی قدر صابون، سالانہ کپڑے کی قیمت، رمضان، عیدین، رجب، شعبان اور عاشورا کی تقریبات میں اس پر اضافہ، موسمی پھلوں کی قیمت ملتی تھی، خانقاہ میں ایک توشہ خانہ تھا، جس میں شکر، مختلف قسم کے شربت اور دوائیں موجود رہتی تھیں، اور جراح، کحال اور حجام بھی موجود رہتے تھے، اور ہر رمضان میں صوفیوں کے پانی پینے کے لئے کوزے ملتے تھے، تانبے کی پتیلیوں پر قلعی کرائی جاتی تھی، ہاتھ دھونے کے لئے اشنان ملتا تھا، حمام میں صوفیوں کے بدن ملنے اور بال مونڈنے کے لئے حجام مقرر تھے، اور اس طرح اس خانقاہ کے صوفی تمام ضروریات سے بے فکر ہو کر صرف عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔[۲]

مصر کے نظامِ خانقاہی پر ابن بطوطہ نے بھی ایک مفصل مضمون لکھا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مصر کے امراء زاویوں کی تعمیر میں جسکو یہ لوگ خانقاہ کہتے ہیں، باہم مقابلہ کرتے ہیں، اور مصر کا ہر زاویہ فقراء کے ایک گروہ کے لئے معین ہے، جن میں زیادہ تر عجمی ہوتے ہیں، یہ لوگ تصوف کے طریقے پر اہلِ ادب اور اہلِ معرفت ہوتے ہیں، اور ہر زاویہ میں ایک شیخ اور ایک پہرہ دار ہوتا ہے، اور ان کے امور کی ترتیب عجیب ہے، کھانے کے متعلق ان کی عادت یہ ہے کہ زاویئے کا خادم صبح کے وقت فقراء کے پاس آتا ہے، اور ان میں جس شخص کو جو غذا مرغوب ہوتی ہے اُس کو وہ متعین کر دیتا ہے، جب سب کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ہر شخص کے لئے روٹی اور سالن الگ الگ برتنوں میں دیدیا جاتا ہے جس میں اُس کا کوئی شخص شریک نہیں ہوتا، ان لوگوں کو دن میں دو بار کھانا ملتا ہے، جاڑے اور گرمی کا کپڑا اور بیس سے لیکر تیس درہم تک ماہوار وظیفہ ملتا ہے، ہر جمعرات کو مٹھائی، کپڑے دھونے کے لئے صابون، حمام میں جانے اور چراغ جلانے کیلئے تیل کی قیمت ملتی ہے، یہ لوگ بن بیاہے ہوتے ہیں، اور جن کے پاس بیبیاں ہوتی ہیں اُن کے زاویئے الگ ہوتے ہیں، ان کے لئے نماز پنجگانہ کی حاضری، رات کو زاویہ میں قیام اور زاویہ کے اندر قبہ میں اجتماع ضروری ہے۔

ان کی یہ بھی عادت ہے، کہ ہر شخص ایک مخصوص سجادے پر بیٹھتا ہے، اور جب نماز صبح پڑھ چکتے ہیں تو سورۂ فتح، سورۂ ملک اور سورۂ عم پڑھتے ہیں۔ پھر قرآن مجید کے اجزاء لائے جاتے ہیں، اور ہر فقیر ایک جزو کو لے لیتا ہے اور قرآن مجید کو ختم کرکے ذکر کرتے ہیں، پھر قراء اہلِ مشرق کی عادت کے موافق پڑھتے ہیں، اور یہ لوگ نمازِ عصر کے بعد بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

نووارد مسافر کے ساتھ اُن کی عادت یہ ہے کہ وہ زاویہ کے دروازے کے پاس آتا ہے اور اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے، کہ اس کی کمر

---

[۱] فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۴۵۹، [۲] مقریزی جلد ۲ صفحہ ۴۸۵، ۴۸۶،

بندھی ہوئی ہوتی ہے، کاندھے پر ایک سجادہ، داہنے ہاتھ میں ایک عصا اور بائیں ہاتھ میں ایک لوٹا ہوتا ہے، آب دربان زاویہ کے خادم کو اس کے آنے کی اطلاع دیتا ہے، اور وہ آکر اُس سے پُوچھتا ہے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کس طریقے کے زاویئے میں اُترے ہو؟ تمہارا کون شیخ ہے؟ جب اُس کے قول کی صحت معلوم ہوجاتی ہے، تو اُس کو زاویہ کے اندر داخل کرتا ہے، مناسب مقام پر اس کا سجادہ بچھا دیتا ہے، اور اُس کو طہارت خانہ دکھا دیتا ہے، وہ وضو کرکے اپنے سجادے پر آتا ہے اور اُس کے بیچ میں بیٹھ جاتا ہے، اور دو رکعت نماز پڑھ کے شیخ اور حاضرین سے مصافحہ کرتا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے، ان کی یہ بھی عادت ہے کہ جمعہ کے دن خادم اُن کے تمام سجادوں کو لے کر مسجد میں جاتا ہے اور ان کو بچھا دیتا ہے، یہ لوگ اپنے شیخ کے ساتھ اکٹھا نکلتے ہیں اور مسجد میں آکر ہر شخص اپنے سجادہ پر نماز پڑھتا ہے، جب نماز سے فارغ ہوچکتے ہیں تو اپنی عادت کے موافق قرآن پڑھتے ہیں پھر اپنے شیخ کے ساتھ زاویئے کی طرف اکٹھے واپس آتے ہیں۔[1]

۶۔ امرد پرستی۔ مصر کی ایک جدید کتاب میں لکھا ہے کہ عجمیوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے اسلام میں جو بدعات پیدا ہوئے، ان کے اثر کو تصوف و شعیت نے نمایاں کیا،[2] اس لئے امرد پرستی کا مذاق جو ایرانیوں کا قومی مذاق تھا، اس سے متصوفین بھی قدرتی طور پر متاثر ہوئے، اس کے ساتھ ان کو نوخیز امردوں سے ہمیشہ سابقہ رہتا تھا، کیونکہ یہ لوگ زہد و ارادت کے خیال سے ان کی صحبتوں میں زیادہ تر حاضر رہا کرتے تھے، اس لئے اُن کو جلوت و خلوت میں ان کے حُسن و جمال سے متمتع ہونے کا موقع ملا کرتا تھا، ارباب حلول و اتحاد میں سے بھی بہت سے لوگ ان میں شامل ہوگئے تھے، جن کا خیال تھا کہ خداوند تعالیٰ حسینوں کے جسم میں حلول کرجاتا ہے۔ اس لئے وہ امردوں کی نظر بازی کو جائز رکھتے تھے۔ بلکہ ابن طاہر نے جو اباحیہ فرقے کا ایک آدمی تھا، اس کے جواز میں ایک کتاب بھی لکھی تھی، لیکن جب تک قدماء کا دور قائم رہا تصوف کے دائرے میں یہ بدعت پھیلنے نہ پائی، بلکہ وہ لوگ ہمیشہ اپنے تلامذہ و اصحاب کو اس سے روکتے تھے، چنانچہ ایک بار یوسف بن حسین رحمۃ اللہ نے اپنے تلامذہ کو یہ ہدایت کی کہ "امردوں کی صحبت میں نہ رہو"۔ سری سقطی نے فرمایا کہ "امردوں کے چہروں کو نہ دیکھو"۔[3] ابن الجلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "میں اپنے اُستاد کے ساتھ جا رہا تھا، کہ ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر کہا کہ اے اُستاد آپ کے خیال میں خدا اس کو بھی عذاب دیگا؟ بولے "اگر تم نے اُس پر نظر ڈالی ہے تو عنقریب اس کا انجام بھی دیکھو گے" چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس کے ۲۰ سال بعد میں قرآن بھول گیا۔

ابو بکر محمد بن موسیٰ الواسطی کا قول ہے کہ جب خدا کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، تو ان مُرداروں یعنی امردوں کی صحبت میں ڈال دیتا ہے۔[5] لیکن قدماء کے بعد متصوفین میں یہ وبا شدت کے ساتھ پھیلی، اور ان میں مختلف لوگوں نے مختلف اغراض سے امرد پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔

(۱) ایک تو وہی حلولیہ فرقہ کے لوگ تھے جو درحقیقت صوفی نہ تھے بلکہ صوفی بن گئے تھے، ان کا خیال تھا کہ خدا اجسام میں حلول کرتا ہے، اور اُن میں بعض لوگوں نے اس اصول کے لئے حسین صورت کی تخصیص کرلی تھی۔

(۲) دُوسرے وہ لوگ تھے جو صوفی نہ تھے، لیکن صوفیوں کی وضع فسق و فجور کے لئے اختیار کرلی تھی۔

(۳) تیسرے وہ لوگ تھے جو حسین چیزوں کو دیکھنا مباح سمجھتے تھے اور اس قسم کی موضوع حدیثیں روایت کرتے تھے۔ "نیکی کی تلاش حسین چہرے والوں کے پاس کرو، تین چیزیں نگاہ کو روشن کرتی ہیں، سبزہ، پانی اور حسین چہرے کا دیکھنا"

(۴) چوتھے وہ لوگ تھے جو امردوں کو کسی بُری نیت سے نہیں دیکھتے تھے، بلکہ بہ نظر عزت دیکھتے تھے، یہاں تک کہ اس گروہ میں بعض لوگ صرف حسن صورت پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ امردوں کو زیورات اور رنگین کپڑے پہنا کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے، کہ اس نظر و اعتبار سے صانع پر استدلال کرنے سے ایمان بڑھتا ہے۔ ایک بار اسی جماعت کے ایک شخص نے ایک حسین لڑکے کو دیکھا تو اسکی طرف ٹکٹکی بندھ گئی، اور اس کے قریب گئے اور خدا کا واسطہ دلا کر کہنے لگے کہ ٹھہر جا کہ میں تجھ سے اپنی نظر کو سیراب کرلوں، وہ تھوڑی دیر تک ٹھہرا رہا، پھر

۱؎ ابن بطوطہ جلد اول صفحہ ۲۲ و ۲۴، ۲؎ فجر الاسلام باب ثالث، ۳؎ کتاب اللمع صفحہ ۲۸۶، ۴؎ رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۴، ۵؎ ایضاً صفحہ ۲۹۔

چلنے لگا، تو خدا کا واسطہ دلا کر اُس کو ٹھہرا لیا اور اس کو نیچے سے اوپر تک دیکھنے لگے، وہ پھر چلنے لگا تو اُس کو پھر خدا کا واسطہ دے کر ٹھہرایا، اور دیر تک اُس کی طرف دیکھتے رہے، وہ پھر چلا تو خدا کا واسطہ دلا کر اُس کو ٹھہرایا۔ اور اُسکی طرف دیکھتے رہے، پھر نگاہ نیچی کر لی، اور وہ چلا گیا، تو دیر کے بعد روتے ہوئے سر اُٹھایا، اور کہنے لگے، کہ اُس نے مجھ کو اس دیکھنے سے ایسا چہرہ دکھایا جو تشبیہ، تمثیل اور تحدید سے بالاتر ہے۔

(۵) پانچویں وہ لوگ تھے جو امردوں کو اپنی صحبت میں تو رکھتے تھے لیکن اپنے آپ کو ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھتے تھے اور اُس کو ایک قسم کی ریاضت اور مجاہدہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بہت بڑے سیاح کا بیان ہے کہ مجھ کو ایک 'صوفی' کی صحبت میں جس کا نام مہرجان تھا رہنے کا اتفاق ہوا، یہ شخص پہلے مجوسی تھا، پھر مسلمان ہو کر صوفی ہو گیا، میں نے اُس کے ساتھ ایک حسین لڑکے کو دیکھا، جس سے وہ کبھی جُدا نہیں ہوتا تھا، رات ہوتی تھی تو وہ اُٹھ کر نماز پڑھتا تھا، پھر اُس کے پہلو میں سو رہتا تھا، پھر گھبرایا ہوا اُٹھتا تھا اور نماز پڑھ کر اس کے پہلو میں محوِ خواب ہو جاتا تھا، یہی حرکت اُس نے متعدد بار کی، اور جب طلوع فجر کا وقت آیا، تو اُس نے وتر پڑھی، اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا مانگی کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ میری رات محفوظ طریقہ پر گذر گئی، میں نے اس میں کوئی بدکاری نہیں کی، اور فرشتوں نے اس میں میرا کوئی گناہ نہیں لکھا، حالانکہ میرے دل میں جو جذبات پوشیدہ تھے اگر وہ پہاڑ کے اوپر لادیئے جاتے تو وہ پھٹ جاتا اور زمین شق ہو جاتی، پھر کہا کہ اے رات میں نے تجھ میں جو کچھ کیا اسکی گواہ رہ، خوفِ الٰہی نے مجھ کو حرامکاری سے باز رکھا۔[1]

(۶) چھٹے وہ لوگ تھے جو بالقصد لونڈوں کو صحبت میں نہیں رکھتے تھے، بلکہ لونڈے تو بہ کرکے زہد و عبادت کے لئے ارادتمندانہ خود انکی صحبت اختیار کرتے تھے، اور یہ لوگ ان کو اس مقصد کی تکمیل سے نہیں روکتے تھے، پھر بلاقصد جب ان پر بار بار نظر پڑتی تھی، تو قلب میں خیالاتِ فاسدہ پیدا ہو جاتے تھے۔

(۷) ساتویں وہ لوگ تھے، جو یہ جانتے تھے، کہ لونڈوں کی صحبت اور نظر بازی جائز نہیں، لیکن باایں ہمہ وہ اس پر اضطراراً مجبور ہو جاتے تھے، چنانچہ یوسف بن حسین فرماتے ہیں، کہ جو کچھ مجھے کرتے دیکھو، اُس کو کرو، بجز لونڈوں کی صحبت کے کہ وہ سب سے بڑا فتنہ ہے، میں نے سو بار سے زیادہ اپنے خدا سے معاہدہ کیا کہ لونڈوں کی صحبت نہ اختیار کرونگا، لیکن رخساروں کے حُسن، قدوں کی رعنائی اور آنکھوں کے ناز و انداز نے میرے اس عزم کو فسخ کر دیا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم صوفی اس فتنہ سے محفوظ رہے[1] اور حُسن پرستی اور امرد پرستی تصوف کی ایک عام خصوصیت ہو گئی، چنانچہ ہندوستان کے صوفیہ میں ایک بزرگ شاہ رحمت اللہ قدس سرّہ کے حال میں لکھا ہے، کہ وہ ایک لونڈے سے تعلق خاطر رکھتے تھے، لیکن اُس کے ساتھ کبھی تنہا نہیں بیٹھتے تھے، اور جب تک کوئی تیسرا شخص موجود نہ ہو، اس کو اپنی صحبت میں نہیں آنے دیتے تھے، لونڈا نہایت سیاہ فام تھا، لوگوں نے ان کی غیبت میں اعتراض کیا کہ وہ اس سیاہ فام لونڈے کی طرف کیوں نظر التفات رکھتے ہیں حسنِ اتفاق سے شاہ صاحب بھی آ گئے، اور معترض کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ "لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید" ان کی حسن پرستی کے لئے انسان کی تخصیص نہ تھی، بلکہ ہر حسین چیز پر فریفتہ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

"سرِ شوقِ من سلامت، ہر جا نظر می انگنم، تمام حسن بنظر می آید"

چنانچہ ایک بار ناظم صوبہ اودھ کے ہاتھی گذرے، تو ایک ہاتھی ان کو بہت پسند آیا، اور اس کو دیکھتے ہوئے سات آٹھ کوس تک چلے گئے، فیل بانوں نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ ہاتھی مست ہے، کہیں آپ کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے، بولے تم کو اس سے کیا غرض؟ فیل بانوں نے ہاتھی کو کھڑا کیا، اُنہوں نے نزدیک جا کر اُس کو بغور دیکھا، لیکن ہاتھی بے حس و حرکت کھڑا رہا، فیل بانوں نے یہ حالت دیکھی تو بہ تواضع پیش آئے، اور اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں قیام فرمائیے، لیکن انہوں نے کہا کہ ہمارا ذوق اسی حد تک تھا، اور واپس آئے۔[2]

---

[1] تلبیس ابلیس باب نقد الصوفیہ فی صحبتہم الاحداث، [2] ماثر الکرام جلد اول تذکرہ شاہ رحمت اللہ۔

اس امرد پرستی نے بہت سے جدید الفاظ پیدا کر دیئے، جو آج ہماری فارسی شاعری میں مستعمل ہیں، مثلاً شاہد کہ اس کے لفظی معنی شہادت دینے والے کے ہیں، لیکن اب فارسی اور اُردو شاعری میں معشوق کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً

"غافل از صوفیانِ شاہد باز"

کیونکہ صوفیہ لوگوں کو اس لئے شاہد کہتے تھے، کہ ان کا حُسن خدا کی صنعت و قدرت کی شہادت دیتا ہے۔ اِس لئے رفتہ رفتہ معشوقوں کو شاہد کہنے لگے، انہی لونڈوں کو مظہر بھی کہتے تھے، یعنی یہ کہ وہ حُسن ازلی کا مظہر ہیں۔

۷۔ عُرس۔ عشق اِلٰہی کے جذبہ میں یہ خیال قائم کیا گیا، کہ مرنے کے بعد خداوند تعالیٰ کے ساتھ عارف کا وصل ہو جاتا ہے، اِس لئے جب کوئی صوفی مر جاتا تھا، تو اس وصل کی مسرت میں تمام صوفیہ دعوتیں دیتے تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں قائم کرتے تھے اور لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے، اور اس کو عُرس کہتے تھے، جس کے معنی تقریب شادی کے ہیں۔ آجکل صوفیہ کے مزاروں پر جو سالانہ عُرس ہوتا ہے اس کی بُنیاد یہی ہے۔

(باقی آیندہ)

باغی مریدؒ[1]

از علامہ سر اقبال

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دیا بھی — گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!
شہری ہو دہاتی ہو مُسلمان ہے سادہ — مانندِ بُتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن!
نذرانہ نہیں! سُود ہے پیرانِ حرم کا! — ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن!
میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

رسالہ رسُول جہاں مفت

انجمن رفیق الاسلام گڑھ گانوہ (پنجاب) ایک ضخیم رسالہ رسُول کریمؐ کی حیات مُبارک کے متعلق شائع کیا تقطیع جیبی اور زبان حسب معمول سلیس ہے۔ رسالہ اس قدر جامع ہے گویا دریا کوزہ میں بند ہے بچے، بڑے، بوڑھے سب یہ رسالہ پڑھیں اور حرزِ جان بنائیں۔ اگر مسلمان آپ کی حیات مُبارک کو اپنے لئے نمونہ بنائیں تو زوال کی گھٹا آن واحد میں چھٹ جائے۔ میلاد کے موقع پر یہ رسالہ پڑھ کے سُنایا جائے۔ ایک ہی نشست میں آسانی سے سُنایا جا سکتا ہے۔ انجمن رفیق الاسلام عرصہ دراز سے خاموش تبلیغ کا انجام دے رہی ہے اور مستحق امداد ہے۔ یہ رسالہ بپتہ ذیل پر پانچ پیسے کے ٹکٹ محصولڈاک کے لئے بھیجنے پر مُفت مل سکتا ہے۔ سابقہ رسالے تحفۂ زکوٰۃ۔ رفیق حج۔ رفیق نکاح بھی منگانا چاہیں تو دو آنے کے ٹکٹ محصولڈاک کے لئے بھیجیں۔ رسالے بیرنگ نہیں بھیجے جاتے۔

محمد ظفر وکیل گڑھ گانوہ پنجاب

[1] ماخوذ بال جبریل جو بقیمت تین روپیہ دفتر رسالہ صُوفی سے مل سکتی ہے۔

اِنتخاب از مُرقع[۱] جہاد

مُصنّفہ فردوسیٔ ملت ملک منظور حسین صاحب منظور بی۔ اے مُصنّف جنگ نامۂ اسلام

مجاہدِ اسلام

اے جاں نثار عاشقِ دیدارِ مصطفیٰ! اے جاں سپار نوکرِ سرکارِ مصطفیٰ!
اے سرفروش چاکرِ دربارِ مصطفیٰ! اے نازِ بزم لشکرِ جرّارِ مصطفیٰ!
سینچا ہے تو نے خون سے اسلام کا چمن
جنّت کی سرزمیں ہے ترے نام کا چمن

قرباں تیرے جذبۂ سوز و گداز کے قرباں تیرے عشقِ حقیقت طراز کے
پردے اُٹھا کے تو نے فسونِ مجاز کے طے کر لئے ہیں مرحلے راز و نیاز کے
تیرے لئے ہیں بادۂ اُلفت کی لذّتیں
جامِ وصال و کیفِ محبّت کی لذّتیں

ملّت کا تیرے جوشِ عمل پر مدار ہے وجہِ سکون تیرا دلِ بے قرار ہے
حاصل اسے وہ جذبۂ بے اختیار ہے اہلِ ورع کی جس پہ عبادت نثار ہے
مر مر کے جس کو سبحۂ زاہد نے جا لیا
پل میں وہ تیری تیغ مجاہد نے پا لیا

فطرت کے تاجدار کی صمصام بھی ہے تُو اور حافظِ شریعتِ اسلام بھی ہے تُو
فتنہ گروں کو موت کا پیغام بھی ہے تُو روئے زمیں پہ باعثِ آرام بھی ہے تُو
قائم تجھی سے رشتۂ بزمِ حیات ہے
گر تُو نہ ہو تو ساری خدائی میں رات ہے

دَم زندگی کے عشق کا بھرتا نہیں ہے تُو تیغِ اجل کو دیکھ کے ڈرتا نہیں ہے تُو
مر کر ہزار بار بھی مرتا نہیں ہے تُو پستی پہ رفعتوں سے اُترتا نہیں ہے تُو
بالا فنا کے ہاتھ سے تیرا مقام ہے
حاصل ازل سے تجھ کو بقائے دوام ہے

سو بار زیرِ چرخ ترے امتحاں ہوئے سو بار تیرے سامنے اہلِ جہاں ہوئے
گو وہ فساد موجبِ رنجِ گراں ہوئے جوہر جو تیری تیغ کے لیکن عیاں ہوئے

---

[۱] "مرقعِ جہاد" فردوسیٔ ملّت کی تازہ ترین معرکہ آرا تصنیف ہے جو جنگ نامۂ اسلام کی تکمیل کے بعد مکمل ہوئی ہے۔ اس میں جہاد۔ تیغ مجاہد۔ مجاہد اور سلطان المجاہدین کے زیرِ عنوان فلسفۂ جہاد نہایت دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ تاج کمپنی کے زیرِ اہتمام کتاب ابھی زیرِ طبع ہے۔

پردے افق سے دورِ جہالت کے پھٹ گئے
تختے ستم گری کے جہاں سے اُلٹ گئے

دُنیا کو یاد ہے تری تلوار کا سبق　　بابِ وفا کے مطلعِ انوار کا سبق
درد اور اہلِ درد کے ایثار کا سبق　　راہِ خدا میں گرمیٔ رفتار کا سبق
زندہ ہے تیرے عشق کی تعلیم حشر تک
باقی ہے تیرا شیوۂ تسلیم حشر تک

تو نے فنا کا نام جہاں سے مٹا دیا　　دستِ عدم سے دامنِ ہستی چھڑا دیا
اُس معرفت کا جام بشر کو پلا دیا　　خاکی کو جس نے نور کا پُتلا بنا دیا
ذرّے کو تو نے غیرتِ خورشید کر دیا
فانی بشر کو زندۂ جاوید کر دیا

نو آبادیات کی اراضی کے حقوقِ مالکانہ

ورثائے یکجدّی اور بیوہ کے متعلق ایک اہم فیصلہ

شملہ ۲۲ مئی - آج مسٹر ڈالبسن فنانشل کمشنر کی عدالت میں ایک نہایت دلچسپ قانونی نکتہ پر بحث ہوئی - واقعات یہ تھے کہ خدماتِ فوجی کے صلہ میں ایک شخص مسمی نتھو بیگ سکنہ ضلع سیالکوٹ کو لائل پور نو آبادی میں دو مربع اراضی بحیثیتِ مزارع گورنمنٹ عطا ہوئی تھی - نتھو بیگ کی نرینہ اولاد نہ تھی - صرف ایک لڑکی تھی - لیکن اس کے بھائی شمس الدین کے بیٹے پوتے تھے - نتھو بیگ کے انتقال کے بعد اراضی کا انتقال بحقِ بیوگی مسمات حسین بی بی بیوہ نتھو کے نام ہو گیا - جس نے نتھو بیگ کی وفات کو بہت عرصہ گذر جانے کے بعد حقوقِ مالکانہ خریدنے کے لئے درخواست دی - نتھو بیگ کے بھائی شمس الدین کے پوتوں نے جو کہ نتھو بیگ کے ورثائے بازگشت تھے اس کی مخالفت کی - سابقہ فنانشل کمشنروں کے اس امر کے متعلق متضاد فیصلے تھے - ایک کے مطابق گورنمنٹ نے حقوقِ مزارعانہ دیئے ہوں اُس کی بیوہ ورثائے یکجدّی کے مقابلہ میں حقوقِ مالکانہ خریدنے کی حقدار لیکن دوسرے کے مطابق سن رسیدہ بیوہ کو ورثائے یکجدّی کے خریدنے کی اجازت دینا خلافِ مصلحت قرار دیا گیا تھا - ڈپٹی کمشنر لائل پور نے ایک فیصلہ کا تتبع کیا اور کمشنر ملتان نے دوسرے کا - فنانشل کمشنر کے سامنے یہ سوال درپیش تھا کہ دونوں فیصلوں میں سے کونسا صحیح ہے -

ورثائے بازگشت کی جانب سے فنانشل کمشنر صاحب کی عدالت میں پیروکار ملک محمد اسلم خاں بیرسٹرایٹ لاء اور بیوہ کی جانب سے مسٹر سلیم اور ایک اور صاحب تھے - فریقین کی طویل بحث سُننے کے بعد مسٹر ڈالبسن نے ایک نہایت طویل فیصلہ لکھ دیا - جس میں انہوں نے معاملہ کے ہر پہلو پر بحث کی اور ملک صاحب کی رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ بیوہ حقوقِ مالکانہ خریدنے کی مجاز نہیں -

چونکہ اس امر کے متعلق سابقہ فیصلے متضاد تھے اور موجودہ فیصلہ کے ذریعہ اس تضاد کو مٹا کر قانون کو مستقبل کے لئے واضح کر دیا گیا ہے - اس لئے یہ فیصلہ نہری آبادیوں کے زمینداروں کے نکتۂ خیال سے بہت اہم فیصلہ ہے -

محمد فاروق خاں

حالات غازیان شہدائے بلندی

متصل ٹھسکہ تحصیل نرائن گڑھ ضلع انبالہ

(قسط اول)

از قاضی محمود الحسن صاحب حبیبی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی سیکنڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ساڈھورہ

(جملہ حقوق محفوظ)

محل وقوع مزارات شہدائے بلندی قصبہ ساڈھورہ تحصیل نرائن گڑھ ضلع انبالہ سے بجانب شمال تقریباً پانچ کوس کے فاصلہ پر کوہ شوالک سرحد ریاست سرمور (ناہن) پر واقع ہیں۔ یہ مقام ٹھسکہ کے متصل ہے چونکہ یہ مزارات بلندی پر واقع ہیں۔ اس لئے شہدائے بلندی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہیں شہدائے صاحب یا شہدائے پور بھی کہتے ہیں۔ مزارات سرکاری علاقہ میں شامل ہیں۔

تقدس مقام یہ متبرک مقام ہے۔ یہاں قدیم زمانہ کے شہدا آسودہ ہیں۔ روایت ہے۔ کہ یہاں ہر جمعرات کو شیر سلامی کے لئے آتا ہے۔ دُور دُور سے لوگ بغرض زیارت آتے ہیں۔ ان بزرگوں کا فیض اب تک جاری ہے۔ اکثر لوگ چلہ کشی یہاں کرتے ہیں۔ لیکن چلہ نشین پر اس قدر ہیبت اور جلال بزرگان مزارات مذکورہ کا طاری ہوتا ہے۔ کہ رات کو قیام نہیں کر سکتا۔ مزارات کے پاس ایک درخت ہے۔ جو نیم کی قسم کا ہے، جس کے پتے میٹھے ہیں۔ یہ پتے کالی مرچ میں ملا کر بخار کے مریض کو کھلائے جائیں۔ تو وہ ببرکت شہدا تندرست ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ قمیص الاعظم اور شہدائے بلندی سلطان الاولیا حضرت شاہ قمیص الاعظم قادری جن کا مزار پُرانوار بمقام ساڈھورہ ہے۔ اکثر اوقات مزارات شہدائے بلندی کے زیارت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ "گمے" شاہ مجاور شہدائے بلندی سے روایت ہے کہ حضرت شاہ قمیصؒ نے فرمایا ہے۔ کہ جو میرا مرید ہو اُس کے لئے لازمی ہے۔ کہ وہ ان متبرک مزارات کی زیارت کرے۔ حضرت موصوف جیسی برگزیدہ ہستی کا معمول اور فرمان ثابت کرتا ہے کہ ان مزارات میں اعلیٰ پایہ کی بزرگ ہستیاں خوابیدہ ہیں۔ جو زائرین عُرس حضرت شاہ قمیصؒ کے موقع پر یا کسی اور موقع پر حاضر ہوتے ہیں۔ وہ شہدائے بلندی کی زیارت سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ رسالہ قمیصیہ میں لکھا ہے۔ کہ "ایک روز شیخ عبدالمؤمن صاحب زندہ شیر نے جو حضرت شاہ قمیص الاعظم کے خاص مُریدوں میں سے تھے۔ اپنے آقا سے عرض کیا۔ کہ آپ ننگے پاؤں اتنے دُور مزارات شہدائے بلندی پر جاتے ہیں۔ آپ کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی دفعہ جب میں حضرات شہدا کی زیارت کو جاؤں تو مجھے یاد دلانا۔ جب پھر آپ نے وہاں تشریف لیجانے کا عزم فرمایا تو شیخ مذکور نے وہی بات یاد دلائی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تم وضو کر کے آؤ۔ شیخ بموجب حکم وضو کر کے حاضر ہوئے۔ آپ اپنی انگشت مبارک شیخ مذکور کے ہاتھ میں دے کر شہدائے بلندی کی طرف روانہ ہوئے۔ شیخ مذکور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ساڈھورہ سے شہدائے بلندی تک ہزارہا لاشیں شہیدوں کی ایک دوسرے کے اوپر پڑی ہیں۔ اور سب لوگ ان کے سر اور سینہ اور بدن پر پاؤں رکھ کر گذرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو نے دیکھا۔ میں اسی سبب سے ننگے پاؤں آتا جاتا ہوں۔ میرے سے اسی قدر بے ادبی بہت ہے۔ کہ ان کے اوپر پاؤں رکھ کر جاتا ہوں۔"

لکھی شاہ بنجارہ کا واقعہ روایت ہے۔ کہ زمانہ قدیم میں ایک مشہور سوداگر مسمی لکھی شاہ تھا۔ جس کے پاس ایک لاکھ لادو بیل تھے۔ جن پر وہ تجارت کا مال لاد کر دُور دراز تجارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں موضع ٹھسکہ آباد نہ تھا۔ ایک دفعہ سوداگر مذکور کھانڈ کی بوریاں بھری ہوئی ڈیرہ دُون کو جا رہا تھا۔ ایک شب اُس کا قیام مزارات شہدائے بلندی کے قریب ہوا۔ رات کو خواب میں حضرات شہدائے بلندی نظر آئے۔ آپ نے تاجر مذکور سے استفسار فرمایا کہ کیا مال لئے جا رہے ہو۔ سوداگر نے جھوٹ بولا اور کہا کہ ان بوریوں میں سانبھر نمک ہے۔ صبح اُٹھ کر وہ ڈیرہ دُون کی طرف چلا گیا۔ جب منزل مقصود کو پہنچا۔ تو پہلے ایک بوری کھول کر دیکھی۔

اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ بوریوں میں بجائے کھانڈ کے نمک ہے۔ اپنی دروغگوئی پر نادم ہوا۔ اور توبہ کی۔ اور منت مانی کہ اگر ببرکت شہداء یہ مال اصلی حالت میں ہوجائے۔ تو واپسی پر جاکر مزارات کو پختہ کراؤنگا۔ چنانچہ سوداگر مذکور کا تمام مال دوبارہ کھانڈ ہوگیا۔ اور اُسے کافی نفع حاصل ہوا۔ بعد فروخت مال جب یہ سوداگر واپس آیا۔ تو مزارات شہداء مذکور کو پختہ کرایا۔ اور ایک کنُواں بنوایا جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ جس کا پانی نہایت شیریں ہے۔ مجاور مزارات سے راقم نے پُوچھا کہ کوئی کتبہ کنُواں مذکور پر ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ عرصہ گذرا ایک پتھر پر کچھ حروف کندہ تھے۔ اب یہ مٹ گئے ہیں۔ یہ کنُواں مَیں نے بچشمِ خود دیکھا ہے۔ یہ پتھروں کا بنا ہوا ہے اور قدیم زمانہ کا ہے۔

تعداد مقابر شہداء حضرات شہدائے بلندی کے مقابر کی تعداد کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ پیر نظام الدین صاحب بھورے والے پانچ قبور کی تعداد بتاتے ہیں۔ سادھوُرہ اور قرب و جوار کے لوگ راوی ہیں۔ کہ تین مزارات تو شہداء کے نظر آتے ہیں اور ایک قبر بلّی اور کتّے کی۔ لیکن ایک اور قبر ان مزارات کے نزدیک ہی ہے۔ جو عام نظروں سے پوشیدہ ہے اور جو اتفاقیہ نظر پڑ جاتی ہے۔ اگر کوئی اس پوشیدہ قبر کو دیکھنے کی نیت سے جائے۔ تو اُسے دکھائی نہیں دے گی۔

راقم الحروف دو دفعہ برائے زیارت شہداء گیا۔ مکّے شاہ مجاور مزارات مذکور کا بیان ہے۔ کہ سترہ پُشت سے میرے خاندان کے لوگ خدمت جاروب کشی مزارات شہدائے مذکور کرتے چلے آئے ہیں۔ اور مَیں اپنے بزرگوں سے تعداد مقابر وہی سُنتا آیا ہوں جو اس وقت موجود ہیں۔

فی الحقیقت تین بڑی قبریں ہیں۔ اور ایک اور قبر ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اور یہ کُتّے۔ بلّی کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

کُتّے۔ بلّی کی قبر کے متعلق تحقیق راقم الحروف عرصہ سے سوچتا رہا۔ کہ آخر کُتّا اور بلّی نجس چیزیں ہیں۔ ان کے مزارات بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔ ملتان شریف اور بعض دیگر مقامات میں بھی اس قسم کی مقابر کے متعلق روایت ہے۔ حال ہی میں مجھے ایک رسالہ ملا جس کا نام انوار العلاء ہے اور اس کے مُصنّف مولنا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی ہیں۔ یہ رسالہ متعلق حالات حضرت خواجہ امیر ابو العلاء اکبرآبادی ہے۔ رسالہ مذکور کے صفحہ ۲۲ پر کرامات خواجہ مذکور کا ذکر کرتے ہوئے مُصنّف لکھتے ہیں۔ کہ "ایک روز آپ (امیر ابو العلاء) خاصہ تناول فرمارہے تھے کہ ایک کُتّا صحن خانہ میں آبیٹھا۔ آپ نے ایک ہڈی اُس کی طرف بھی پھینک دی۔ کُتّے نے وہ ہڈی کھالی۔ بمجرّد کھانے کے یہ کیفیت ہوئی۔ کہ ایک ویران مکان کے گوشہ میں جا بیٹھا۔ وہیں بیٹھا رہتا ضرورتاً کبھی باہر آتا تھا۔ اور اُسکی سانس سے برابر ذکر جاری رہتا تھا۔ جب وہ مرا تو آپ نے خدّام سے فرمایا کہ اسے دفن کردیا جائے۔ چنانچہ رقبۂ درگاہ شریف میں کسی جگہ اُس کی قبر بھی بنادی گئی"۔

عبارت مذکور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خاصانِ خدا کی صحبت عجیب چیز ہے۔ حضرت غوث پاکؒ کی صحبت سے چور قطب ہوگیا۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے مشہور جادوگر جوگی جیپال کو عارف باللہ بنادیا۔ اصحاب کہف کے کُتّے مشہور ہیں۔ کُتّا وفادار جانور ہے اور اسی طرح بلّی بھی۔ ممکن ہے۔ کہ شہدائے بلندی میں شہداء کے فیض سے یہ کُتّے اور بلّی کی قبریں بنی ہوں۔ مجاور درگاہ شہداء بلندی نے میرے استفسار پر جو تحویل مقابر کُتّا۔ بلّی (جن کی قبریں شہداء کے مزار کے پاس ہیں) یوں کی۔ کہ کسی زمانہ میں ایک عورت تھی۔ جو مزارات شہداء پر آستاں بوس ہوکر مُدّت سے اس بات کی اُمیدوار تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُسے اولاد عطا فرمائے۔ آخر شہداء کی رُوح پُرفتوح کی توسط سے عورت مذکور کے ہاں دو بچے (لڑکا اور لڑکی) جوڑا پیدا ہوئے۔ شیرخواری کی مُدّت ختم ہونے پر عورت مذکور اپنے بچوں کو مزارات شہداء پر لائی۔ اور اُنہیں بطور نذر پیش کیا۔ کہ یہ بچے حضور کی درگاہ کے لنگر کے مہمانوں کا پس خوردہ کھاکر آپ کے کُتّا۔ بلّی ہوکر خادم رہیں گے۔ پس یہ بچے درگاہ مذکور پر خادم رہے۔ اور کُتّا۔ بلّی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجاور مذکور کا بیان ہے۔ کہ یہ دونوں قبریں جو کُتّے۔ بلّی کی قبروں کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ انسان کے بچوں کی قبریں ہیں اور اس طرح بوجہ خدمت درگاہ اور بوجہ الفاظ عقیدتمندی والدہ بچگان کے یہ کُتّا۔ بلّی کہلائے۔ اور عرصہ دراز گذر جانے کے بعد عوام الناس بغیر تحقیق اُن کو کُتّا۔ بلّی کہتے ہیں۔

راقم الحروف نے دونوں بیانات لکھ دیئے ہیں۔ قارئین کرام دونوں میں سے کوئی تحویل پسند کرلیں۔ ممکن ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق تاریخی ثبوت کسی زمانہ میں مل جائے۔ مَیں اُن اصحاب کا مشکور ہونگا۔ جو مجھے اس کے متعلق اپنی رائے اور صحیح ثبوت سے مطلع فرماویں گے۔

سید ابوالحسن صاحب کا تحفظ مقابر شہدائے بلندی کی زیارت کو جاتے ہوئے جب میں پہاڑی کے اوپر پہنچا۔ تو پہلی قبر شہید کے سرہانے کے قطب کی جانب احاطہ قبر میں چند شکستہ پتھر تعویذ قبر دیکھے۔ یہ شکستہ پتھروں کا ڈھیر بموجب بیان مجاور شہدائے بلندی کے عجیب واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ سید ابوالحسن صاحب قمیص القادری رحمۃ اللہ علیہ ساکن اسمٰعیل پور کے زمانہ میں ایک ہندو قصبہ ساڈھورہ میں رہتا تھا جس کے ہاں پرانے زمانہ کی ایک قبر تھی۔ ہندو مذکور اس قبر کی بے حرمتی کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ مفلوک الحال ہو گیا۔ ہندو مذکور نے اس قبر کا تعویذ ایک تیلی کو دیدیا۔ تیلی مذکور بھی بد اعتقاد شخص تھا۔ جو اسے کولھو میں تیل نکالتے وقت گدی پر رکھتا تھا۔ اور اُس کے اوپر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ آخر یہ پتھر ایک دن اُس کے بیل پر گرا اور اُسے زخمی کیا۔ تیلی مذکور کو معلوم ہوا۔ کہ یہ متبرک پتھر ہے۔ اِس لئے اُس نے اِسے جناب سید ابوالحسن صاحب مرحوم ذیلدار ساڈھورہ کو دیدیا۔ شاہ صاحب جو حضرت شاہ قمیص الاعظم کی اولاد سے تھے۔ اور جو بزرگوں کے معتقد ہونے کی وجہ سے اس متبرک پتھر کے قدردان تھے۔ اور اسلامی جذبات کا احترام کرنے والے تھے۔ کمال ادب سے اس شکستہ تعویذ قبر بزرگ کو لے کر بہت خوش ہوئے۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ شکستہ تعویذ قبر کسی کامل ولی کے مزار سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف اس امانت کو بعینہ لے کر شہدائے بلندی پر پہنچے اور اس یادگار قدیمی کو نہایت احترام سے پہلی قبر شہدا کے سرہانے کے قطب کی طرف رکھا۔ اس پر غلاف چڑھایا۔ اور ختم بزرگان کرایا اور فقراء کو کھانا کھلایا۔

راقم الحروف نے جب یہ روایت مجاور شہدائے بلندی سے سُنی۔ تو جناب سید ابوالحسن صاحب کی رُوح مبارک کے لئے دُعا مانگی۔ فی الحقیقت ایسے بزرگ بہت کم ملتے ہیں۔ جو تحفظ مقابر اولیاء میں اس طرح سے نمایاں حصہ لیں جس طرح شاہ صاحب مذکور نے لیا۔

میرا مضمون جو اس وقت قارئین کرام کے پیش نظر ہے تذکرہ شہدائے بلندی کے ساتھ ریسرچ ورک (Research work) (تاریخی چھان بین) کا تعلق رکھتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف نے تاریخ مقابر و حالات اولیائے زمانہ قدیم کی تحقیق میں ایک مؤرخانہ قابل تحسین کام کیا جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ جب محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ شہدائے بلندی کے مزارات کی تحقیق کی طرف منعطف ہو گی۔ تو اُس وقت شاہ صاحب مذکور کی عالمانہ اور مؤرخانہ دُور اندیشی کی قدر ہو گی۔ ساڈھورہ اور قرب جوار میں تاریخی دلچسپی مفقود ہے۔ اس لئے اب تک کسی نے شاہ صاحب مذکور کے اس عظیم الشان کام یعنی تحفظ آثار قدیمہ کا احساس نہیں کیا۔ ان باتوں کی قدردان گورنمنٹ انگلشیہ یا مؤرخین ہیں۔ اُمید ہے کہ گورنمنٹ پنجاب شاہ صاحب موصوف کی اولاد کو جنہیں تعلیمی ذوق ہے قدر کی نگاہ سے دیکھے گی۔

اس ڈھیر کے پاس چراغ چلایا جاتا ہے۔ جو اصحاب زیارت قبور شہدائے بلندی کو جائیں۔ وہ اس زمانہ قدیم کی یادگار کو بالخصوص دیکھیں۔ اور شاہ صاحب موصوف کے لئے دُعا فرماویں۔

میرے خیال میں نہایت ضروری ہے۔ کہ اس یادگار قدیمہ پر ایک کتبہ لگایا جائے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اس کے متعلق غلط روایات نہ بیان کریں۔ اور شاہ صاحب موصوف نے جو کام کیا۔ اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحیح تاریخی مذاق پبلک میں پیدا ہو۔

شاہ صاحب موصوف کے مستند حالات عنقریب شائع ہونگے۔ آپ کے فرزند ارجمند سید صغیر حسن صاحب قمیص القادری ذیلدار ساڈھورہ اس وقت موضع اسمٰعیل پور متصل ساڈھورہ تحصیل نرائن گڑھ ضلع انبالہ میں بقید حیات ہیں۔ سید ابوالحسن صاحب مرحوم کے ہونہار پوتے سید غلام جیلانی نویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔ جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ اور جنہیں خاص طور پر تاریخی مذاق حاصل ہے۔

(باقی آئندہ)

ابن یمین شعرائے ایران میں سعدی اور ابن یمین نے اخلاقی شاعری میں خصوصیت کے ساتھ نام حاصل کیا ہے۔ فارسی شاعری میں تصوف و اخلاق کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ زیادہ تر انہیں دونوں بزرگوں کا جمع کیا ہوا ہے۔ شیخ سعدی کا نام تو بچہ بچہ کی زبان پر ہے لیکن ابن یمین اس بارہ میں بہت بدقسمت تھے۔ ملک کو مولانا عبد السلام صاحب ندوی کا مشکور ہونا چاہئے جنہوں نے اُردو لٹریچر میں ابن یمین کے حالات جمع کر دیئے ہیں۔ ان کے اخلاق۔ مذہب۔ خاندانی تعلقات۔ محاسن بے اندازہ اور شاعری سے بحث کی ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸ عہ

ملنے کا پتہ :- منیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤ الدین۔ پنجاب

اِصلاحِ دیہات کی بُنیادی ضرورت

تحریکِ اصلاحِ دیہات کا بھروسہ زیادہ تر نئی پود یعنی موجودہ نسل کے بچوں پر ہے۔ بچوں میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ اس مُلک کی بدبختیوں کی جڑ اور بُنیاد غالباً لڑکیوں کی جہالت میں پوشیدہ ہے۔ عورت نوعِ انسانی کے لئے محبت اور اصلاح کا سرچشمہ ہے پھر اُس قوم یا مُلک کا اندازہ لگائیے جس کی محبت اور اصلاح کے سرچشمہ میں فساد ہو۔ دعوتِ اصلاح کے تمام اصُول زمیندار کی روزانہ زندگی کے تار و پود میں داخل کر دیئے جا سکتے ہیں لیکن اسکی پہلی ضرورت یہ ہے کہ زمینداروں کی لڑکیاں تعلیم یافتہ ہوں۔ جس طرح تعلیم یافتہ عورت کا گھر زندگی اور تہذیب کا گہوارہ ہے اُسی طرح غیر تعلیم یافتہ عورت کا گھر زندگی اور تہذیب کا مدفن بن جاتا ہے۔ اِس لئے تحریکِ اصلاحِ دیہات کی بُنیادی ضرورت لڑکیوں کی تعلیم تصور کی گئی ہے۔ تعلیم سے میری مُراد یہ ہے کہ یہ اصلاح کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں وہ صحیح تعلیم یافتہ تب ہی کہلا سکتے ہیں جب اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے ماحول کی اصلاح اور تہذیب کی حقیقت سے واقف ہوں۔ گو بظاہر عورت کا دائرہ کار مرد کے متنوّر بناتے ہیں شریکِ کار سمجھیں۔ ایک قوم کی بہترین جائداد اُس کے بچے اور بچیاں ہیں اور اُنکی مالی جسمانی اور ذہنی ترقی کی ذمہ واران کی مائیں ہیں۔

اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ عورت کا اصلی منصب بیوی، بہن اور ماں بنتا ہے اِس لئے اسکی تعلیم اور ترتیب ایسی ہونی چاہیئے کہ وہ اُسے اس ارفع منصب کا اہل بنائے، اُس کو تربیتِ اولاد، امورِ خانہ داری اور تیمارداری، سینے پرونے کاڑھنے کے علاوہ اخلاقی تعلیم لازمی طور پر حاصل ہونی چاہیئے۔ اور یہ شوق اس قدر عام اور کثیر ہونا چاہیئے کہ کسی گھر میں جہالت کا نام تک نہ رہے تعلیم کے خلاف کسی ذی ہوش انسان کو اعتراض نہیں ہوسکتا اگر ایک طبقہ کو اعتراض ہے تو محض اسی نوع کی تعلیم کے خلاف ہے جو عورت کو ایک بلند مرتبہ ماں، بہن اور بیوی بننے کے بجائے اُس کا بہترین نسوانی جوہر یعنی شرم حیا اور عفت زائل کر کے اُس کو محض فیشن پرستی اور تصنع دوستی کی غلام بنا دیتی ہے۔ مجھے اس طبقہ کے حسنِ نیت اور اعتراض کی صحت میں ذرا کلام نہیں لیکن اس کا حل تو یہ ہے کہ اہلِ فکر حضرات اس کا تدارک ایسی تعلیم سے کریں جس کے متن سے غال وخد اوپر عرض کر دیئے جا چکے ہیں نہ یہ کہ سرے سے تعلیم کی ہی مذمت شروع کر دی جائے اور اپنی لڑکیوں کو اس سب سے بڑے شرفِ انسانی سے محروم کر دیا جائے۔

فاصلہ کوچہ محبوب کا کچھ دُور نہیں
جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دُور بھی ہے

زندگی

مُصنفہ چوہدری فضل حق صاحب ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل

کہتے ہیں کہ ہیں ہندوستان کے جیلوں کی مُصیبت زا زندگی کسی ادبی یا علمی کاوش کی متحمل نہیں۔ چوہدری صاحب موصوف نے جیل کی غم انگیز تنہائیوں میں اقوام و افراد کی ظاہری و باطنی تربیت کے لئے ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس کا جواب اُردو علم ادب میں نہیں۔ یہ کتاب صحتِ خیال اور پاکیزگیٔ مطالب کے لحاظ سے دورِ حاضر کے معنی طراز ادیبوں کی دقیقہ سنجیوں پر فوقیت رکھتی ہے غافل قوموں کیلئے صُور اسرافیل اور گمراہ نوجوانوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہے اس میں دوزخ کے ہولناک عذاب اور بہشت کے سرور انگیز مظاہرے ہی نہیں بلکہ نیک اور بد دونو کی سرگذشت ہے۔ مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ احساساتِ لطیف پیدا ہوتے ہیں جنکی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہے پنجاب گورنمنٹ نے زندگی کو پیامِ زندگی سمجھ کر سات سو کاپیاں لائبریریوں کے لئے خریدیں۔ قیمت مجلد ۱ مطلاّ علاوہ محصولڈاک ۸ ؏

ملنے کا پتہ۔ مینیجر صوفی بک ڈپو منڈی بہاؤالدین۔ پنجاب

تصوّف اور اسلام

از حضرت علامہ ابوالاشاد مشہدی

ابھی تک بہت لوگوں کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے۔ کہ تصوّف کیا شے ہے۔ اور اس کا اسلام میں کیا درجہ ہے۔ لہٰذا ان چند سطور میں اس بات کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بعض زندیق۔ ملحد اور بدعتی اشخاص نے تصوّف کا لباس پہن کر اپنے آپ کو "صوفی" مشہور کیا۔ اور اس طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے۔ اور آجکل بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے اس فعل شنیعہ سے "تصوّف" پر نہ تو کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی قسم کا عیب چسپاں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ان لوگوں کا ذاتی فعل ہے۔ جس کے وہ ذمہ دار ہیں۔ ذاتی فعل سے نفس مذہب پر دھبہ نہیں آسکتا۔ مثلاً اسلام میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ شراب پینا حرام۔ اگر کوئی مسلمان نماز نہ پڑھتا ہو، اور شراب خوار ہو۔ تو کسی غیر مسلم کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اسلام میں نماز جائز نہیں۔ اور شراب جائز ہے۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان افعال کا مرتکب گنہگار رہے۔ اور قواعدِ اسلام کے خلاف عمل کر رہا ہے۔ پس جس طرح نفسِ اسلام پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اسی طرح بعض جھوٹے مدعیانِ تصوّف کے افعال و اعمال سے نفس تصوّف پر بھی حرف نہیں آسکتا۔

امام المتکلمین شیخ الاسلام جناب شاہ ولی اللہ محدث اپنی کتاب "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں:۔

واستفاض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃ علی الھجرۃ والجھاد وتارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی التمسک بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ والحرص علی الطاعۃ ۔۔۔۔ الخ

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور مستفیض ہو چکا ہے۔ کہ لوگ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ہجرت۔ جہاد۔ اقامت۔ ارکانِ اسلام۔ تمسک و اعتصام بر سنت و اجتناب از بدعت وغیرہ پر عہد کیا کرتے تھے۔

بعد میں ارشاد ہے۔ ومما لا شک فیہ ولا شبھۃ انہ اذا ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والاھتمام بشانہ فانہ لا ینزل عن کونہ سنۃ فی الدین۔

یعنی اس امر میں شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کوئی فعل دین کے بارہ میں ثابت ہوا ہو۔ اور آنحضور صلعم نے اس کے متعلق خاص اہتمام فرمایا ہو۔ اس فعل کا مرتبہ کسی حالت میں بھی سُنّت سے کم نہیں ہو سکتا۔

"فظن قوم انھا مقصورۃ علی قبول الخلافۃ وان الذی تعتادہ الصوفیہ من مبایعۃ المتصوفین لیس بشی وھذا ظن فاسد مما ذکرنا۔"

"وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبایع تارۃ علی تمسک بالسنۃ وھذا حدیث صحیح البخاری شاھداً علی انہ اشترط علی جریر عند مبایعۃ فقال والنصح لکل مسلم وانہ بایع قوماً من الانصار فاشترطان لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم وان یقولوا بالحق حیث کانوا ۔۔۔۔ الخ"

یعنی ایک قوم نے گمان کیا ہے۔ کہ عہد و پیمان صرف قبول حکومت و خلافت میں ہے۔ لیکن یہ گمان فاسد ہے۔ کیونکہ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کر دیا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو ارکانِ اسلام کے قائم کرنے کا عہد لیتے تھے۔ اور کبھی تمسک بر سُنّت کا۔ اور صحیح بُخاری شریف کی یہ حدیث اس امر پر گواہ ہے۔ کیونکہ جریر سے بوقت بیعت ہر مُسلمان کی خیر خواہی کا عہد لیا گیا تھا اور نیز قوم انصار سے بوقت بیعت یہ شرط کی گئی تھی کہ وہ خدا کے بارہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ اور خوف نہ کریں گے۔ اور جہاں بھی وہ ہوں اور جس کسی کے پاس بھی وہ ہوں۔ ہمیشہ وہی بات کہیں گے جو حق ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ عہد تصوف اسلام کی عبادات خمسہ اور تمسک برسنت اور تزکیہ کا نام ہے۔

ابن جوزی فرماتے ہیں (زاد المعاد باب الجہاد) کان نبی صلی اللہ علیہ وسلم یبایع اصحابہ فی الحرب ان لا یفروا وربما یبایعھم علی الموت وبایعھم علی الجہاد کما بایعھم علی الاسلام وبایعھم علی الھجرۃ قبل الفتح (ای فتح المکۃ المکرمۃ) وبایعھم علی التوحید والتزام طاعۃ اللہ ورسولہ وبایع الفقراء من اصحابہ ان لا یسئل الناس شیئا ..... الخ

یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس امر پر بیعت لیتے تھے۔ کہ وہ جنگ سے فرار نہ کریں گے۔ اور نیز جہاد میں موت پر بھی بیعت لیتے تھے۔ اور بیعت لیتے تھے اسلام پر۔ اور بیعت لیتے تھے ہجرت پر قبل فتح مکہ مکرمہ۔ اور بیعت لیتے تھے توحید باری تعالیٰ پر۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو لازم جاننے۔ اور نیز اپنے اصحاب فقراء سے اس امر پر بھی بیعت لیتے تھے۔ کہ وہ کسی کے آگے دستِ سوال نہ پھیلائیں۔

یہی وجہ ہے۔ کہ صوفیائے عظام عباداتِ اسلام کے قائم کرنے اور اخلاقِ حسنہ کو اپنے اوپر لازم گردانے کے سوا عہد نہیں لیتے۔ کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنہ تھا۔ جس پر کاربند ہونا فرضِ اولین ہے۔ بقول شیخ سعدی

خلافِ پیمبرؐ کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ عہد اور بیعت کی اقسام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

فالحق ان البیعۃ علی الاقسام منھا بیعۃ الخلافۃ ومنھا بیعۃ الاسلام ومنھا بیعۃ التمسک بحبل التقویٰ ومنھا بیعۃ التوثق فی الجہاد۔

یعنی حق یہ ہے۔ کہ بیعت کی چند قسمیں ہیں۔ اوّل، بیعت خلافت یعنی حکومتِ اسلام کی اطاعت کرنا۔ دوم، بیعت اسلام۔ سوم، بیعت تمسک بہ حبل تقویٰ۔ یعنی پرہیزگاری اختیار کرنا۔ چہارم، بیعت توثق فی الجہاد یعنی جہاد میں ثابت قدم رہنا تا اینکہ موت آجائے۔

بالفاظ دیگر اوّل، عہد بادشاہ۔ دوم، عہد دینی۔ سوم، عہد عسکری۔ چہارم، عہد تہذیب اخلاق۔

بس بیعت تمسک بہ حبل تقویٰ سوائے خدا اور رسول اور حکومت اسلامی کی اطاعت اور عباداتِ اسلام کو قائم کرنے کے اور کوئی شے نہیں ہے۔

اس بیعت یا عہد کے سنت ہونے کے متعلق ارشاد ہے:۔

فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقربوا بھا الی اللہ تعالیٰ ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکھا ولم ینکر احد من الائمۃ علی تارکھا کان کالاجماع علی انھا لیست بواجبۃ.....

یعنی بدرستیکہ بیعت (عہد مریدی) سنت ہے نہ کہ واجب۔ کیونکہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی تھی اور اس وسیلہ سے خداوند جل شانہ کے ساتھ نزدیکی اور تقرب چاہا تھا اور دلائل شرعی میں سے کوئی دلیل اس امر پر موجود نہیں ہے۔ کہ تارکِ بیعتِ مریدی گنہگار ہوجاتا ہے۔ اور آئمہ دین نے بھی تارکِ مریدی پر انکار نہیں کیا ہے۔ کہ آئمہ دین کا تارک مریدی پر انکار نہ کرنا بمنزلہ اجماع بر عدم وجوب ہے اگر واجب ہوتا تو ہر آئینہ ائمہ دین اسکے تارک پر انکار کر دیتے۔

اور عہد اطاعت (بیعت اطاعت) حکومت اسلامی کے ساتھ واجب ہے۔ اور اس کا تارک گنہگار ہوتا ہے۔ اور عہد حکومتِ اسلامی سے خارج ہو کر مرنا جہالت کی موت ہے۔

<u>چند پیروں کا مرید ہونا</u> فاعلم ان تکرار البیعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ثور و کذلک عن الصوفیۃ اما من الشخصین فان کان لظھور خلل فی من بایعۃ فلا باس وکذلک بعد موتہ او عند غیبۃ المنقطعۃ واما بلا عذر فانہ یشبہ المتلاعب ویذھب بالبرکۃ ویصرف قلوب الشیوخ عن تعھدہ واللہ اعلم۔

یعنی تکرار عہد (بیعت) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے۔ اور ایسا ہی صوفیائے عظام سے بھی۔ لیکن دو شخصوں کا مرید ہونا چند حال سے خالی نہیں۔ یا تو پیر میں خلل ہے۔ اور اس صورت میں پیر کو چھوڑ دینا کوئی عیب نہیں رکھتا۔ اور ایسے ہی اس کے مرنے کے بعد یا ایسا غائب ہونا کہ اس کے آنے کی امید نہ ہو۔ کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ ولیکن کسی عذر کے بغیر پیر کا چھوڑ دینا کھیل کود کرنے والے کے ساتھ

مشابہت رکھتا ہے (یعنی بیہودہ فعل اور تمسخر ہے) اور یہ عمل (پیر کو بغیر عذر کے چھوڑ دینا) برکت کو اُڑا دیتا ہے۔ اور مُرشد کے دل کو اس کے عہد سے پھرا دیتا ہے۔ اللہ اسکی حقیقت کا زیادہ واقف ہے۔

زیادہ پیروں کا مرید ہونے کے بارہ میں شیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی سوال ہُوا تھا۔ چنانچہ فتاوی حامدیہ میں مسطور ہے:۔

سئل من السیوطی رجل من الصوفیۃ اخذ العھد علی رجل ثم اختار الرجل شیخا آخر واخذ علیہ العھد فھل العھد الاول لازم ام الثانی (اجاب) لا یلزم العھد الاول والا الثانی ولا اصل لذالک۔

یعنی امام سیوطی سے سوال ہُوا۔ کہ صوفیا میں سے کسی نے ایک شخص سے عہد (بیعت) لیا۔ یعنی عہد تصوف۔ بعد ازاں اسی شخص نے دُوسرا پیر بنا لیا۔ پس اس پر پہلا عہد لازم ہے یا کہ دُوسرا۔ امام سیوطی نے جواب دیا۔ کہ اس پر عہد اول و دوم لازم نہیں ہوتے۔ اور اس کے لئے کوئی شرعی اصل نہیں ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ لازم بمعنی واجب ہے۔ پس جبکہ نفس عہد واجب نہیں ہے۔ ایک پیر کا مُرید ہونا اور اس کا عہد کس طرح لازم اور واجب ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلے پیر کا ترک کر دینا اور دُوسرے پیر کا اختیار کرنا شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ کے کلام میں موجود ہے۔ اور امام جلال الدین سیوطی کا کلام عہد تہذیب اخلاق کے سلب ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ نیز فقہائے کرام عہد تہذیب اخلاق کے برحق اور مطابق سنت ہونے کے قائل ہیں۔ اور بہت سے فقہائے عظام تہذیب اخلاق کے مُرشدین کے دستگیر ہوتے ہیں۔ اسکی غرض اخلاق کے مُرشد پر فضول انحصار ہے۔ کیونکہ ایک ہی پیر پر دستگیری کا انحصار ثابت نہیں ہے۔ مُرید ہر ایک مُرشد اخلاقی کو قابلِ استفادہ اخلاقی جانتے ہوئے اسی کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ صاحب خلاصۃ الفتاوی کے ایک مطلب کو اس جگہ بیان کر دیا جائے۔ تاکہ بعض قارئین عظام کا خلجان رفع ہو۔

واضح رہے۔ کہ ہدایت کرنا دو معنی میں آتا ہے۔ اوّل یہ کہ انسان کو خدا تک پہنچانا۔ جیسا کہ بعض جاہل۔ گمراہ اور مُلحد پیر کہتے ہیں۔ کہ اگر تم اس سلسلہ میں میرے مُرید ہو جاؤ۔ تو گویا۔ تم خدا تک پہنچ گئے۔ یا فلاں پیر صاحب تمہیں خدا تک پہنچا دینگے۔ یا میں خود ہی تمہیں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ یہ دعویٰ گمراہی اور الحاد میں لے جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ہدایت سوائے خداوند عالم اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی ہدایت کو علماء نے "دلالۃ موصلۃ الی المطلوب" یعنی مقصد تک پہنچانے والی ہدایت کہا ہے۔

دوم یہ کہ کسی شخص کو ایک راستہ کا نشان دے دیا جائے۔ کہ یہ راستہ مقصود پر پہنچا دیگا۔ مگر اس میں قدرت اور طاقت نہ ہو۔ کہ حتمی طور سے اس راستہ پر چل سکے۔ اس قسم کی ہدایت کو "ارائۃ الطریق و دلالۃ علی ما یوصل الی المطلوب" یعنی رہنمائی کہتے ہیں۔ اور ہدایت کی یہ قسم وظیفہ انبیاء علیہم السّلام اور ورثہ علمائے کرام و صوفیائے عظام ہے۔

پس صاحب "خلاصہ" بدعتی اور ملحدین کے بارہ میں بالفاظ دیگر لفظ فاجر استعمال کرتا ہے۔ پیر بجائے ارشاد یعنی بمعنی اول گمراہی اور ضلالت ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے۔ کہ ہرچند آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے۔ کہ آپ کے بعض اقربا اور رشتہ دار مُسلمان ہو جائیں۔ خداوند عالم کی طرف سے وحی نازل ہوئی "انک لا تھدی من احببت" یعنی اے رسول۔ تو ہدایت نہیں کر سکتا بذاتِ خود اس کو جسے تو دوست رکھتا ہے۔

پس اس ارشاد سے مُراد معنی اول ہے۔ نہ کہ دوم یعنی وہ ہدایت جس کے معنی "دلالۃ موصلۃ الی المطلوب" ہیں۔ وگرنہ اس قول کے مطابق لازم آتا ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی کہنا یا یہ کہنا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کر سکتے تھے۔ کفر محض ہوگا۔ کیونکہ خداوند عالم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے رسول تو یہ ہدایت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ رسول اللہ صلعم ہدایت کر سکتے تھے لامحالہ کافر ہو جائیگا۔ اس بنا پر ہدایت دُوسرے معنوں میں مستعمل ہوگی۔ یعنی ارائۃ الطریق و دلالۃ علی ما یوصل الی المطلوب جو انبیاء علیہم السّلام کا

کام اور علمائے حقہ وصوفیائے متقی کا ورثہ ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ صاحب خلاصہ "ارشاد و ہدایت" (راہنمائی) کے معنی وہم سے انکار کرتا ہے۔ ورنہ اولاً لازم آتا ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی (ارشاد و ہدایت) سے انکار کیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ مطلب صاحب خلاصۃ الفتاوی کا ہے۔ جو درج کر دیا گیا۔ بے شک جو لوگ خلافِ شریعت راہ چلتے ہیں، وہ تصوف کے پردہ میں اپنے نامشروع خیالات کو عوام الناس میں رواج دیتے ہیں۔ پس اس قسم کے پیروں کو برائے ارشاد اختیار کرنا صریح گمراہی اور ضلالت ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

شریعت وطریقت اس بارہ میں حضرت امام الصوفیا محی الدین ابن عربی اپنی کتاب "فتوحات مکی" میں ارشاد فرماتے ہیں "کل حقیقۃ علی خلاف الشریعۃ زندقۃ باطلۃ" یعنی ہر حقیقت جو شریعت کے برخلاف ہو۔ زندیقیت اور باطل ہے۔ اس لحاظ سے ہر وہ طریقہ جو خلافِ شریعت ہو۔ الحاد اور زندقہ کہا جا سکتا ہے۔

یہ مطلب کہ تصوف میں کوئی چیز خلافِ شریعت بھی ہے۔ ایک عام بات ہے۔ جو کہ لوگوں کے ذہن میں سمائی ہوئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ علمائے ہمیشہ صوفیائے کرام کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل غلط اور حقیقت سے بعید ہے۔ کیونکہ بہت علماء خود طریقہ صوفیاء میں داخل ہیں۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں۔ کہ بعض علمائے نے تصوف کی اصطلاحات سے ناواقفیت کی وجہ سے کسی صوفی کے کلام پہ نکتہ چینی کی ہے۔

حضرت محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بے سمجھ ہماری کتابوں کو نہ دیکھے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی قوم کی اصطلاحات کی خبر نہیں رکھتا بے خبری کی وجہ سے ضرور اعتراض کرے گا۔ لیکن وہ ملنگ جو الفاظ کفریہ زبان سے نکالتے ہیں۔ اور خلافِ شریعت باتیں کرتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کریں، گمراہ بلکہ دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہونگے۔

لیکن بایں ہمہ ان لوگوں کی فضولیات سے حقیقی صوفیائے عظام کی نسبت کوئی انگشت نمائی نہیں ہو سکتی۔

فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے۔ فمن قال ان ثم طریقاً الی اللہ خلاف ما شرع فقولہ زور . . . یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ تصوف کے مقام میں ایک طریقہ خلافِ شرع ہے۔ لیکن خدا کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس کا قول جھوٹا ہے۔

نیز فتوحات میں ہے۔ ما لنا طریق الی اللہ الا علی الوجہ المشروع ولا طریق لنا الا ما شرعہ۔ یعنی ہمارے لئے کوئی طریقہ بھی خدا کی طرف نہیں ہے۔ مگر طریق شریعت اور طریق شریعت وہ ہے جسے خداوند عالم نے اپنی شریعت میں بیان فرما دیا ہے۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اذا نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنہی وحفظ الحدود واداء الشریعۃ۔

یعنی اگر تم کسی صاحبِ کرامت کو دیکھو۔ کہ ہوا کی فضا میں بلند ہو جاتا ہے۔ تو ہرگز اس بات میں اس کا فریب نہ کھائیو۔ بلکہ دیکھو کہ وہ خدا کے احکام امر و نواہی اور حفاظت حدود الٰہیہ اور ادائے شریعت میں کیسا ہے۔

یہ ہے فرمان صوفیاء عظام کا۔ اگر باوجود ان باتوں کے بھی کوئی شخص کسی سچے صوفی پر زبان طعن کھولے۔ تو اس کا طعن اور اعتراض بے بنیاد ہوگا۔

ولی اور ولایت قرآن میں ارشاد ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا . . . یعنی خداوند عالم ولی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے پس مومنین میں مراتب کا فرق ضرور ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم۔ کہ زمانہ میں سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ بعد ازاں ان کا جو میرے زمانہ کے نزدیک ہیں۔

اس لحاظ سے وہ اشخاص جو زمانہ رسول کے قریب ہیں۔ سب سے اول اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعد ازاں تابعین۔ ان کے بعد تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر کاربند ہیں۔ آپ کے تابعین کے زمرہ میں شامل ہیں۔ کما قولہ تعالیٰ۔ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔

پس جو لوگ ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ خداوند عالم کی طرف سے ان پر اطمینان اور سکون طاری ہو جاتا ہے۔ کما قولہ تعالیٰ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

نیز احادیث شریف میں وارد ہے کہ احسان یہ ہے۔ کہ تم لوگ خداوند تعالیٰ کی عبادت اس طرح بجا لاؤ۔ گویا کہ تم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ لیکن اگر تم اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم اتنا ضرور سمجھو۔ کہ خداوند عالم تم کو دیکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ درجہ بغیر مجاہدہ اور ریاضت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس ریاضت اور مجاہدہ کو صوفیاء کرام بطریق احسن بجا لاتے ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی آگاہ رہو۔ کہ اولیاء اللہ کو خوف نہیں ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ بایہی ہے۔ کہ یہ مرتبہ بغیر تابعداری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہوا۔ کہ جو شخص جس قدر بھی ایمان قوی اور عمل صالح رکھتا ہے۔ اسی نسبت سے درجہ ولایت رکھتا ہے۔ یعنی باعتبار قوت ایمان و صلاح عمل خود ہی دارائے ولایت ہو جاتا ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترض علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سالنی لاعطینہ۔

ترجمہ:۔ جس وقت کہ کوئی بندہ خدا کے ساتھ محبت رکھے۔ اور یہ محبت ملاء اعلیٰ میں پہنچائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی قبولیت زمین پر نازل کی جاتی ہے۔ پس اگر کوئی اس نظام کے مخالف ہو۔ یعنی خدا کے اس دوست کے ساتھ دشمنی کرے۔ اور اس کی بربادی اور تباہی میں کوشاں ہو۔ وہ رحمت خداوند عالم جو کہ اس محبوب خدا کے شامل حال ہے اس کے دشمن کے حق میں لعنت اور خدا کی رضا اس کے دشمن کے حق میں غضب ہو جاتے ہیں جس وقت کہ خداوند عالم کی رحمت بسبب اظہار شریعت اور اقامۂ دین اس کے . . . . بندوں کے قریب ہوتی ہے۔ یہ سب شرائع اور سُنّتیں خطیرۂ قدس میں لکھی جاتی ہیں۔ پس یہ سُنّتیں اظہار شریعت اور اقامۂ دین خداوند عالم کی رحمت حاصل کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور ان کو خداوند عالم کی رضا کے موافق کرتی ہیں۔ اور ہر گاہ کوئی آدمی علاوہ نماز واجبہ یومیہ کے نوافل کے ذریعہ تقرب خدا حاصل کرتا ہے۔ خداوند عالم اس کو اپنا محبوب بناتا ہے۔ اور اس کو اپنی رحمت فراواں میں مستور فرماتا ہے۔ اس وقت اس کے اعضاء و جوارح نور الٰہی کے ساتھ منور ہو جاتے ہیں۔

گویا یہ نور الٰہی اس کے ہاتھ پاؤں اور چشم و گوش ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف ذیل کی آیت سے ماخوذ ہے:۔

او من کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس۔ یعنی آیا وہ شخص جو مُردہ تھا پس ہم نے اسے زندہ کر دیا۔ اور اس کے لئے ایک نور مقرر کیا۔ کہ وہ شخص اس (نور) کے ساتھ آدمیوں کے درمیان چلتا ہے۔

پس کافر کا دل مُردہ ہے۔ اور مُسلمانوں کا دل زندہ ہے۔ کہ ایمان کی روشنی کے ساتھ آدمیوں کے درمیان چلتا ہے۔ لہٰذا جس قدر بھی عبادت زیادہ کرے اسی قدر اس کا نور زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس میں برکت بخشتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جو دُعا بھی کرے۔ قبول ہو جاتی ہے۔

ولی کی ولایت سے انکار نا ممکن ہے۔ البتہ ولی اور مستدرج میں فرق کرنا مشکل ہے۔

پس گروہ صوفیا اگر خداوند عالم کے نور سے کچھ حاصل کرتے ہیں۔ تو بسبب اتباع شریعت اور پیروی سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کرتے ہیں۔ اس کے بغیر جو کچھ بھی ہو۔ ضلالت اور گمراہی ہے۔

حضرت شیخ جناب طاؤس الاولیاء ابو النصر رحمۃ اللہ علیہ آیہ ذیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ واولو العلم قائماً بالقسط عن نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال العلماً ورثۃ الانبیاء۔ اولی العلم القائمین بالقسط الذین ھم ورثۃ الانبیاء ھم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجتھدون فی متابعۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم المقتدرون بالصحابۃ والتابعین السالکین سبیل اولیاء المتقین عباد لا الصالحین ھم ثلاثۃ اصناف اصحاب الحدیث والفقھاو الصوفیہ۔

اس آیہ شریفہ میں توحید کے ثبوت میں پہلے خدا کی گواہی ہے۔ دوسرے ملائکہ کی گواہی ہے اور تیسرے علماء کی گواہی ہے درآنحالیکہ عدل کے ساتھ قائم ہیں۔ قائماً بالقسط سے مراد علماء ہیں۔ جو معنے حضرت ابو نصر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ وہی جناب سید السند میر سید شریف رحمۃ اللہ نے بھی بیان کئے ہیں۔

"کہ ورثہ انبیاء علیہم السّلام فقط علماء قائم شوندگان بعدل شریعت خداوندی اند۔ وبس زیرا کہ فقط آنان تمسک و اعتصام بکتاب اللہ وسعی بلیغ وکوشش زیا در متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وپیروی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمہم اللہ میکنند و رفتار کنندگان براہ اولیاء خدا پرہیزگار ومتقی وبندگان صالح خداوند اند پس ایشاں سہ گروہ اند۔ اصحاب حدیث۔ فقہاء۔ صوفیاء۔ واللہ اعلم۔"

پس یہی تین گروہ جو کہ علماء ہیں سے قائم بالقسط ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کے وارث ہیں۔

ثم قال فاول شئ من التخصیصات للصوفیہ ترک مالا یعنیم وقطع کل علاقہ تحول بینھم وبین مطلوبھم ومقصودھم اذلیس لھم مطلوب ولا مقصود غیر اللہ تعالیٰ۔

یعنی صوفیاء کرام کے لئے اولیں چیز امور لایعنی کا ترک کرنا اور اس سبب کا قطع کرنا ہے جو کہ ان کے اور ان کے مطلوب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا مطلوب سوائے خداوند عالم کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

پس سچے صوفی کی پہچان یہ ہے۔ کہ اس کا مقصود اور مطلوب سوائے خداوند عالم کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور وہ دُنیا کے ساتھ بالکل محبت نہیں رکھتا۔ البتہ دُنیا اس کے لئے اس قسم کی ضروری ہوتی ہے۔ جیسے کہ مکان کے لئے اینٹ۔ لکڑی۔ چونا۔ مٹی وغیرہ۔ گویا دُنیا اسکی نظروں میں اینٹ لکڑی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

اگر دُنیا نفس کے لئے ہو۔ تو یہ خدا سے غفلت ہے ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند و زن

بلکہ چاہیئے۔ کہ ضرورت کے وقت اِسلام پر اپنی جان۔ مال اور اولاد بھی قربان کر دیں۔

اگرچہ اس دُنیا میں ایسے بدعتی اور ملحد موجود ہیں۔ جو کہ تصوّف کے لباس میں لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ہی اس زمانہ میں ایسے بزرگ بھی موجود ہیں جو کہ صفاتِ بالا سے موصوف ہیں۔ اور راہِ اسلام میں جان ومال دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ مولٰنا قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

تا ظن نبری کہ رہ رواں نیز نیند   کامل صفتاں بے نشاں نیز نیند
زیں گونہ کہ تو محرم اسرار نۂ   می پنداری کہ دیگراں نیز نیند

چونکہ اس زمانہ میں اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا اس بارہ میں بعض اقوال علمائے سلف عرض کرتا ہوں مولٰنا رُوم رح فرماتے ہیں ؎

دعویٰ عشق کردن آسان است   لیک آں را دلیل وبرہان است

جس وقت اِنسان قدیمی صوفیائے کرام کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اُسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کلیتہً تابع شریعت اور عالم علوم ظاہری اور باطنی ہوئے ہیں۔ مثل حضرت محی الدین غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ آپ سے لوگ دُور دُور کے ملکوں سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ اور جناب ان کے جواب دیتے تھے۔ حالانکہ آپ مذہب کے اعتبار سے حنبلی تھے۔ آپ فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

لابد لکل مومن فی سائر احواله من ثلاثة اشیاء امر یمتثله ونهی یجتنبه وقدر یرضی به وقلة حال لا یخلوا المومن فیها من احد هذه الاشیاء الثلاثة۔

یعنی ہر مومن کے لئے ہر حالت میں تین چیزیں ضروری ہیں۔ تعمیل احکام خداوندی۔ ممنوعات سے پرہیز اور قضا و قدر کے ساتھ رضامندی۔ اور کمترین مرتبہ یہ ہے۔ کہ مومن ان تین چیزوں سے خالی نہ ہو۔

پھر ارشاد ہے۔ اوصیک بتقوی اللہ فطاعته لزوم ظاهر الشرع وسلامة الصدر و بذل الندی وکف الاذی وحمل الاذی ۔۔۔۔ الخ

یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ خدا کے خوف کی (تقویٰ) پس خدا کی اطاعت ضروری اور لازمی ہے شرع ظاہری کے مطابق اور سینہ کو سلامت رکھنا خواہشات نفسانی سے اور سخاوت نفسی اور خرچ کرنا ایسی چیزوں کا جو کہ خرچ کرنے کے قابل ہوں۔ اور اپنے وجود سے کسی کو تکلیف اور ایذا رسانی سے بچائے رکھنا بلکہ خود تکلیف اور ایذا برداشت کرنا۔

وینبغی للمومن ان یشتغل اولا بالفرائض فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن ثم یشتغل بالنوافل والفضائل فمن لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق ورعونة فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین۔

یعنی مومن کے لئے لازمی ہے کہ اول فرائض ادا کرے۔ جس وقت فرائض سے فارغ ہو جائے بعد ازاں سُنّت، نوافل ادا کرے۔ پس جو کوئی فرائض سے فارغ نہ ہوا ہو۔ اس کا سُنّت اور نوافل میں مشغول ہونا حماقت، تکبر اور بے وقوفی کی دلیل ہے۔ اور جو کوئی فرائض ترک کر کے سُنّت اور نوافل میں مشغول ہو۔ اس سے یہ سنت اور نوافل قبول نہیں کئے جاتے۔ یا یہ کہ فرائض کے اوقات میں تاخیر کر کے سُنّت اور نوافل میں مشغول ہو جائے۔ پس سُنّت اور نوافل کو فرائض سے مقدم کرنا اور وظائف میں مشغول ہونا بالکل قبول نہیں ہوتا۔ اس لئے چاہئے کہ فرض اور سُنّت کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرے۔

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ عوارف المعارف میں بذیل حالات صوفیاء لکھتے ہیں۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ

من احیا سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنة۔ یعنی جس نے میری سُنّت کو زندہ رکھا تحقیق اس نے مجھے زندہ رکھا۔ وہ میرے ہمراہ جنّت میں ہوگا۔

"مَنْ" حرف شرط ہے۔ اگر اس عبارت کو اصول و قواعد عربیہ کے مطابق توضیح کروں (مثلاً من جاءنی فاکرمه۔ یعنی جو کوئی میرے نزدیک آئیگا۔ اس کو انعام واکرام دونگا) تو اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

پس سُنّت انبیاء علیہم السلام کا محو کرنا گویا ان کو قتل کرنا ہے۔ اس لئے کہ انبیاءؑ کی تبلیغات کو محو کرنا در اصل ان کا معنوی قتل ہے۔

اخبار انیس کابل سے ترجمہ (باقی باقی)

نیا قرضہ ایکٹ اور دائر مقدمات
ہائی کورٹ کا فیصلہ

لاہور ۲۲ مئی۔ مسٹر جسٹس سر جیمز ایڈیسن اور مسٹر جسٹس دین محمد کے سامنے آج یہ مقدمہ تارا سنگھ بنام ایشر سنگھ اپیلانٹ کی طرف سے جس نے بہادر کی کفالت پر رسپانڈنٹ سے بشرح ۲۵ فیصدی سود در سود پانچہزار روپیہ قرض لیا ہوا تھا جس کے سلسلہ میں اصل اور سود کی تیرہ ہزار چھ سو بمعہ خرچہ کی ڈگری سینئر سب جج گجرات نے رسپانڈنٹ کو دی۔ ملک محمد اسلم خاں بیرسٹر ایٹ لا نے بحث میں کہا کہ اصل رقم پانچہزار تھی اور چونکہ ریلیف آف انڈیٹیڈنس ایکٹ ۱۹۳۵ء کی رو سے رقم قرضہ دگنی نہیں ہو سکتی اور ایکٹ مذکور ضابطہ سے متعلق ہونیکی وجہ سے ان مقدمات پر بھی حاوی ہے جو کہ اس وقت عدالتوں میں دائر ہیں لہذا رقم ڈگری دس ہزار سے کم ہونی چاہئے تھی۔

عدالت نے فریقین کو مشورہ دیا کہ نو ہزار نو سو روپیہ کی رقم پر صلح کر لیں اور اپنے اپنے خرچہ کے خود ذمہ دار رہیں۔ دونوں فریقوں نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا اور عدالت نے تیرہ ہزار چھ سو روپیہ بمعہ خرچہ کی بجائے نو ہزار نو سو روپیہ بلا خرچہ کی ڈگری بحق مدعی رسپانڈنٹ مدعا علیہ اپیلانٹ کے خلاف دیدی۔

بل تحفظ مقروضین پنجاب

کچھ عرصہ ہوا۔ کہ رائے بہادر چوہدری چھوٹو رام کا بل تحفظ مقروضین پنجاب برائے عامہ کے حصول کے لئے شائع ہوا تھا۔ بل میں موٹی موٹی باتیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ جب کوئی دیوانی عدالت حکم دے کہ زرعی اراضی قرق ہو کر اجرائے ڈگری میں رہنِ میعادی ہو جائے تو اجرائے ڈگری اور قرقی کی کاروائی ڈپٹی کمشنر کو بھیجدی جائیگی۔ جو مستاجری کی میعاد مقرر کرے گا۔

۲۔ ڈپٹی کمشنر کی کاروائی جوڈیشل فیصلہ کا حکم رکھے گی۔ اور کمشنر کے پاس اپیل کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ کلکٹر کے لئے لازم ہوگا کہ مقروض اور اس کے خاندان کے کافی گذارہ کے لئے زمین چھوڑ کر باقیماندہ زمین کو مستاجری کرے۔ وارث کے ہاتھوں میں جدی جائیداد اجرائے ڈگری میں قرق یا نیلام نہیں ہو سکتی۔

۳۔ کھڑے ہوئے فصل اور درخت نیلام نہیں ہو سکیں گے۔

۴۔ زرعوضانہ کا بار ثبوت قرضخواہ پر ہوگا۔

۵۔ صدور ڈگری کے بعد چھ سال میعاد گذر جانے پر ڈگری کا اجرا نہ ہو سکے گا۔

۶۔ ڈپٹی کمشنر لائسنس یافتہ سودخواروں کا ایک باقاعدہ رجسٹر رکھا کریگا۔ اور جو شخص اس سودی کاروبار کے لئے موزوں نہ ہو اس کا نام رجسٹر سے علیحدہ کر سکتا ہے۔ غیر لائسنس یافتہ مہاجن کبھی رقم کی وصولی کے لئے عدالت میں دعویٰ نہ کر سکیگا اور رجسٹر میں نام درج کرنے یا اس سے نام کاٹ دینے کے متعلق گورنمنٹ رول بنانے کی مجاز ہوگی۔

آجکل زمانہ میں جس رائے کا اظہار نہ کیا جاوے وہ گورنمنٹ کے خیال کے مطابق کوئی وجود ہی نہیں رکھتی۔ اس لئے زمینداروں کا فرض ہے کہ اس معاملہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار پورے طور پر کر دیں۔ اُمید ہے کہ ہر گاؤں اور ہر شہر میں بل کی حمایت میں جلسے کئے جائینگے اور جو حضرات بل کے متعلق کوئی ریزولیشن پاس کریں یا مضمون لکھیں۔ وہ اسکی ایک نقل سیکرٹری صاحب پنجاب لیجسلیٹو کونسل کو بھیجدیں گے اور ایک نقل راقم الحروف کو۔ سیکرٹری صاحب موصوف کو اگر کہیں سے کسی قرارداد کی نقل نہ بھی بھیجی گئی تو وہ اگر مجھے بھیجدی جائے تو میں ریزولیشن خود ان کو بھیجدونگا۔ زمینداروں کو اس معاملہ میں اپنا پورا پورا زور صرف کر دینا چاہیئے۔

محمد اسلم خاں ایم اے (کینٹب) بار ایٹ لا رسیکرٹری پنجاب زمیندار یونین و اعوان کانفرنس

۱۲۔ الف مزنگ لاہور

خطاب بہ مُسلم

از سید الطاف صاحب مشہدی الرضوی لائلپور

دلوں میں گرمئ جوشِ عمل اے جان پیدا کر — تو جینا چاہتا ہے تو سلف کی شان پیدا کر
جھلکتی ہو تری تسکین شمشیروں کی تابش میں — وہ عزمِ غزنوی، وہ ہمتیں وہ جان پیدا کر
جہاں میں چار سُو ڈنکا بجے گا تیری شہرت کا — وہی سینے میں اپنے جوش اور ایمان پیدا کر
الٰہی نرغہ اعدا میں ہے اسلام کی کشتی — دلِ خوابیدۂ مُسلم میں پھر ہیجان پیدا کر
الٰہی ملتِ بیضا کی یہ بیچارگی کب تک
پھر اس میں بوعبیدہ، بوذر و سلمان پیدا کر

منڈی بہاؤالدین
کے
۹۲ فیصدی مسلمانوں کی حالت زار

بارہا نالید و گفت اے قوم ما ہشیار شو　　حصۂ خود از حریفاں گیر و گرم کار شو

ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک کروڑوں قومیں بنیں اور آئندہ بنتی رہیں گی لیکن تاریخ شاہد ہے۔ اور واقعات اس کے مؤید ہیں کہ اس دنیائے حیات و ممات۔ اس دارِ ہست و بود اور اس مقام فنا و بقا میں صرف اور محض وہ قوم زندہ رہی اور قوم کہلائے جانے کی حقدار ہوئی۔ جس نے اپنی ہستی کو برقرار اور اپنی آن کو قائم و دائم رکھنے کے لئے اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان اور نچھاور کر دیا۔ حوادثاتِ زماں اور معاملاتِ دوراں اس کے عزم راسخ کو جنبش دینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور دنیاوی مصائب و آلام کے کوہ ہائے گراں اس کے سنگین اور پختہ ارادوں کو متزلزل نہ کر سکے۔ اگرچہ حسرت و یاس۔ بیم و ہراس اور خوف و رجا کی ہیبت ناک اور بھیانک شکلیں اس کے سامنے آتی رہیں۔ لیکن اس کے قصرِ استقلال اور قدوم ہمت صفا کا ہم بنیان مرصوص بن کر جم گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں استقلال اور علو ہمتی نے اس کے قدم چومے۔ اور دنیائے تمدن و تہذیب نے اس کے نام کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بجا دیا۔ اس کے باغیرت اور ذی حس افراد نے قومیت کے اس پودے کو بام رفعت اور اوجِ ثریا پر پہنچانے کے لئے اپنے خون سے سینچا تب جا کر یہ پودا پروان چڑھا۔

آجکل ترقی کا زمانہ ہے۔ اور ہر ایک قوم خواہ وہ کس قدر پست ہو معراجِ ترقی پر پہنچنے کے لئے جد و جہد اور تنازع للبقاء کر رہی ہے۔ جس شخص کو دیکھو۔ اور جس ذی روح پر نظر دوڑاؤ۔ مجسمہ حسیات اور مجموعۂ جذبات بن رہا ہے۔ ہر فرد بشر خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا پیرو کار ہو۔ اپنے پہلو میں قومی درد اور ملی تڑپ رکھتا ہے۔ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر وہ ایسے ایسے حیرت انگیز اور تعجب خیز کارنامے کر رہا ہے۔ جو اس کی وجودی جرأت سے بالاتر خیال کئے جاتے ہیں۔ ہندو۔ سکھ۔ گبر۔ ترسا۔ یہودی۔ عیسائی۔ موسائی۔ جینی۔ برہمو۔ بدھ۔ مجوسی وغیرہ وغیرہ کوئی ایسی قوم نہیں رہی جو منازل ترقی طے کر کے بام رفعت پر جلوہ گر نہ ہو گئی ہو۔

لیکن وا دریغا اور ہائے افسوس ؎

لے رہی ہے ساری دنیا دیدِ جاناں کے مزے
اس پھلے پھولے چمن میں اک مرا حصہ نہیں

ساری دنیا میں اگر کوئی قوم میدان عمل میں سب سے پیچھے رہ گئی ہے۔ تو وہ ہم بدقسمت مسلمان ہیں۔ جن کے متعلق خدا کا برگزیدہ قرآن هو سمّاكم المسلمين من قبل وفي هذا موجود ہے۔

ہمارے حسیات مردہ اور جذبات فنا ہو چکے ہیں۔ قومی درد اور مذہبی آن ہم سے ہمیشہ مفقود ہو چکی ہے۔ جب باقی سب قومیں اس کارگاہ عمل اور اس دارِ مکافات میں اپنی قومیت کا بیّن ثبوت پیش کر رہی ہیں ہم قعرِ مذلت میں گرے ہوئے بالکل بے حس و حرکت پڑے ہیں اور زبان حال پکار رہے ہیں ؎

قافلہ منزل پہ پہنچا وائے اے درماندگی　　میں پریشاں صورتِ گردِ بیاباں رہ گیا

ہم اپنی بیتی کیا کہیں۔ اور اپنی داستانِ غم آپ کے کانوں تک کیا پہنچائیں۔ جب کہ ہماری نہ قومیت رہی، نہ ہستی، ہماری تو اب یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ جو کوئی چاہے۔ ہم پر خوب جی بھر کر رو لے۔ ہم دوسروں کے لئے عبرت کا مقام رہ گئے ہیں۔ اور صرف نام کے مسلمان۔

ہماری تحصیل پھالیہ میں مسلمانوں کی تعداد خدا کے فضل و کرم سے کم نہیں۔ بلکہ آپ کو حیرت میں ڈالنے والی ۹۲ فیصدی ہے اور باقی ۸ فیصدی غیر اقوام۔ جن میں ہندو۔ سکھ۔ عیسائی۔ جینی۔ یہودی۔ گبر۔ ترسا۔ بت پرست۔ چوڑھے۔ چمار سب شامل ہیں لیکن اگرچہ تعداد میں کل دوسری قوموں سے بیش از بیش ہیں۔ مگر میدانِ عمل میں سب سے پیچھے۔ دوسری قومیں جن کے افراد کی تعداد بالکل صفر کے برابر ہے۔ ان کی علو ہمتی اور بلند آہنگی ملاحظہ کرنی ہو۔ تو ہم بدنصیبوں کی جائے رہائش منڈی بہاؤ الدین میں تشریف لائیں۔ یہاں مخالفین، ہندو۔ سکھ وغیرہ سب اقوام کے سر بفلک مندر، گوردوارے، گرجے۔ پاٹھ شالا۔ ہائی سکول زنانہ و مردانہ موجود ہیں۔ جن پر نونہالانِ قوم نے کروڑوں روپیہ خرچ کر کے ان عمارتوں کو رشکِ فلک بنا دیا ہے۔ لیکن مسلمانو۔ خدا کے برگزیدہ رسول اور محبوب کے ماننے والو۔ تمہیں حیرت ہوگی۔ اور پھر نفرت ہوگی۔ کہ یہاں آپ کے خدا کے لئے ایک گھر بھی نہیں بن سکا۔

میرا دل اس خیال کے اظہار سے تڑپتا ہے۔ اور میرا قلم اس بات کے ارقام سے کانپتا ہے۔ میں اپنے دل کی قاشیں کس طرح آپ کے سامنے رکھ دوں۔ تاکہ آپ میرے جذباتِ خونیں اور حسیاتِ پژمردہ کا اندازہ لگا سکیں۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو صحیح معنوں میں مسلمان کہتے ہیں۔ کدھر ہیں وہ نفوس جو ہر دم قومی تڑپ کا ترانہ سناتے ہیں۔ آئیں اور آکر دیکھیں کہ اسلام اور وہ پاک اسلام جو عرب کی سنگلاخ اور ریتلی زمین سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گیا۔ جس نے بڑی بڑی متمرد اور سرکش ہستیوں کو حلقہ بگوش کیا۔ اور وحشی اقوام کو تھوڑے ہی عرصہ میں متمدن اور مہذب بنا کر شاہراہِ ترقی پر گامزن کرا دیا۔ یہاں منڈی بہاؤ الدین میں آکر اس کی شکل یوں مسخ ہوئی۔ کہ اس کے خدا کا نام لینے کے لئے نہ کوئی مسجد بن سکی اور نہ کوئی نام لیوا ہی پیدا ہو سکا۔

یہاں کے مسلمان اگرچہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن جہالت کا اس قدر دور دورہ ہے۔ کہ الامان الحفیظ۔ اگر چندے اور لاپرواہی کی گئی۔ اور کسی بیرونی قوت نے ان کی دستگیری نہ کی۔ تو یقیناً وہ زمانہ دور نہیں جبکہ ان مسلمانوں کی ہستی بالکل معدوم ہو جائیگی۔ اور یہ لوگ جہالت اور لاعلمی کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔

مجھے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان یاد آگیا۔ آپ نے مسلمانوں کی اس حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے بطور پیشینگوئی ارشاد فرما دیا تھا۔

الفقر کاد ان یکون کفرا — عنقریب تنگدستی کفر تک پہنچا دے گی۔

اس کا صحیح نمونہ اور اصلی مصداق ہماری منڈی بہاؤ الدین اور اس کے گرد و نواح کی جماعت ہے۔ حدیث شریف میں تو صرف ایک چیز یعنی غریبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی سے یہاں تنگدستی کے ساتھ جہالت بھی ہے۔ یہی دو چیزیں جو ایک سے ایک بڑھ کر خطرناک ہیں۔ مسلمانوں کو بالکل تباہ و برباد کر رہی ہیں۔ یہ لوگ غیر مسلم قوموں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ اور بوجہ تنگدستی ان کا دین۔ ان کا ایمان۔ ان کی جان۔ ان کا مذہب۔ سب غیر مسلم کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے۔ ان اللہ لا یغیر بقوم حتی یغیر ما بانفسھم۔ جس کا ترجمہ اخبار زمیندار کی پیشانی پر کسی زمانہ میں یوں لکھا جاتا تھا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ان مسلمانوں پر اس قدر غفلت و سکون اور جمود و خمود کا دور دورہ ہے۔ کہ اس مختصر جگہ میں اس کا احصار ناممکن اور اس کا احاطہ مشکل بلکہ صعب ترین ہے۔ حالات کچھ ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ ہر چند کوشش کی گئی۔ قوم کو ابھارا گیا۔ مگر پھول سے

ترقی یا فتہ از پائیں بہ بالا — من از بالا بہ پائیں سے ترقم

قعرِ مذلت میں ہی گرتے گئے۔ اور بوجہ مُردہ حسیات ہونے کے اسی پر قناعت کر بیٹھے۔ لیکن بقول

مردے از غیب بیاید و کارے بکند

للہ الحمد۔ کہ اس مُردہ قوم کو زندہ کرنے اور قعر مذلت سے نکالنے کے لئے داد ارِ بیہال اور ایزد متعال نے جناب معلی القاب چوہدری فضل الٰہی صاحب سب جج اور شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی کلکٹر کو یہاں بھیج دیا۔ جو مقدم الذکر سب جج مقرر ہو کر یہاں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور موخر الذکر ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے دو ڈویژنوں کے انچارج ہیں اور ان کا ہیڈ کوارٹر منڈی بہاؤالدین ہے۔ ہر دو ہستیاں نہایت متدین۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور صحیح معنوں میں مُسلمان ہیں۔ ان کے پہلو میں قومی درد رکھنے والا ایک دل ہے۔ جس میں جذبات اور حسیات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ انہوں نے یہاں قدم رنجہ فرماتے ہی ان کی کمزوری کو محسوس کیا اور تڑپ گئے۔ بس پھر کیا تھا۔ اپنی ساری توجہ اور جدوجہد ان کی اصلاح و بہبودی پر مرکوز کر دی۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ یہاں کے ۹۲ فیصدی مُسلمان حضور صلعم کے فرمان ذی شان

الفقرُ کادَ ان یکون کفراً

کے مصداق ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کی کوشش جمیلہ اور سعی حمیدہ سے انجمن ترقی تعلیم مسلمانانِ منڈی بہاؤالدین کا وجود عمل میں لایا گیا۔ کیونکہ اس گتھی کا حل اور اس مصیبت کا علاج یہی سوچا گیا ہے۔ کہ ان کی اصلاح کے ساتھ ان کے بچوں کو تعلیم دلائی جائے۔ تاکہ وہ جہالت کے عمیق گڑھے سے نکل کر حق و باطل۔ رشد و تمیز۔ نفع و نقصان۔ نیک و بد۔ سیاہ و سفید وغیرہ وغیرہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ چوہدری صاحب موصوف نے سب سے نمایاں کام یہ کیا کہ اس انجمن کی صدارت قبول فرما لی۔ جو اس امر کی گارنٹی ہے۔ کہ کام نہایت تن دہی اور نیک نیتی سے کیا جائیگا۔

سر دست دو مدرسے کھولے گئے ہیں۔ ایک لڑکوں کے لئے اور دُوسرا لڑکیوں کے لئے۔ زنانہ مدرسہ مڈل تک ہوگا اور مردانہ ہائی سکول تک۔ لیکن یہاں کے مُسلمان جن کا رونا اوپر رویا جا چکا ہے۔ اس قابل نہیں ہیں۔ کہ اس خرچ کو برداشت کر سکیں جہالت اور تنگدستی کے دور دورہ میں وہ نانِ شبینہ تک کو محتاج ہیں۔ پھر ان سے ایسی توقع رکھنا تحصیل حاصل کے مترادف ہے۔

اِس لئے ضروری ہے۔ کہ بیرونی مُسلمان خدا اور اس کے رسول مقبول کی خوشنودی کی خاطر۔ اپنی فلاح دارین اور پختگی دین و ایمان کی خاطر اپنے ان مظلوم۔ بیکس۔ بے یار و مددگار۔ ناتوان۔ کمزور۔ اور قعر مذلت میں گرے ہوئے بھائیوں کی دستگیری کریں۔ اور انہیں ایک بار اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں۔ تاکہ یہ لوگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر دُوسری ہمسایہ اقوام کے دوش بدوش چل سکیں ؎

بارہا نالید و گفت اے قوم باہُشیار شو

حصۂ خود از حریفاں گیر و گرم کار شو

جب یہ لوگ بھی گرم کار ہو جائیں۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچان لیں تب صحیح معنوں میں مُسلمان کہلا سکیں گے۔

تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہاں کے مسلمانوں میں جہالت اس قدر غالب اور مستولی ہے۔ کہ بہت سے افراد کلمہ شریف تک ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ چہ جائیکہ خدا اور رسول کو پہچانیں۔ شیخ سعدیؒ نے سچ فرمایا ؎

پئے علم چوں شمع باید گداخت | کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

قرآن مجید کی تعلیم کا بالکل فقدان ہے۔ اور بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں۔ جو اتنا بھی نہیں جانتے۔ کہ مُسلمانوں کی مذہبی اور الہامی کتاب قرآن بھی ہے۔ اگر کسی مُسلمان کو پتہ ہوگا۔ تو صرف قسمیں اُٹھانے کا۔ ورنہ اللہ اللہ خیر سلاّ۔

پس اس مصیبت اور نکبت کا واحد علاج یہ سوچا گیا ہے۔ کہ مدرسہ مجوزہ میں علاوہ دیگر نصاب تعلیم کے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ ہر مُسلمان جو یہاں سے انٹرنس پاس کر کے فارغ التحصیل ہو وہ کم از کم قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر سے کماحقہ، واقف ہو اور حدیث میں صحاح ستہ تک اُسے عبور حاصل ہو۔ اور ان کے مطالب پر حسب لیاقت حاوی ہو۔ تاکہ وہ نہ صرف دسویں پاس ہو کر نکلے۔ بلکہ اوسط درجہ کا مولوی اور مبلغ بھی ہو۔ کیونکہ یہ طے شدہ اور مُسلّم شے ہے۔ کہ جب تک مذہبی تعلیم نہ ہوگی۔ اصلاح قوم ناممکن ہے۔

اور مسلمان کبھی بھی اوجِ رفعتِ ترقی پر نہیں پہنچ سکتے۔

چونکہ یہ سب کام بغیر پیسے کے نہیں ہو سکتے۔ اور یہاں کے مسلمان اس قابل نہیں۔ لہذا آپ کی خدمت والا میں بصد ادب گذارش کرتا ہوں۔ کہ خدا اور اس کے حبیبؐ کی طفیل ان مظلوم بھائیوں کی دستگیری کریں۔ دیکھیں آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت بھی اسلام کی کیا حالت تھی۔ صحابہ کرام کی طرف نظر کریں۔ جو قرآن کے حکم لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔ جبتک جو کچھ تمہیں پیارا ہے وہ راہِ خدا میں خرچ نہ کر دو) کے مطابق ہر ایک نے جو کچھ مال و دولت اس کے پاس موجود تھا۔ حضورؐ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ حتیٰ کہ سوائے لوٹا اور مصلیٰ کے کچھ پاس نہ رہا۔ ایک صحابی کا ذکر ہے۔ کہ آپ ایک دن کے بھوکے تھے کیونکہ جو کچھ میسر ہوتا تھا۔ خدا کے راہ پر قربان کر دیتے تھے۔ اور کسی سائل کو بغیر حاجت پوری کئے رد نہ کرتے تھے۔ جب بھوک نے سخت بیتاب کیا۔ تو پیٹ پر ایک پتھر باندھ لیا۔ جب زیادہ تنگ ہوئے۔ تو باہر نکلے کہ فلاں صحابی کے پاس جائیں۔ شاید اس سے کچھ کھانے کو مل جائے۔ وہاں جا کر دیکھا تو وہ اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے پڑا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ دو دن سے بھوکا ہے۔ ایک تیسرے صحابی کے پاس گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اسے تین دن کا فاقہ ہے۔ اور وہ پیٹ پر تین پتھر باندھے ہے۔

اللہ اللہ۔ یہ شان تھی ابتدائی مسلمانوں اور صحابہ کرام کی۔ پیٹ پر پتھر بندھے ہیں۔ تین دن کا فاقہ ہے۔ لیکن جب بھی کھانا میسر آیا اور کسی مسکین نے سوال کیا۔ تو سب کا سب طعام اس کو دے دیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ قیامت کے دن خدا کے روبرو جوابدہ ہونا پڑے۔ کہ تو نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ لیکن میرا ایک بندہ تیرے دروازہ سے خالی پھر گیا۔

یہی وجہ تھی۔ کہ تمام دنیا ان کے قدموں میں آ گئی۔ بڑے بڑے سلاطین زماں اور شاہانِ دوراں نے ان کا لوہا مانا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان پیٹ پر پتھر باندھنے والی جماعت نے چار دانگ عالم میں اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ ہر ایک قریہ سے اللہ اکبر کی صدا آنے لگی۔ اس لئے بقول غالب ؎

بدل کر فقیری کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں!

ہم بھی اپنے ہاتھ میں کاسۂ گدائی لیکر آپ کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں۔ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے۔ ان غریبوں اور بے کسوں کی امداد فرماویں۔ ممکن ہے۔ کہ آپ کی کوشش سے اس مقام کے کئی لاکھ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں۔ روزانہ خرچ سے کچھ تھوڑا بچا کر بھی آپ کافی امداد فرما سکتے ہیں۔ اور اس تھوڑی رقم سے بھی آپ قوم کو تباہی سے بچانے کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں جس کا نتیجہ اس دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں سرخروئی اور فلاح ہو گا۔

آمد و خرچ کا کل حساب باقاعدہ رسالہ صوفی میں ہر ماہ درج ہوتا رہے گا۔ آپ چاہیں تو رسید بک منگا سکتے ہیں۔ ترسیل زر اصحاب مندرجہ ذیل سے کسی ایک صاحب کے نام کی جا سکتی ہے:۔

(۱) چوہدری فضل الٰہی صاحب سب جج و صدر انجمن ترقی تعلیم مسلمانان منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات
(۲) شیخ خورشید عالم صاحب سیکرٹری انجمن ترقی تعلیم مسلمانان منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

خاکسار۔ محمد الدین صوفی

داستان پاستان مصنفہ خان بہادر قاضی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر چودھویں صدی۔ یہ کتاب مدت سے نایاب تھی۔ جو اسلامی تاریخ پر بہترین تصنیف ہے۔ آپ اس کی چند کاپیاں ہمیں ملی ہیں جو ہم بغرض فروخت پیش کرتے ہیں۔ چار حصوں میں۔ قیمت ہر چہار حصہ علاوہ محصولڈاک چار روپے چودہ آنہ (للعہ)

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین پنجاب**

اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ

از آقائے مرتضیٰ احمد خاں صاحب میکش ایڈیٹر "احسان"

وہ دیکھا تو نے ایوانوں کا گورستان ہو جانا
دیارِ کوئٹہ کا ایک دم ویران ہو جانا
یکا یک سرنگوں بستیوں کا مُنہ کے بل گرنا
وہ ہنستی بھماتی خاک کا سیستان ہو جانا
وہ دیکھی تو نے انساں پہ عناصر کی ظفرمندی
وہ دیکھا تو نے جانداروں کا یوں بے جان ہو جانا
وہ دیکھی تو نے غیبی طاقتوں کی کارفرمائی
وہ بربادی کا اُن کے ہاتھ سے سامان ہو جانا
وہ ارضِ کوئٹہ کا کانپ اُٹھنا خوف سے اور سے
وہ پل بھر میں ظہورِ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ہو جانا
مگر میں پوچھتا ہوں تجھ سے جا بھی کبھی کیا ہے؟
یہ بن بن کے بگڑنا، اس پہ پھر حیران ہو جانا

اگر سوچے تو تیرے واسطے یہ درسِ عبرت ہے
اگر سمجھے تو یہ بھی آیتِ آیاتِ ساعت ہے

عناصر ارض کے جتنے بھی ہیں سب داس ہیں تیرے
عوامل آسماں کے تو جو چاہے پاس ہیں تیرے
تجھی سے ہے جہان آب و گِل میں خوبی و زشتی
اسے زیر و زبر کرتے ہیں جو انفاس ہیں تیرے
عناصر اور عوامل کے مقابل تو جو بے بس ہے
سبب اس کا یہی اعمال بے اخلاص ہیں تیرے
مصائب جس قدر رہتے ہیں نازل تیری بستی پر
اگر سوچے تو اے غافل یہ سب آماس ہیں تیرے
بظاہر تجھ پہ آپڑتی ہیں جو خارج سے اُفتادیں
اگر دیکھے اگر سمجھے تو یہ سنڈاس ہیں تیرے
تو غافل اپنی ہستی سے ہے اے دریائے بے پایاں
زمین و آسماں کی وسعتیں سب طاس ہیں تیرے

اگر مُسلم ہے تو تو سب عناصر تجھ کو پرُوش ہیں
خدا سے تو نے کی جب سرکشی۔ یہ تجھ سے سرکش ہیں

مستانہ خوشبو دماغی طاقت اور امراض سر بالوں کی پوسیدگی اُنکی پرورش تقویت اور نشو و نما کیلئے بہترین تیل

شاہجہان ہیئر آئل

ہم گارنٹی کرتے ہیں۔ کہ یہ تیل خالص بادام روغن کی آمیزش سے تیار کیا جاتا ہے۔ بازار میں آج تک جس قدر تیل استعمال ہوتے ہیں یا ولایت سے آتے ہیں آپ اس کا مقابلہ اُن سے کر کے ملاحظہ فرمالیں۔ اس کے استعمال سے بالوں کی جڑھیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ بال حیرت انگیز طریق سے طویل اور دراز ہو جاتے ہیں۔ دماغ کی خشکی دُور ہو جاتی ہے۔ قوت بصارت بڑھتی ہے۔ درد سر۔ نزلہ زکام کیلئے بہترین چیز ہے۔ دماغی کمزوری کو دُور کر کے حافظہ کو بڑھاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ اونس علاوہ محصولڈاک ۱۲ عہ

ملنے کا پتہ: مینیجر کارخانہ آبِ حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

ستائیس سال گذشتہ میں پچاس ہزار سرٹیفکیٹ ہماری کامیابی کی سب سے بڑی شہادت

قیمت فی شیشی دو روپے — نمونہ کی شیشی آٹھ آنے

آب حیات

آب حیات نے جو قدر نام پایا ہے اس کی مکمل تشریح کے واسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے اسکے فوائد کی تصدیق میں گذشتہ ستائیس سال کے اندر پچاس ہزار سرٹیفکیٹ موصول ہو چکے ہیں عام طور پر ہر انسانی بیماری کے واسطے اکسیر اعظم ہے طرفہ یہ ہے کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے ہر قسم کی کھانسی نزلہ زکام نمونیا درد پیچش وجع المفاصل نقرس امراض معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون قولنج ہیضہ طاعون پھوڑا پھنسی و درد دانت کے رو ضعف بصارت کیلئے نہایت مفید دوا ہے آب حیات جس گھر میں موجود ہے اس کو اور ادویات تیار کرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک شیشی میں پچاس بیماریوں کیلئے کافی دوا تیار ہوتی ہے۔ آب حیات کے مقابلہ میں اور ادویات کے نیچی بعض مصول میں یہ شہر دیہات میں جہاں حکیم ڈاکٹر نہیں مل سکتا وہاں یہ نعمت عظمیٰ ہے بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم اسکے استعمال سے پانچ کے پچاس بنا رہے ہیں ناواقف اس کا استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے قیمت فی شیشی دو روپے تین شیشی چھ روپے چھ شیشی لعہ ایک درجن ۲۲ علاوہ محصولڈاک

صفا سرمہ

یہ سرمہ ضعف بصر تاریکی چشم دھند جالا پڑبال غبار پھولا سرخی پانی بہنا خارش وغیرہ کے واسطے بفضل خدا سرمہ حکیمہ علاج ہے سکول ڈسٹرکٹ اور قانون پیشہ صاحبان کیلئے یہ ایک عجیب و غریب تحفہ ہے۔ جو صاحب اس کو اپنا معمول بنالیں گے انشاء اللہ عمر بھر کبھی ان کی آنکھیں خراب نہ ہونگی۔ جوانی کی عمر میں جو لوگ اس کا استعمال کرتے رہیں گے بوقت پیری اپنی آنکھوں کو جوانی سے بہتر پائیں گے۔ قیمت فی تولہ سرمہ سفید عہ سرمہ سیاہ عہ

محافظ دندان

دانت مشین خدائی ہیں۔ ان چیزوں کا جن سے ہمارے جسم کی پرورش ہوتی ہے غذا وغیرہ تمام نیاتی نعمتیں جو معدہ میں داخل کریں ان کی درستی ابتدا انہیں دانتوں سے ہوتی ہے پس ہر وقت ان کو صاف رکھنے کی فکر رکھیں اس منجن کے ملنے سے دانت مضبوط مسوڑوں کا گوشت درست خون آنا بند۔ بدبو میل دور۔ دانت گرنے سے محفوظ و کیڑا نہیں لگتا دانت ہمیشہ موتیوں کی طرح چمکدار رہتے ہیں۔ قیمت چار تولہ ایک روپیہ عہ

اعوان ہیر آئیل یعنی بالوں کے لگانے کا خوشبودار تیل

کارخانہ آب حیات لمیٹڈ نے طبی اصول کے موافق بالوں کی اصلیت اور روئیدگی و طریق پرورش و قیام وغیرہ کے حالات پر غور کر کے موجودہ تیلوں کے جو آج کل مروج ہیں نقصانات کو مدنظر رکھ کر یہ تیل ستائیس برس سے ایجاد کیا ہوا ہے جو سر پر لگانے سے بالوں کو تقویت دیتا ہے اور اعصاب و عروق کو مضبوط کرتا ہے۔ درد سر سر کا چکر یہوست سے بالوں کا گرنا اور بدخوابی دور ہو جاتی ہے۔ بالوں کی جڑیں تر رہتی ہیں اور بال لمبے و چمکدار ہوتے ہیں دماغ کو طاقت رہتی ہے مسامات میں اس کے اثر سے وہ رطوبت جلد تر تبدیل ہو جاتی ہے جس سے بال سفید ہو جایا کرتے ہیں۔ قیمت فی شیشی علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ (عہ)

بال اڑانے کا بیضر پوڈر

یہ پوڈر نرم سے نرم جگہ پر بھی بے ضرر اور بلا تکلیف بال اڑا کر جلد کو ریشم کی مانند ملائم کر دیتا ہے۔ قلعی وچونہ اور ہڑتال کی آمیزش اس میں نہیں ہے۔ قیمت فی پیکٹ علاوہ محصولڈاک چھ آنے (۶)

ملنے کا پتہ: مینیجر آب حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب۔

معدہ کی شکایت تمام بیماریوں کی جڑ ہے!

نمک سلیمانی سریع علاج

نمک سلیمانی تمام شکایتوں کو دور کرکے معدہ کو قوی کرتا ہے اور بدن میں خون صالح بافراط پیدا کرکے تندرستی بڑھاتا ہے دائمی قبض۔ بدہضمی شکم میں درد اور نفخ ہو جانا۔ کمی اشتہا یعنی بھوک نہ لگنا۔ کھٹے ڈکار آنا سینہ جلنا منہ سے بدمزہ پانی چھوٹنا طحال یعنی تاپ تلی ضعف معدہ باقی امراض ہیضہ اسہال پیچش۔ بواسیر درد گردہ اوجاع الم مفاصل یعنی گنٹھیا۔ دردسر ضعف دماغ ضعف بصر وغیرہ اور دیگر امراض میں مثل تریاق کے حکمی تاثیر رکھتا ہے۔ بچوں کو دانت نکلنے کی حالت میں نفع پہنچاتا ہے عورتوں کی خاص بیماریوں کے واسطے ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو تو فائدہ کثیر بخشتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے اور غذا کو فوراً ہضم کرتا ہے جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا ہوتا ہے اور ہر قسم کی سستی اور غمگینی دور کرتا ہے اور طاقت مردانگی بڑھاتا ہے فاسد خون کو زائل کرکے رنگ بدن صاف شفاف رکھتا ہے قلب کو قوت اور فرحت بخشتا ہے۔ پژمردہ طبیعت کو خورسند کرتا ہے اور وہم و فکر کو زائل کرتا ہے اور معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کرکے اس کی قوت کا محافظ رہتا ہے ہیضہ اور طاعون کے دنوں میں اس کا استعمال اکسیر کا کام دیتا ہے ہر گھر میں اس نمک کی ایک شیشی موجود رکھنی نہایت ضروری ہے اس سے وقت پر جادو کا اثر پڑتا ہے قیمت فی شیشی ۲/ تین شیشی ۴/ چھ شیشی للعہ علاوہ محصولڈاک

اکسیر عنبری

اکسیر عنبری میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے واسطے اہل ملک لاکھوں روپے یورپ اور نیز جھوٹے اشتہار بازوں کی نذر کر رہے ہیں۔ خداوند کریم کی عنایت سے آپ چونکہ ہندوستان کے ہر حصے میں اکسیر عنبری کا تجربہ ہو چکا ہے اس لئے اس کی تعریف میں صفحے سیاہ کرکے آپ کی سمع خراشی کرنا منظور نہیں ہے اور نہ اس کے پورے صفات بیان کرنے کی اس اشتہار میں گنجائش ہے یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے۔ عورتوں۔ بچوں اور لڑکیوں کی کمزوری کی حالت میں اس کو استعمال کیا گیا اور نتیجہ نہایت تسلی بخش نکلا ہے۔ مردوں کے امراض مثل کثرت احتلام اور جریان و سرعت وغیرہ کو نافع ہے۔ جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی خرابی سے جب انسان زندہ درگور ہو جاتا ہے تو اکسیر عنبری نئی زندگی بخشتا ہے اس کی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سریع التاثیر سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری باطنی تیز و روشن ہو جاتے ہیں خیالات اعلیٰ اور مفید سوجھنے لگتے ہیں دل کو وہ تقویت اور فرحت پہنچتی ہے کہ گویا قادر مطلق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے ضعف دل یعنی دل کا دھڑکنا دل کا ڈوبتے جانا پراگندہ خیالی سانس کا پھولنا وغیرہ امراض کے واسطے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے جس کے استعمال سے ہر طرح کے تمام نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ ججوں منصفوں تحصیلداروں رئیسوں اور جاگیرداروں وغیرہ کو یہ مونس رفیق جان کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ) تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔

طلائے نادر

یہ طلاء مقوی اور اوائل کی غلط کاریوں کے ازالہ کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے زیادہ تعریف خلاف تہذیب ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے اکسیر عنبری کے ہمراہ اس کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔

طلائے خاص

یہ طلاء نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے اس میں کستوری ہے۔ صرف امیروں کے لئے قیمت فی شیشی پانچ روپے (صہ)

خضاب لاجواب

افسوس ہے کہ اکثر لوگوں نے خضاب کے اشتہار دے کر اپنی لفاظی اور جھوٹے دعووں کے ذریعے پبلک کو بدظن کر دیا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خضاب لاجواب کے صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی بال سیاہ ہو کر عمر بھر کیلئے چھٹکارا ہو جاتا ہے بلکہ ہم اس کی اصلی تعریف ناظرین کی خدمت میں بلا پس و پیش درج کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ کو بلا نقص خضاب کی ضرورت ہے، جو سفید بالوں کو تھوڑی دیر میں قدرتی سیاہ رنگ دیتا ہے بال مثل ریشم کے نرم رہتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کے لگانے سے پیشتر جتنے بال سفید ہونگے اتنے ہی رہیں گے ہمارا دعویٰ ہے کہ اس خضاب سے اچھا دنیا بھر میں آج تک کوئی خضاب ایجاد نہیں ہوا اہل ملک نے اس خضاب کی خوبیوں کا اندازہ کر لیا ہے آج تک کہیں سے بھی کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملا۔ اگر مہندی وسمہ کی تکلیف سے بچنا اور پیری میں جوانی چاہتے ہو تو آزماؤ۔ قیمت فی سٹ دو روپے آٹھ آنہ (عہ) علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:- مینیجر آب حیات لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

تاج کمپنی

کی نہایت شاندار عکسی رنگین و مطلّا اسلامی مطبوعات

جو اعلیٰ خوشنویسی۔ عمدہ رنگین عکسی چھپائی۔ نفیس کاغذ اور مطلّا جلد بندی کا خاص الخالص دیدہ زیب نمونہ ہیں۔ اِن کی ظاہری و باطنی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں

یازدہ سُورہ شریف
مع درود تاج، درود لکھی عہدنامہ مترجم مجلد
قسم اول ۱۲؍ قسم دوم ۱۲؍

یازدہ سُورہ شریف
مع دُعائے گنج العرش درود تاج درود لکھی و عہدنامہ مترجم قسم اعلیٰ مجلد ۱۲؍

ہفت سُورہ شریف
مع دُعائے گنج العرش بلا ترجمہ مجلد
قسم اول ۱۲؍ قسم دوم ۱۲؍

دلائل الخیرات مجلّد
قسم خاص ۱۲؍ قسم دوم ۱۲؍

نماز مُترجم
قسم اول ۵؍ قسم دوم ۲؍

سُورۂ یٰس
مُترجم قسم اول ۵؍ قسم دوم ۲؍

مُسدّس حالی
قسم خاص مجلد ۱۲؍ قسم دوم ۱۲؍

یازدہ سُورہ شریف
مع دُعائے گنج العرش مترجم مجلد
قسم اول ۱۲؍ قسم دوم ۱۲؍

یازدہ سُورہ شریف مُترجم
جیبی سائز قسم اول مجلد ۱۲؍ قسم دوم ۱؍

دوازدہ سُورہ شریف
مع سُورہ کہف مترجم مجلد
قسم اعلیٰ ۱۲؍

درود تاج درود لکھی و عہدنامہ
قسم اول ۵؍ قسم دوم ۲؍

دُعائے گنج العرش مُترجم
قسم اول ۵؍ قسم دوم ۲؍

سُورۂ کہف
مُترجم قسم اول مجلد ۸؍ بلا جلد ۶؍

درود مُستغاث
قسم خاص چار آنے (۴؍)

شکوہ جواب شکوہ ترانۂ اقبال قسم خاص ۶؍ قسم دوم ۴؍ قسم سوم ۲؍

بالِ جبریل ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مدظلہ کا تازہ اردو کلام جو تقریباً بیس سال کے بعد شائع ہوا ہے۔ کتاب کا سائز ۲۲×۲۷/۸ اور حجم سوا دو سو صفحہ ہے۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ جلد ولائتی کپڑے کی۔ قیمت تین روپے (۳؍)

بانگِ درا (تیسرا ایڈیشن) ڈاکٹر سر محمد اقبال کے قدیم اُردو کلام کا بینظیر مجموعہ جو نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ ہر ایک کتاب ڈاکٹر صاحب کی تصویر سے مزین ہے۔ جلد بڑھیا ولائتی کپڑے کی۔ قیمت ساڑھے تین روپے (۳؍)

پیام مشرق (بزبان فارسی) اور جواب دیوان شاعر المانیہ گوئٹے۔ اس کتاب کا مُدعا زیادہ تر اُن اخلاقی۔ ملی و مذہبی حقائق کو پیش نظر لانا ہے جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی تربیت سے ہے مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت مجلد ۲؍

جاوید نامہ علامہ سر محمد اقبال کی جدید ترین فارسی نظموں کا مجموعہ جو ابھی ابھی پریس سے آیا ہے۔ قیمت تین روپے (۳؍)

مُسافر وہ حیات آفرین منظوم پیغام جو علامہ موصوف نے سیاحت افغانستان سے واپس آکر ملت افغانیہ کو دیا۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲؍)

الہامی افسانے مُصنفہ آقائے مرتضیٰ احمد خاں صاحب میکش درانی اس کتاب میں قصص قرآنی کو افسانوں کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲؍)

رُقعاتِ اکبر مرتبہ محمد نصیر ہمایوں بی۔ اے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم کے اُن رقعات کا مجموعہ جو اس سے پہلے کہیں شائع نہیں ہوئے تھے مع سوانح و فوٹو حضرت اکبر مرحوم و مقدمہ از آنریبل خان بہادر جسٹس سر عبدالقادر جج ہائیکورٹ لاہور۔ قیمت دس آنے (۱۰؍)

ادبستان مجموعہ مضامین حضرت ابوالمعانی خلیقی دہلوی مع مقدمہ از حضرت اختر شیرانی۔ قیمت مجلد و مطلا ۱۲؍

میری داستانِ حیات امریکہ کی اندھی۔ بہری۔ گونگی فاضلہ ہیلن کیلر کی خود نوشت سوانح عمری
مترجمہ مسٹر خادم محی الدین صاحب ایم اے سی ڈی زلینڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج لائل پور۔ قیمت جلد و مطلا ۱۲؍

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین پنجاب**

اسلامی نظام تعلیم مصنفہ ڈاکٹر ہائے برکب جسے خان فضل کریم صاحب درانی نے جرمنی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔ اسلامی تاریخ تمدن کا ایک بیش قیمت باب ہے قیمت صرف ۶ر

دی گریٹ پرافٹ یعنی سیرت النبی صلعم بزبان انگریزی مؤلفہ خان فضل کریم صاحب درانی بی۔اے اس کتاب کو محکمہ تعلیم نے پنجاب کے مدارس کیلئے منظور فرمایا۔ اور کئی اسلامی مدارس میں بطور ٹیکسٹ یا سپلیمنٹری ریڈر پڑھائی جارہی ہے قیمت مجلد عہ بلا جلد عہ

حجاب زندگی سید عابد علی صاحب عابد بی۔اے ایل ایل۔بی کے سات مشہور افسانوں کا مجموعہ۔ قیمت ۱۲ر

اُما اپنی نوعیت اور سالوں میں سید عابد علی صاحب کے مضامین اور کلام نے جو آگ لگا رکھی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ ڈراما بھی انہیں کے قلم کا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو بنگالی زبان کے ایک مشہور ڈرامے کا ترجمہ ہے قیمت ۶ر

ضحاک (ڈراما) سانپوں والے بادشاہ ضحاک اور فریدوں کا قصہ شاہنامہ میں استاد دہا فردوسی نے فصاحت و لطافت سے بیان کیا ہے مگر اسکی تاریخی حیثیت معتبر نہیں۔ فاضل ادیب جناب اختر شیرانی نے اس ڈرامہ کو تاریخی رنگ دے کر بجائے ایک خیالی اور تصوری افسانہ کے واقعہ بنا دیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

معصوم کلیسا دور حاضرہ کا بہترین ادبی شاہکار ڈرامہ جس میں محبت کے اسرار رمزی بے نقاب کئے گئے ہیں قیمت ۱۲ر

بہشتی زیور کامل یہ کتاب عورتوں کی تعلیم کے لئے تالیف ہوئی ہے اور اس کتاب کے گیارہ حصے ہیں مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب۔ قیمت مکمل کتاب مبلغ تین روپے (سے ر)

اسلامی سپاہیانہ زندگی اس میں تاریخی واقعات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نکبت اور افلاس کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے سپاہیانہ زندگی کو چھوڑ کر شاہانہ اور امیرانہ زندگی اختیار کرلی ہے۔ پھر اس مرض کا علاج تجویز کیا ہے۔ از مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔ قیمت ایک روپیہ (عہ ر)

اکابر قوم مسلمانوں عالموں فقیروں امیروں اور لیڈروں میں جو خرابیاں ہیں انکو بیان کرکے انکی اصلاح کے طریقے بتائے ہیں۔ قیمت ۱ر

دربار علم مؤلفہ مولانا عبدالماجد صاحب جسمیں ارکان اسلام اسرار فلسفہ وغیرہ نہایت تفصیل و شرح سے درج ہیں۔ قیمت عہ

تاریخ ابن خلدون دنیا میں تاریخ نویسی کا موجد مؤرخان یورپ و امریکہ کے نزدیک علامہ ابن خلدون تھے۔ آپ نے جو تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانہ کی لکھی ہے وہ اپنی قسم کی پہلی تاریخ ہے۔ بعد کی کل تاریخیں جو مختلف مؤرخوں نے لکھی ہیں اسی تاریخ سے ماخوذ ہیں۔ یہ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ قیمت حسب ذیل ہے:-

(۱) مقدمہ تاریخ ابن خلدون تین جلدوں میں جسمیں تاریخ نویسی کے اصول درج کئے گئے ہیں ہے ر

(۲) تاریخ اسلام ۱۴ حصے۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ حصہ سوم عہ حصہ چہارم عہ حصہ پنجم سے حصہ ششم عہ حصہ ہفتم سے حصہ ہشتم سے ر حصہ نہم سے ر حصہ دہم سے ر حصہ یازدہم سے ر حصہ دوازدہم سے ر حصہ سیزدہم سے ر حصہ چہاردہم سے علاوہ محصول ڈاک

تاریخ اسلام اُردو زبان میں تاریخ اسلام کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں یہ کتاب بلحاظ واقعات طرز تحریر سیاق عبارت لکھائی چھپائی سب میں بہتر ہے۔ سات رنگوں سے چھپا ہوا نقشہ عرب اس رنگین سرورق نے چار چاند لگا دئیے ہیں ہندوستان کی اکثر سرکاری ٹیکسٹ بک کمیٹی ہائے نے اس کو سرکاری مدارس کیلئے بطور لائبریری انعامی کتاب کے منظور کیا ہے۔ مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی قیمت جلد اول للعہ ر جلد دوم زیر طبع جلد سوم سے ر

فقرائے اسلام اس کتاب میں اُن پیشوایان دین کے سبق آموز حالات درج ہیں جنہوں نے فقر و فاقہ کے باوجود اسلام کے اصول و ارکان کو استوار و مستحکم کیا۔ اپنے اوپر تکلیف برداشت کرکے تبلیغ اسلام کی مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی۔ قیمت عہ

سیر الصحابہ تابعین صحابہ کرام یعنی مقدس ہستیوں کے عقائد عبادات معاملات حسن معاشرت علوم و فنون اور زندگی کے مفصل حالات۔ قیمت صہ ر

صحابیات یہ کتاب اکثر زنانہ اسلامیہ سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس میں ۵۸ صحابیات کے حالات درج ہیں قیمت عہ

ذکر حبیب عہد حاضرہ کے محبوب الٰہی حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔ کرامات و ملفوظات۔ قیمت تین روپے (سے)

سوانح احمدی حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے رفیق کار سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جہاد اور سکھوں کے ساتھ معرکہ کی جنگ۔ آپکے عمدہ ارشادات اور روحانی تصرفات کا ذکر قیمت عہ ر

ملنے کا پتہ: مینیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین پنجاب

رات کی تنہائی میں بالکل اکیلے بیٹھ کر پڑھنے کے قابل اصلی مکمل سب سے بڑا
ایک سو ساٹھ تصویروں والا ۲۰۰ صفحات کا مکمل مجلد اور بیحد خوبصورت

اصلی شہنشاہی کوک شاستر

جس کو ایک بڑے بھاری پنڈت نے تبت لداخ کشمیر کی پرانی لائبریریوں کا سراغ لگانے اور کوکا پنڈت دزیر اعظم کشمیر کے خاندان کے ایک ایک آدمی کو تلاش کر کے ان کے خاندانی بھیدوں کو معلوم کرنے کے بعد سولہ سال کی محنت سے تیار کیا ہے۔ اس کتاب میں علم کوک شاستر کی حقیقت۔ کوکا پنڈت کی سوانح عمری اور عجیب و غریب واقعات چاروں قسم کے مردوں عورتوں کا مفصل بیان بچپن اور جوانی دیوانی کا زمانہ۔ شادی اور اس کے مقاصد موصلت کی ضرورت اور اس کے طریقے۔ آسنوں کا بیان اور چاند کی تاریخوں کے خفیہ راز حمل و حیض کی مفصل کیفیت امراض مخصوصہ مردانہ و زنانہ کے مفصل حالات اور مجرب نسخے بچوں کی پرورش اور زچہ وغیرہ کا بیان حسن و جوانی قائم رکھنے کے طریقے اور نسخے اور اسی قسم کے سینکڑوں مضامین درج ہیں غرض یہ ہی چیز ہے جس کا آپ نے آج تک نام ہی سنا تھا اور کہیں دیکھنے میں آئی تھی اور اس میں وہ تمام باتیں درج ہیں جن کی آپ کو مدتوں سے تلاش تھی اور کہیں دستیاب نہ ہوتی تھیں۔ اسکی تصویریں ایسی خوبصورت معنی خیز اور مفید مطلب ہیں کہ ہر شخص ان کو دیکھ کر خوشی و راحت حاصل کر کے اپنی مطلب براری کر سکتا ہے
قیمت مجلد اردو میں ۸ؔ ہندی بھاشا میں ۸ؔ

سہاگ رُت یا سہاگن دولہن کی پہلی رات

آپ اس کتاب میں لذت شادی کا خزانہ موجود پائیں گے۔ بیوی خاوند کا سچا راہنما تعلقات زناشوئی کو خوشگوار بنانے کے لئے قیمتی رازوں کا مخزن۔ ہونہار نوجوانوں کو گمراہی سے بچانے والا سچا مشیر کا۔ شادی کے خفیہ رازوں کا انکشاف ایسے دلچسپ پیرایہ میں کیا گیا ہے کہ یا مذاق و تماشا آپ اس کا کوئی صفحہ پڑھ کر دیکھیں اس میں انسانی زندگی کے واقعات سیر میل فلم کی طرح نظر آئیں گے۔ نوابی سہاگ رُت نے کس طرح اپنے عیاش اور نیو فیشن خاوند کو بدراہی سے ہٹا کر اپنے دل کے مالک زندگی کے شیریں راہ پر گامزن کیا ہر ایک تیار شادی شدہ شادی کرنیوالے بھائی کو یہ باتیں پڑھ کر اپنی زندگی کے سانچہ میں ڈھال لینی چاہئیں۔ یہ کتاب آپ کی زندگی کو خوشگوار بنانے کا بہترین راہنما ثابت ہوگی۔ قیمت صرف ۸ؔ

شادی سے پہلے اور شادی کے بعد

یہ ایک ایسی لاجواب کتاب شائع ہوتی ہے کہ جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے کیونکہ اس سے ہر مرد و نوجوان شادی شدہ و بلا شادی شدہ دونوں اس کے مطالعہ سے لطف زندگی اٹھا سکتے ہیں۔ غیر شادی شدہ کیلئے وہ مفید مطلب باتیں تحریر کیگئی ہیں کہ وہ اپنی بیش بہا جوانی کو محفوظ رکھ سکتا ہے اور شادی شدہ اپنی بیاہی بیوی کی خواہش جذبات اور خوبصورت اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں انواع و اقسام کے مجرب نسخہ جات جن کا کہ جوانی سے تعلق ہے درج ہیں جن کو پڑھ کر خفیہ طریقہ سے خود بخود علاج ہو سکتا ہے۔ بہت جلد اس کو منگا کر فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ تعداد میں تھوڑی رہگئی ہیں۔ مبادا آپ کو دوسرے انڈیشن کا انتظار کرنا پڑے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

صحت عورات یعنی علاج المستورات باتصویر

مس لڈیہ ایف فیولز۔ ایم۔ ڈی کی ایک مستند انگریزی کتاب کا ترجمہ جس میں مستورات کے ایام زچہ وغیرہ کے متعلق تمام احتیاطیں و علاج بالتفصیل درج ہیں۔ قیمت صرف ۴ؔ

اولاد کی تربیت کی بچوں کے اخلاق و عادات درست کرنے اور ان کو بری باتوں سے بچانے کے لئے بہترین کتاب ہے جو نئے دریافت شدہ اصول پر لکھی گئی ہے۔ قیمت عہ

اصلی صابن سازی کی اگر آپ بیکار ہیں اور چاہتے ہیں کہ حلال کی کمائی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا گذارہ کریں۔ تو ہم سے اصلی صابن سازی منگا کر صابن بنانا شروع کر دیں اس میں ایک بھی نسخہ ایسا نہیں جو آپ گھر پر تیار نہ کر سکیں۔ ہر ایک نسخہ تجربہ کر کے کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ ایک ایک نسخہ سو سو روپیہ کو بھی ارزاں ہے پہلے یہ کتاب فی جلد دس روپیہ کو فروخت ہوتی رہی ہے۔ اب فی جلد مبلغ تین روپے (سے ر) ہے۔ بہت چھوٹی سی کتاب ہے۔ نسخوں کی قیمت ہے کاغذ کی قیمت نہیں۔

بسکٹ فیکٹری کی ہندوستان میں ہر سال اسی نوے لاکھ روپے کے بسکٹ غیر ممالک سے آ کر بکتے ہیں۔ بسکٹ بنانا اصل کیمیاگری ہے۔ اس کتاب میں ڈبل روٹی کیک وغیرہ بنانے کی تراکیب درج ہیں۔ قیمت صرف ۶ؔ

ملنے کا پتہ:- مینیجر صوفی بک ڈپو پنڈی بہاؤالدین پنجاب

پریمیم بانڈ کیا چیز ہیں؟

جس طرح سرکار انگریزی وقتاً فوقتاً ہندوستان یا انگلستان میں قرضہ حاصل کرتی ہے اور رقم کے عوض تمسکات جاری کرتی ہے یا جس طرح بمبئی اور کلکتہ شہر کی میونسپل کمیٹیاں شہری حدود بڑھانے کے لئے قرضہ لیتی اور تمسکات جاری کرتی ہیں اسی طرح یورپ میں بعض حکومتیں اپنے ملک کی تجارت صنعت و حرفت یا غیر آباد اضلاع یا جزائر کی آبادی کیلئے قرضے حاصل کرتی ہیں سنہ ۱۹۳۱ء میں حاصل کردہ انگریزی قرضہ کو جس طرح گورنمنٹ آف انڈیا لون یا بانڈ سنہ ۱۹۳۱ء کہا جاتا ہے اسی طرح فرانس میں کریڈیٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۰ء بانڈ ہوتا ہے یعنی حکومت فرانس نے سنہ ۱۹۲۰ء میں پچاس کروڑ قرضہ جنگ حاصل کیا ہر ایک تمسک پانچسو فرانک کا ہوتا ہے (فرانس کے سکہ کا نام ہے جو عموماً چار آنہ کے مساوی ہوتا ہے مگر اس کی قیمت انگریزی پونڈ کی طرح گھٹتی بڑھتی رہتی ہے) جس پر انکم ٹیکس معاف ہے اور پانچ فیصدی سالانہ اس پر سود دیا جاتا ہے۔ علاوہ سود کے گورنمنٹ فرانس اس قرضہ کے قرضخواہوں کو ان تمسکات پر ہر سال پانچ کروڑ فرانک (قریباً سوا کروڑ روپیہ) بطور انعام تقسیم کرتی ہے۔ انعام سال میں آٹھ دفعہ تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ایک قرعہ اندازی میں پہلا انعام دس لاکھ فرانک یا قریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے باقی چھوٹے انعام ہوتے ہیں اور ایک معقول تعداد تمسکات کی پوری رقم معہ سود خریداران تمسکات کو واپس ادا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ قرضہ جو سنہ ۱۹۲۰ء میں حاصل کیا گیا ہے سنہ ۱۹۹۵ء میں کلہم ادا ہو جاتا ہے۔

تمسکات قرضہ بطور کرنسی نوٹ

یہ تمسک فرانس میں اور دوسرے یورپین ممالک میں بطور کرنسی نوٹوں کے بوقت ضرورت ایک آدمی دوسرے کو دے سکتا اور خرید و فروخت میں ان کو استعمال کر سکتا ہے۔ انکی رقم ایسی ہے جیسے کہ ڈاک خانہ یا امپیریل بنک میں جمع کرا دی۔ جب ضرورت پڑی منگالی۔

ہندوستان میں یہ تمسکات

ہندوستان میں بھی آپ ان تمسکات کو جب اور جس وقت چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔ فروخت کرنیکے وقت جو شرح تبادلہ ہو اس کے مطابق نقد قیمت پا سکتے ہیں۔ تمسکات کے ساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں جو بھیجکر سود لے سکتے ہیں یا ان کو دیگر تمسکات کی خرید میں ادا کر سکتے ہیں۔ آپکے اطمینان کے واسطے فرنچ گورنمنٹ کے سنہ ۱۹۲۰ء کے قرضہ تمسک کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے تاکہ آپ اسکی شرائط سے واقف ہو جائیں۔

ترجمہ فرنچ گورنمنٹ نیشنل بانڈ

حکومت فرانس کے قومی قرضہ کا تمسک

جو حکومت فرانس کے خاص ایکٹ مورخہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کے مطابق جاری ہوا

مالک یا قابض تمسک سے معاہدہ

یہ تمسک پانچسو فرانک قرضہ کے متعلق جاری کیا جاتا ہے حکومت فرانس اس تمسک کو پیش کرنیکی صورت میں انعام نکلنے کی تاریخ سے بیس دن کے بعد لیکن تین سال کے اندر جس قدر انعام اس پر نکلا وہ ادا کر دے گی جس شخص کے پاس یہ تمسک ہو اس کو پچیس فرانک سالانہ کے حساب سے سود ہر سال ۱۵ جون اور ۱۵ دسمبر کو ملتا رہیگا۔ یہ قرضہ ۷۵ سال کے اندر یعنی سنہ ۱۹۹۵ء تک پورا ادا کر دیا جاویگا لیکن حکومت فرانس کا اختیار ہے کہ سنہ ۱۹۴۰ء کے بعد جس وقت چاہے کلہم قرضہ یکمشت ادا کر دے ایسی صورت میں آیندہ انعامات کا نکالنا بند کر دیا جاویگا۔

ہر ایک قرعہ اندازی میں علاوہ مندرجہ ذیل انعامات کے ایک کافی تعداد تمسکات کا پورا روپیہ قرضہ کا ادا ہوتا رہے گا جس کی تفصیل ہر سال گورنمنٹ گزٹ میں شائع ہوتی رہیگی۔ سنہ ۱۹۴۰ء کے بعد جب کبھی قرضہ کو یکمشت ادا کرنے کا فیصلہ ہوا تو گورنمنٹ فرانس اپنا یہ فیصلہ اور حکم گورنمنٹ گزٹ میں تین دفعہ آگاہی عوام کے لئے شائع کریگی۔ انعامات ہر سال ۲ جنوری یکم فروری یکم اپریل یکم مئی یکم جولائی یکم اگست یکم اکتوبر اور ۳ نومبر کو نکالے جائیں گے۔ تفصیل انعامات حسب ذیل ہوگی:-

ایک انعام دس لاکھ فرانک کا — ایک انعام پانچ لاکھ فرانک کا — دو انعام ہر ایک دو لاکھ فرانک کے

تین انعام ہر ایک تین لاکھ فرانک کے — چھ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے

ان کے علاوہ معقول تعداد تمسکات کی بذریعہ قرعہ اندازی نکال کر ان کے قرضہ کی پوری رقم ادا کی جاوے گی۔

دستخط وزیر مال گورنمنٹ فرانس

مورخہ ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

[illegible]

آپکی رقم کو کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل محفوظ رہیگی

انعامات بذریعہ قرعہ اندازی (لاٹری کے طریقہ پر) حکومت کے اعلیٰ افسروں اور عام پبلک کے سامنے نکالے جاتے ہیں شیشہ کا ایک بہت بڑا کرہ یا گول بکس ہوتا ہے جس میں تمسکات کے نمبر ڈالے ہوئے ہوتے ہیں۔ نمبران باہر سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس بکس کو گورنمنٹ کے انتظام سے سربمہر رکھا جاتا ہے جب سب لوگ اپنا اطمینان کرلیتے ہیں کہ مہریں درست ہیں اُن کے سامنے مہریں توڑی جاتی ہیں اور فرانس کے قومی یتیم خانہ سے ایک اندھی لڑکی بلائی جاتی ہے اور وہ ایک نمبر نکالتی ہے۔ یہ اس خوش قسمت کا تمسک ہوتا ہے جس کو پہلا انعام ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرا نمبر نکالتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سب نمبر نکالے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بکس کو اُسی طرح بند کردیتے ہیں اور مہریں لگاکر امپیریل یا شاہی خزانہ میں بکس محفوظ رکھدیا جاتا ہے تاریخ مقررہ کے بغیر اس میں کوئی نمبر داخل نہیں ہوسکتا نہ نکالا جاسکتا ہے۔ کوئی تمسک خالی نہیں رہ سکتا جس پر یا تو انعام نکلے گا یا اُس کی اصل زر کی واپسی ضروری اور یقینی ہے۔ اس طرح آپکی ادا کردہ رقم کو مطلق خطرہ نہیں اُس کا اصل محفوظ رہے گا اور ہر چھٹے ماہ بعد اُس کا سود بھی آپ کو ملتا رہے گا۔

تمسک کے ساتھ سود کے کوپن لگے ہوتے ہیں جن کی وصولی پر ہم آپ کے کوپن لیکر سود ادا کرتے رہیں گے۔ ہر ایک تمسک پر ایک نمبر دیا ہوتا ہے اور اُسی نمبر سے اُس کی خرید فروخت ہوتی رہتی ہے۔ جب انعام نکلتا ہے تو گورنمنٹ گزٹ میں یہی اعلان ہوتا ہے کہ تمسک نمبر فلاں کو اس قدر انعام ملا۔

کیا سود تھوڑا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض تمسکات پر سود کم ہے مگر خریداران تمسکات کو لاکھوں روپے کے انعامات ملنے کے جو سنہری موقع حاصل رہتے ہیں وہی ان تمسکات کی کامیابی کا واحد ذریعہ ہیں بعض تمسکات پر سود بہت کافی ہے یعنی پانچ فیصدی۔

انعامات کا روپیہ کس مد سے دیا جاتا ہے؟

بعض لوگ حیران رہجاتے ہیں کہ اس قدر بڑی رقم کے انعامات کہاں سے دیئے جاتے ہیں ہم اُن کے سمجھانے کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ فرض کرو ہماری سرکار پچاس کروڑ چھ فیصدی سود پر قرض لیتی ہے اُس کا سود سالانہ تین کروڑ روپیہ ہوگا۔ انگریزی گورنمنٹ سارا روپیہ سود کے طور پر ادا کرے گی۔ مگر حکومت فرانس بجائے چھ فیصدی کے چار فیصدی سود دے گی اور دو فیصدی بچاکر جس کا ایک کروڑ روپیہ بنتا ہے ایک کروڑ کی رقم ہر سال تمسکات قرضہ کے خریداروں میں بطور انعام تقسیم کریگی۔ جن تمسکات پر انعام نکلے گا اُن کے قرضے کے تمسکات کی رقم ادا شدہ سمجھی جائے گی اور تمسک واپس لیکر انعام کی رقم ان کے حوالے کی جاوے گی۔ اس طرح قرضہ کی ایک معقول رقم خود بخود ادا ہوتی رہے گی۔

تمسکات لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا ہیں

پریمیم بانڈس تمسکات قرضہ لاٹری ٹکٹوں سے بالکل جدا چیز ہیں۔ آپ کسی گھوڑ دوڑ میں یا لاٹری میں خواہ وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری ایک ٹکٹ خرید کرتے ہیں ہزاروں میں سے کسی ایک کے نام انعام نکل آتا ہے باقی سب ٹکٹوں کی رقم ضائع ہوجاتی ہے۔ گویا جوا یا قمار بازی ہے جس میں ایک جیت گیا باقی ہار گئے۔ لاٹری میں ایک دفعہ ٹکٹ تو وہ اُسی لاٹری کے لئے کارآمد ہے۔ جب لاٹری کی تاریخ گذر گئی اور آپ کے ٹکٹ پر کوئی انعام نہ نکلا تو وہ رقم تباہ ہوگئی۔ اور وہ روپیہ جو آپ نے اپنا اور اپنے عزیز بچوں کا پیٹ کاٹ کر بچایا اور کسی بڑے انعام کی اُمید پر ٹکٹ خریدنے میں لگایا تھا تباہ ہوگیا۔ مگر پریمیم بانڈ میں ایسا نہیں۔ سال میں چار دفعہ یا آٹھ دفعہ یا بعض تمسکات میں بارہ دفعہ آپ کے تمسک کا نمبر نکلنے کے لئے پیش ہوتا رہے گا اور ایک دفعہ کا خریدا ہوا تمسک ہمیشہ انعام کے بکس میں محفوظ رہے گا۔ جب تک اُس پر کوئی بہت بڑا یا چھوٹا انعام نہ نکلے۔ اگر بدقسمتی سے کوئی انعام نہ نکلے تو اصل روپیہ یا قرضہ کی پوری رقم جلدی یا بدیر ضرور مل رہیگی اور سود مزید برآں۔ اس کو کہتے ہیں۔ کہ آم کھاؤ اور گٹھلیوں کے دام چکالو۔ بلکہ بعض دفعہ ایک آم خریدنے سے ایک باغ خریدا جاسکتا ہے یعنی ایک تمسک خرید کر اگر پہلا انعام نکل آوے تو آپ لکھ پتی ہوکر روپیوں سے کھیل سکتے ہیں۔

اس قدر رقم جو خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی

چونکہ ہر ایک تمسک پر انعام یا ادائیگی قرضہ ضروری ہے۔ اس لئے اگر آپ نے تمسک خریدا ہوا ہے تو بہت اغلب ہے کہ پہلا یا دوسرا انعام آپ کے تمسک پر ہی نکل آوے۔ ایسی صورت میں آپ اس قدر امیر ہوجاوینگے جس کا گمان آپ کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

ان تمسکات پر سب سے بڑا اعتراض

بعض لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اس تجارت سے ہندوستان کو غریب بنا رہے ہیں ہندوستانیوں کا محنت سے کمایا ہوا روپیہ فرانس اور بلجیم میں چلا جاتا ہے۔ یہ اعتراض بظاہر

کسی حد تک درست ہے لیکن جب کسی ہندوستانی کے نام انعام نکلتا ہے تو حکومت فرانس یا بلجیم کو اس قدر زیادہ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے جو ہزارہا خریداران تمسکات کی قیمتوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم فرانس کا روپیہ ہندوستان میں کھینچ لاتے ہیں مگر یہ صرف خوش قسمت خریداروں کی خوش نصیبی کی بدولت ہے۔

تمسکات اعتبار اور ہر دلعزیزی یورپ میں ان تمسکات کا اعتبار اور ہر دلعزیزی اس قدر زیادہ ہے کہ جب ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو گذشتہ سال حکومت فرانس نے ایک نئے قرضے کا اعلان کیا جس میں تمسک کی قیمت ایک ہزار فرانک تھی تو یہ رقم جس کی حکومت کو ضرورت تھی صرف دس کروڑ فرانک تھے۔ لیکن یکم مئی ۱۹۳۱ء تک ایک مہینہ اور سات روز میں حکومت کے پاس ۲ ارب فرانک کے قرضہ دیئے جانے کی درخواستیں موصول ہوگئیں۔ فرانس کے اس اعتبار اور کامیابی پر وزیر اعظم انگلستان اور انگریزی اخبارات حیران رہ گئے اور برٹش فنڈ بریال کو آخر کار اپنی کم مائیگی اور فرانس کے تدبر کا سرکاری طور پر اعتراف کرنا پڑا۔ انگلستان کے نیم سرکاری اخبار ٹائمز نے لکھا کہ باوجود گورنمنٹ فرانس نے اس قرضہ کے لئے قوم سے اپیل نہیں کی تاہم مطلوبہ قرضہ سے سوا مہینہ میں بیس گنا مل جانا حکومت کے اعتبار اور انعامات ایمانداری سے تقسیم کرنے اور دیانتداری سے انجام دینے کا صاف نتیجہ ہے۔ حکومت فرانس نے نہ صرف پانچ فیصدی کی معقول شرح سود پیش کی بلکہ کئی کروڑ روپیہ سالانہ کے انعامات کا اضافہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ انگلستان کے تمام پریس اور مشہور اخبارات کے علاوہ بمبئی کے مشہور عالم اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا کہ فرانس نے انعامی تمسکات قرضہ سے نہ صرف اپنی حالت بعد از جنگ درست کرنے میں کمال کر دیا بلکہ اس کے مشیران مال کے تدبر نے ایسے طریق حصول قرضہ کو ایجاد کر دیا جس کے باعث صدہا خاندان ہر سال افلاس سے نکل کر امیر کبیر بن جاتے ہیں کفایت شعاری سکھلانے خصوصاً غریب خاندانوں میں اور اس سے فائدہ اٹھانے کا فرانس نے جو طریقہ نکالا ہے وہ ہر ایک گورنمنٹ کے لئے جو اپنی قوم کو خوشحال دیکھنا چاہتی ہے قابل تقلید ہے۔

بیوی بچوں کیلئے بیمہ زندگی سے بڑھکر مفید آپ دس ہزار کی رقم کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ کسی کمپنی میں کراتے ہیں اور چالیس روپیہ ماہوار چندہ ادا کرتے ہیں۔ چھ سات سال کے بعد آپ کی حالت اچھی نہیں رہتی اور آپ چندہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں سب بیمہ کمپنیاں ادا شدہ روپیہ ضبط کر لیتی ہیں لیکن اگر آپ نے چالیس روپیہ ماہوار لگا کر پریمیم بانڈ خرید کئے ہوتے تو ممکن ہے چھ سات سال میں کئی لاکھ روپیہ ان پر مل جائے۔ ساتھ ساتھ سود ملتا رہتا ہے اور بوقت ضرورت آپ خود یا آپ کے بعد آپ کے بیوی بچے ان کو بطور کرنسی نوٹ فروخت کرکے رقم استعمال کر سکتے ہیں۔

روپیہ فوراً لگاؤ آپ کا روپیہ اگر گھر میں زیور کی صورت میں بند پڑا ہے تو زیور کو فوراً فروخت کرکے پریمیم بانڈ خرید لو۔ اگر بنک یا ڈاکخانہ میں ہے تو بھی آپ اس کو فوراً نکال کر پریمیم بانڈ پر لگا دو۔ کیونکہ ان کا روپیہ تو اسی طرح محفوظ رہے گا۔ سود ڈاکخانہ یا بنک کی شرح سے زیادہ ملتا رہے گا۔ اور لکھ پتی بن جانے کے مواقعہ متعدد ہر سال بلکہ ہر ماہ آپ کو حاصل ہوتے رہیں گے۔

اقساط پر بھی تمسک خریدے جا سکتے ہیں اگر آپکے پاس روپیہ یکمشت نہیں تو اسکی پرواہ نہیں دس بیس۔ چالیس پچاس۔ سو روپیہ یا زیادہ ماہوار بھیجکر آپ تمسکات محفوظ کرا سکتے ہیں مثلاً ایک تمسک کی قیمت ایک سو بیس روپیہ ہے اگر آپ یکمشت روپیہ ادا نہیں کر سکتے تو ساڑھے بارہ روپیہ آرڈر کے ہمراہ بھیجدیجئے۔ ایک تمسک آپ کے لئے محفوظ کرکے ایک معاہدہ کا کاغذ پہلی قسط آنے پر مکمل کرکے آپ کو بھیجدینگے جس پر آپ کے تمسک کا نمبر درج ہوگا۔ معاہدہ لکھے جانیکے بعد اس تمسک پر جو انعام نکلے یا اسکی رقم واپس ملے تو وہ آپ کا حق ہوگا بشرطیکہ باقی اقساط ماہوار آپ باقاعدہ انتظام سے بھیجتے رہیں۔ ایک تمسک جس کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپیہ ہے اور بارہ اقساط پر ڈیڑھ سو روپیہ میں آپ کو ملے گا اسی طرح تمسکات کی قیمت نقد کسی قدر کم اور اقساط پر کچھ زیادہ ہے۔

انعامات کی مطبوعہ فہرستیں ہم اپنے دفتر میں باقاعدہ رجسٹر رکھتے ہیں اور ان میں ہر ایک خریدار کا نام اور پتہ اور تمسک کا نمبر درج ہوتا ہے۔ ہر دفعہ انعامات کے بعد جب گورنمنٹ کی فہرست انعامات شائع ہوتی ہے تو ہم اپنے درج شدہ نمبروں سے فہرست انعامات کا مقابلہ کرتے ہیں اور کامیاب خریداران کو بذریعہ تار یا خط جیسی صورت اور انعام کی اہمیت ہو خریداران کو اطلاع بھیجدیتے ہیں وہ تمسک ہمیں بھیجکر انعام منگا سکتے ہیں یا براہ راست سرکاری بنک فرانس کو تمسک بھیجکر انعام منگا سکتے ہیں۔ دو چار تمسکات کے خریداروں کے لئے

یہ خدمت ہم خود انجام دے رہے ہیں لیکن بڑی یا زیادہ تعداد میں تمسکات خرید کرنے والے اگر چاہیں کہ اُن کو فرانس سے سرکاری نتیجہ کا گزٹ براہِ راست آئے تو وہ پانچ روپے سالانہ اُس کا چندہ ہماری معرفت بھیجکر گزٹ منگا کر خود نمبران کا ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اُردو زبان میں فہرست نتیجہ دو روپے سالانہ ادا کرنے پر ماہوار بھیجی جائیگی جو ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔

رقم کی فوراً ادائیگی آپ نے ایک تمسک خرید اہے سال دو سال بعد آپ کو شادی بیاہ یا کسی اور خانگی ضرورت کے باعث روپیہ کی واپسی کی ضرورت آپڑتی ہے تو آپ اپنا تمسک فروخت کر سکتے ہیں ہم اس دن بمبئی اور کلکتہ میں فرانس اور بلجیم کے تبادلہ کی جو شرح ہوگی اُس پر تین پیسہ دو آنہ یا آدھ آنہ فی روپیہ کمیشن لیکر ہم آپ کا تمسک فروخت کر کے رقم آپ کو دیدیں گے۔ اس عرصہ میں جب تک آپ کا تمسک آپ کے پاس رہے گا اِنعام ملنے کے مواقعات آپ کو ملتے رہیں گے۔ گویا آپ کا روپیہ بنک میں جمع ہے۔

تفصیل قرضہ جات تمسک

کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۱۹ء اِس قرضہ کے اسی لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ سود پانچ فیصدی سالانہ پانچسو فرانک کا بانڈ۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں جاری ہوئے اور کل قرضہ سنہ ۱۹۹۴ء میں بیباق ہو جائیگا۔ سنہ ۱۹۳۵ء کے بعد گورنمنٹ جب چاہے کل قرضہ بیباق کر سکتی ہے۔

پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ہوتا ہے دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا پانچ انعامات ایک ایک لاکھ فرانک کے دس انعامات پچاس پچاس ہزار فرانک کے

ان کے علاوہ بہت سی تمسکات اصل قرضہ پر ادا ہوتے ہیں۔ ہر سال ۹۸ بڑے انعامات ایک کروڑ فرانک کے ادا کئے جاتے ہیں قیمت نقد فی بانڈ ایک سو پچیس روپے یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔ انعامات یکم مارچ۔ یکم جون۔ یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو ہر سال تقسیم ہوتے ہیں۔ انعامات کی سب سے بڑی رقم کی وجہ یہ بانڈ سب سے اچھا ہے۔ اس کے سارے انعامات کی رقم اتنی زیادہ ہے کہ خواہ کوئی انعام بھی خریدار کی قسمت میں ہو وہ مالا مال ہو جاتا ہے اسی لاکھ کے تمسکات شائع ہوئے ہیں جن میں صرف ۶۸ کو ہر سال انعام ملتا ہے۔

کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۰ء اِس قرضہ کے اسی لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ سود پانچ فیصدی سالانہ۔ پانچسو فرانک کا تمسک سال میں آٹھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں سنہ ۱۹۲۰ء میں یہ تمسک جاری ہوئے اور کل قرضہ سنہ ۱۹۹۵ء میں بیباق ہو جائیگا۔ سنہ ۱۹۳۶ء کے بعد گورنمنٹ جس وقت چاہے کل رقم قرضہ ادا کر سکتی ہے۔

پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا دوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا دو انعامات ہر ایک دو لاکھ فرانک کے تین انعامات ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے

چھ انعامات ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے۔ ان کے علاوہ متعدد تمسکات پر اصل زر واپس کیا جاویگا۔ ہر سال ایک سو چار بڑے انعامات۔ قیمت نقد فی بانڈ ایک سو پچیس روپے یا ساڑھے بارہ روپے ماہوار کی بارہ اقساط میں۔ انعامات ہر سال ۲ جنوری۔ یکم فروری۔ یکم اپریل۔ یکم مئی۔ یکم جولائی۔ یکم اگست یکم اکتوبر اور ۳ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔

ایک سنہری موقعہ حکومت فرانس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر آپ مندرجہ بالا دونوں تمسک خرید لیں تو ہر ماہ بلا ناغہ آپ کو انعامات میں شامل رہنے کا موقعہ حاصل ہوتا رہیگا جن میں سے ہر ماہ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا ہوگا۔

کریڈٹ نیشنل سنہ ۱۹۲۳ء حصہ اول اِس قرضہ کے ساٹھ لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ سود چھ فیصدی سالانہ۔ انعام سال میں چار دفعہ یکم مئی یکم اگست اور ۳ نومبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ کل انعامات ۲۰۰۰، تعدادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ۵۸ ہزار فرانک کے ہوتے ہیں۔

یکم مئی کے انعامات کی تفصیل

چھ انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کے بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کے

۴۸ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کے (۱۷۲۴) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کے

یکم فروری۔ یکم مئی اور ۳ نومبر کے انعامات کی تفصیل

چھ انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے بارہ انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے

بارہ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کے ۴۸ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کے (۱۷۲۸) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کے

ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ قیمت نقد فی بانڈ ایک سو پچیس روپے یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں روپیہ ادا ہو سکتا ہے تعداد انعامات کے لحاظ سے یہ بانڈ سب سے اچھا ہے یعنی اس کی خرید سے سات ہزار دو سو مواقعات حصول انعام مل جاتے ہیں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۳ء حصہ دوم
اس قرضہ کے چالیس لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ شرح سُود چھ فیصدی سالانہ۔ انعامات سال میں چار دفعہ تقسیم ہوتے ہیں۔ کُل چار سو اسّی انعام سال میں نکلتے ہیں۔ جن کی تعداد ۹۳ لاکھ ۴۱ ہزار فرانک ہوتی ہے۔

۲ جنوری یکم اپریل و یکم جولائی کے انعامات
چار انعام ہر ایک ایک لاکھ فرانک کے — چار انعام ہر ایک پچاس ہزار فرانک کے — آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کے — ۳۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کے — (۱۱۵۳) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کے

یکم اکتوبر کے انعامات
چار انعام ہر ایک پانچ لاکھ فرانک کے — آٹھ انعام ہر ایک دس ہزار فرانک کے — ۳۲ انعام ہر ایک پانچ ہزار فرانک کے — (۱۱۵۳) انعام ہر ایک ایک ہزار فرانک کے۔ ایک بانڈ کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپیہ ہے یا ساڑھے بارہ روپیہ ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

کریڈٹ نیشنل ۱۹۲۴ء
اس قرضہ کے چالیس لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ ایک بانڈ پانچسو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے جس پر چھ فیصدی سالانہ سُود ملتا ہے۔ سال میں چار دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ ۱۹۲ انعامات اسّی لاکھ فرانک کے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا انعام پانچ لاکھ فرانک کا ہوتا ہے۔ انعامات یکم مارچ یکم جون۔ یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک تمسک کی قیمت نقد ایک سو پچیس روپے یا ساڑھے بارہ روپے ماہوار کی بارہ اقساط میں۔

بلجیم کا ۱۹۳۲ء کا نیا قرضہ
اس قرضہ کے بیس لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ فی بانڈ پانچسو فرانک۔ سُود پانچ فیصدی جو ہر سال ۱۵ مارچ کو ادا ہوتا ہے۔ انعامات ہر مہینہ ۲۵ تاریخ کو تقسیم ہوتے ہیں۔

مارچ
پہلا انعام دس لاکھ فرانک — ۳۳ انعام ہر ایک پچیس ہزار فرانک

جولائی و نومبر
پہلا انعام دس لاکھ فرانک — ۳۳ انعام ہر ایک پچیس ہزار فرانک

جنوری۔ مئی۔ ستمبر
پہلا انعام پانچ لاکھ فرانک — ۳۳ انعام ہر ایک پچیس ہزار فرانک

اپریل۔ جون۔ اکتوبر۔ نومبر
پہلا انعام ڈھائی لاکھ فرانک — ۳۳ انعام ہر ایک پچیس ہزار فرانک

فروری۔ اگست
پہلا انعام ڈھائی لاکھ فرانک — ۳۵ انعام ہر ایک پچیس ہزار فرانک

کل ۴۱۲ انعامات
دو کروڑ فرانک سالانہ کے

یہ انعامات دس بانڈوں کے ایک سلسلہ کے ہیں یعنی ہر ایک مقررہ انعام دس بانڈوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ قیمت فی بانڈ نوّے روپیہ نقد یا دس روپیہ ماہوار کی گیارہ اقساط میں روپیہ ادا کیجئے۔

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۱ء
اس قرضہ کے چالیس لاکھ بانڈ جاری ہوئے تھے ڈھائی سو فرانک کا بانڈ۔ سُود چار فیصدی سالانہ۔ سال میں آٹھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا — دُوسرا انعام ڈھائی لاکھ فرانک کا — سال بھر میں کل ۱۶ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔
قیمت نقد فی بانڈ پچاس روپے یا دس روپے ماہوار کی چھ اقساط میں۔

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۲ء
اس قرضہ کے چالیس لاکھ بانڈ جاری ہوئے تھے تین سو فرانک کا بانڈ۔ سُود پانچ فیصدی سالانہ۔ ہر ماہ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا — دُوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا — سال بھر میں کل ۳۷ انعام تقسیم ہوتے ہیں۔
قیمت نقد فی بانڈ ستر روپے۔ اقساط پر نوّے روپے یعنی دس روپے ماہوار کی نو قسطیں۔

بلجیم ریسٹوریشن ۱۹۲۳ء
اس قرضہ کے چالیس لاکھ بانڈ جاری ہوئے تھے۔ پانچسو فرانک کا بانڈ۔ سُود پانچ فیصدی سالانہ جو سال میں ایک بار ماہ جولائی میں ادا ہوتا ہے۔ انعامات ہر ماہ تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا انعام دس لاکھ فرانک کا — دُوسرا انعام پانچ لاکھ فرانک کا
کل ۱۸۰ انعام سالانہ۔ قیمت نقد فی بانڈ نوّے روپے۔ اقساط پر ایک سو بیس روپے یا بارہ روپے ماہوار کی دس اقساط میں۔

سٹی آف برسلز
اس قرضہ کے چالیس لاکھ بانڈ جاری ہوئے تھے۔ یہ قرضہ ایک سو دس فرانک فی بانڈ کا ہے۔ سُود ڈھائی فیصدی سالانہ۔ ایک انعام ایک لاکھ فرانک کا دو انعام دس دس ہزار فرانک کے۔ اور بہت سے چھوٹے انعامات بھی ہیں سال میں چار بار یکم مارچ۔ یکم جون یکم ستمبر اور یکم دسمبر کو انعامات نکلتے ہیں
قیمت فی بانڈ نقد بیس روپے یا پانچ روپے ماہوار کی پانچ اقساط یعنی اقساط پر پچیس روپے۔

سٹی آف انٹورپ
اس قرضہ کے چالیس لاکھ بانڈ جاری ہوئے تھے۔ ایک بانڈ ایک سو دس فرانک کا ہوتا ہے۔ سال میں چار بار انعام نکلتا ہے۔ سُود ڈھائی فیصدی سالانہ۔ ایک انعام ڈیڑھ لاکھ فرانک کا اور باقی چھوٹے انعامات ہیں۔ قیمت فی بانڈ بیس روپے اقساط پر پچیس روپے یعنی پانچ روپے ماہوار کی پانچ اقساط۔

فرنچ نونسی آر سنہ ۱۹۱۲ء اِس قرضہ کے بتیس لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ ایک بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہوتا ہے۔ سال میں چھ دفعہ انعام تقسیم ہوتے ہیں جنمیں پانچ مئی ستمبر نومبر اور جولائی کی ۵ تاریخ کو پہلا انعام ایک لاکھ فرانک کا دُوسرا انعام ڈہائی لاکھ فرانک کا۔ کل ۳۹۰ اِنعام ہونگے قیمت نقد فی بانڈ ساٹھ روپے یا چھ روپے ماہوار کی بارہ اقساط ہیں۔

پناما بانڈ ہمارے بعض مُسلمان دوست سُودی کاروبار نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بانڈ اُن کے فائدہ کیلئے ہے اس پر کوئی سُود نہیں۔ یہ بانڈ تین سو فرانک قرضہ کا ہے سال میں چار بار اس پر انعام نکلتا ہے۔ اس قرضہ کے بیس لاکھ تمسکات جاری ہوئے تھے۔ قیمت نقد فی بانڈ چالیس روپے یا دس روپے ماہوار کی پانچ اقساط ہیں۔

۱۵ فروری اور ۱۵ اگست کے ہر سال کے اِنعام	ایک انعام پانچ لاکھ فرانک کا	ایک اِنعام ایک لاکھ فرانک کا	ایک اِنعام دس ہزار فرانک کا
	ایک اِنعام پانچ ہزار فرانک کا	پانچ اِنعام فی اِنعام دو ہزار فرانک کا	پچاس اِنعام فی اِنعام ایکہزار فرانک کا

ایک ہزار چار سو پچیس اِنعام فی اِنعام چار سو فرانک

۱۵ مئی اور ۱۵ نومبر کے ہر سال کے اِنعام	ایک اِنعام ڈہائی لاکھ فرانک کا	ایک اِنعام ایک لاکھ فرانک کا	ایک انعام دس ہزار فرانک کا
	ایک انعام پانچ ہزار فرانک کا	پانچ اِنعام فی انعام دو ہزار فرانک کا	پچاس اِنعام فی اِنعام ایک ہزار فرانک کا

ایک ہزار چار سو پچیس انعام فی اِنعام چار سو فرانک۔ گویا ہر سال پانچ ہزار نو سو چھتیس بانڈ پر انعام ملتا ہے۔

نتیجہ اِنعامات

انگریزی زبان میں فہرست اِنعامات پانچ روپے سالانہ وصول ہونے پر بھیج جاتی ہے۔ اُردو زبان میں بھی فہرست انعامات شائع ہوتی ہے جو دو روپیہ سالانہ وصول ہونے پر سال بھر تک ارسال ہوگی۔ لوگوں کے نام ظاہر کرنے کا حکم نہیں۔ صرف بانڈ کا نمبر دیا جاویگا جس کو انعام ملا ہو۔

نام کیوں ظاہر نہیں کیا جاتا؟ ڈاکخانہ کے سیونگ بنک کا سرکاری حکم ہے کہ جو لوگ روپیہ جمع کرائیں اُن کے نام ظاہر نہ کئے جاویں۔ اسی طرح انگریزی گورنمنٹ کے بانڈ قرضہ جو لوگ خرید کرتے ہیں افسران خزانہ کو اُن کے نام مخفی رکھنے کا حکم ہے اسی طرح فرانس۔ بلجیم۔ مصر۔ ترکی اور دُوسرے مُلکوں کے بانڈ خرید کرنے والوں کے نام ظاہر نہیں کئے جاتے۔ جس کو اِنعام ملے گا۔ اُس کا نام ظاہر نہ کیا جاوے گا۔ صرف نمبر دیا جاویگا۔

ہندوستان میں انعامات ہندوستان میں بکثرت اِنعام ان بانڈوں کے خریداروں کو ملتے ہیں۔ آپ یقین رکھیں اور آپ کو پوری تسلی رکھنی چاہیئے کہ ہمیشہ اِنعام ہندوستان میں ملتے رہتے ہیں۔

سب سے اچھے بانڈ سب سے اچھے بانڈ کریڈٹ فنشل ہیں۔ سَو روپیہ سے کم کے اچھے بانڈ فرنچ نونسی آر سنہ ۱۹۱۲ء ہیں چھوٹی قیمت کے بانڈوں میں پناما سب سے اچھا بانڈ ہے۔ آج ہی آرڈر بھیجدیں۔ ممکن ہے اللہ کے فضل سے آپ کی قسمت یاور ہو جاوے اور انعام حاصل کر کے آپ مالا مال ہو جاویں۔

روپیہ کس طرح بھیجا جاوے؟

آپ بانڈوں کی قیمت پچاس روپیہ سے کم ہو تو بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ پچاس روپے سے زیادہ ہو تو بذریعہ منی آرڈر یا نوٹ بیمہ کرا کر یا آپکے شہر میں بنک ہے تو لاہور کا ڈرافٹ بنوا کر بھیجدیں۔ روپیہ تمام بنام منیجر انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور یا بنام منیجر آب حیات لمیٹڈ منڈی بہاؤالدین آنا چاہیئے۔ دونوں فرمیں یہ کام کرتی ہیں۔

منیجر آب حیات لمیٹڈ منڈی بہاؤالدین پنجاب

([illegible] پرنٹر و پبلشر [illegible] منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات [illegible])

پانچ لاکھ فرانک ۲۳ اپریل کو مِل گیا!

چونکہ آپ اپنے روپیہ کو ایسی صورت میں لگانے کے خواہشمند ہیں جس سے رقم بھی محفوظ رہے اور سود بھی ملتا رہے۔ اور انسس پر کئی لاکھ روپیہ انعام بھی حاصل ہو جائے۔ اس لئے میں آپکے سامنے ایک سکیم پیش کرتا ہوں۔ یہ سکیم کسی پرائیویٹ آدمی یا کسی کمپنی کی تجویز کردہ نہیں **بلکہ گورنمنٹ** فرانس کی سرکاری اور پارلیمنٹ کی منظور کردہ سکیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دُنیا کے مالدار عقلمند اور **پولیٹیکل اکانومی کے ماہران** نے اس کو مفید اور بہترین تسلیم کر کے دُنیا کے ہر حصہ سے اس پر روپیہ لگایا ہوا ہے۔ ہماری اپنی گورنمنٹ برطانیہ کے انگریزی مدبران نے لاکھوں روپیہ اس پر لگا رکھا ہے۔ مفصل حالات ایک فہرست میں درج ہیں جو طلب کرنے پر مِل سکتی ہے۔ کریڈٹ نیشنل بانڈ ۱۹۲۰ء کا فوٹو جس کا نمبر ۵۲۵۵، ۲۳ ہے اور جس کو ۲۳ اپریل ۱۹۴۰ء کو پانچ لاکھ فرانک کا انعام حاصل ہوا ہے۔ اس کے ساتھ نمونہ کے طور پر چار عدد سود کے کوپن بھی فوٹو میں دکھا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ آپ بانڈ کی صورت شکل اور سود کوپن کے سسٹم، بانڈ پر وزرائے حکومت فرانس کے دستخط **ملاحظہ فرما کر اپنی تسلی کر لیویں۔ فوٹو اگلے صفحہ** پر درج ہے ◆

آپ ضرور اپنا فالتو روپیہ اِن بانڈوں کی خرید میں لگاویں۔ سود بھی آپ **ہماری معرفت** وصول کرتے رہیں گے اور انعام کا موقعہ بھی آپ کو حاصل رہیگا۔ ممکن ہے کہ تھوڑی سی رقم لگانے سے آپ کو کئی لاکھ روپیہ کا انعام مِل جاوے۔ جب آپ کو روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ آپ کا بانڈ اُسی وقت تاریخ فروخت کے شرح تبادلہ کے مطابق فروخت کر کے آپ کی رقم آپ کو بھیج دی جائے گی۔ بعض لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کون سا بانڈ خریدنا بہتر ہے۔ ہمارے خیال میں انعامات کی تعداد مدنظر رکھتے ہوئے کریڈٹ نیشنل جنوری ۱۹۲۳ء سب سے اچھا بانڈ ہے۔ اور رقم انعام کی رقم مدنظر رکھتے ہوئے کریڈٹ نیشنل ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء عمدہ ہے۔ چھوٹی قیمت کے بانڈوں میں پانامہ بانڈ سب سے اچھا ہے ◆

خرید بانڈ کے وقت بعض لوگ شرح تبادلہ دریافت کرتے ہیں۔ مگر بانڈوں کی قیمت لگانے میں وہی اصول مدنظر رکھا جاتا ہے۔ جو ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے تمسکات یا کمپنیوں کے حصص کی قیمتوں میں ہے ڈھائی سو روپیہ کے امپیریل بنک کے حصہ کی قیمت بازار میں ایک ہزار روپیہ سے اوپر ہے۔ سو روپیہ کے انگریزی قرضہ کے تمسکات کی قیمت ساٹھ روپیہ سے لیکر ایک سو دس روپیہ تک ہوتی ہے۔ اسی طرح پانچسو فرانک کریڈٹ نیشنل کا بھاؤ بازار میں اصل رقم سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے جس کو ہم سوا سو روپیہ میں فروخت کرتے ہیں حالانکہ چار سو فرانک کا پانامہ بانڈ ہم صرف چالیس روپیہ فی بانڈ پر دیتے ہیں۔ سود ہر ایک بانڈ پانچ سال گذر جانے پر اور انعام تیس سال تک مطالبہ نہ کرنے پر بحق گورنمنٹ ضبط ہو جاتا ہے۔ اُردو اور انگریزی میں ہم انعامات کا نتیجہ ماہوار شایع کرتے ہیں جس کی سالانہ قیمت دو روپے ہے۔ بلجیم بانڈ یہ ہیں: سٹی آف برسلز۔ کانگو فری سٹیٹ سٹی آف اوسٹینڈ۔ سٹی آف لیگ۔ بلجیم ریسٹوریشن اور نیا قرضہ سٹی آف انٹورپ۔ اِن سب بانڈوں پر جب کسی صاحب کے نام انعام نکلے تو انعام کی رقم ایک سال بعد خریدار کو ملتی ہے۔ لیکن فرانس کے جملہ بانڈوں پر جس میں کریڈٹ نیشنل، پانامہ، فرنچ فونسی آر، سٹی آف پیرس شامل ہیں۔ جب کسی کے نام انعام نکلے تو رقم فوراً مِل جاتی ہے۔ بلکہ خریدار چاہے تو انعام کی رقم تار کے ذریعہ منگوا سکتا ہے ◆

جو صاحب قسطوں پر بانڈ خرید کرتے ہیں۔ پہلی قسط ادا کرنے پر اُن کا نام انعامات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی انعام نکلے خواہ ان کی پہلی قسط ادا کرنے کے بعد نکل آئے تو وہ اُن کا حق ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اقساط پر خرید کر قسطیں ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اُنکا ادا شدہ روپیہ ضبط ہو جاتا ہے۔ اس لئے یا تو نقد روپیہ دے کر بانڈ خرید لیں۔ کیونکہ یہ اچھا اور سب سے بہترین سودا ہے اور بانڈ اپنے قبضہ میں کر لیں یا اقساط پوری احتیاط سے باقاعدہ ادا کریں۔ اگر قسط کی ادائیگی میں ۱۵ دن سے زیادہ دیر ہو جائیگی تو ادا شدہ رقم ضبط ہو جائے گی۔

تمام روپیہ بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ یا چک ڈرافٹ بنام انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور آنا چاہیئے جو بانڈوں کے کاروبار کیلئے باقاعدہ رجسٹری ہو کر کام کر رہی ہے

تابعدار۔ مینیجر

REGD. L. NO. 654.

CRÉDIT NATIONAL

POUR FACILITER LA RÉPARATION DES DOMMAGES CAUSÉS PAR LA GUERRE

SOCIÉTÉ ANONYME AU CAPITAL DE CENT MILLIONS DE FRANCS

EMPRUNT 1920

AUTORISÉ PAR ARRÊTÉ DU MINISTRE DES FINANCES DU 20 MAI 1920

OBLIGATION DE CINQ CENTS FRANCS

AU PORTEUR

Nº 2,375,255

LE DIRECTEUR GÉNÉRAL

UN ADMINISTRATEUR

CRÉDIT NATIONAL — Emprunt 1920 — (67) 12.50 — Nº 2,375,255

CRÉDIT NATIONAL — Emprunt 1920 — (66) 12.50 — Nº 2,375,255

CRÉDIT NATIONAL — Emprunt 1920 — (65) 12.50 — Nº 2,375,255

CRÉDIT NATIONAL — Emprunt 1920 — (64) — Nº 2,375,255

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۲۲۵۴